وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

بالیقین ہم نے قرآن شریف کو بہت آسان کردیا ہے کیا پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!

خدا کا شکر ہے کہ تمام تفسیروں سے زیادہ معتبر تفسیر یہ نام

تفسیر ابن کثیر

مصنفہ

رأس المفسرین حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر قریشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ سنہ ہجری کی

اردو ترجمہ بنام

تفسیر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کا

آخری تیسواں ۳۰ پارہ

حسب فرمایش جناب مترجم صاحب

حضرت مولانا مولوی محمد صاحب مدرس مہتمم و سرپرست مدرسہ محمدیہ و مالک و منصرم اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی

بہ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۸ھ

آزاد برقی پریس دہلی میں طبع ہوا

ملنے کا پتہ

دفتر اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی

ہدیہ ایک روپیہ چھ آنہ

تفسیر عم یتساءلون

تفسیر سورۂ نبأ مکیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ کَلَّا

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ کچھ کرتے ہیں، اوس بڑی خبر کی، جس میں یہ مختلف ہیں، یقیناً

سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِہٰدًا ۙ وَّ الۡجِبَالَ

یہ ابھی جان لیں گے، اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائیگا، کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں

اَوۡتَادًا ۙ وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ وَّ جَعَلۡنَا

کو میخیں نہیں بنایا؟ اور ہم نے تمہیں جوڑ جوڑ پیدا کیا، اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا، اور رات کو ہم نے

الَّیۡلَ لِبَاسًا ۙ وَّ جَعَلۡنَا النَّہَارَ مَعَاشًا ۪ وَّ بَنَیۡنَا فَوۡقَکُمۡ سَبۡعًا

پردہ بنایا، اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا، اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط

شِدَادًا ۙ وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّہَّاجًا ۪ وَّ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ

آسمان بنائے، اور ایک روشن چراغ پیدا کیا، اور برسنے والے بادلوں سے ہم

مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخۡرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ وَّ جَنّٰتٍ اَلۡفَافًا ؕ

نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا، تاکہ اوس سے اناج اور سبزہ اُگائیں، اور گھنے باغ بھی +

جو کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر تعجب کرتے تھے اون کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اوس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کرتے ہیں؟ پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے، گو حضرت مجاہدؒ سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے، لیکن بظاہر ٹھیک بات یہی ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہؒ اور حضرت ابن زید کا قول ہے ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے تھے کہ قیامت ہوگی لیکن کفار اس کے منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو خدا تعالیٰ دھمکاتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائیگا اور تم ابھی ابھی معلوم کر لوگے، اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں بیان فرما رہا ہے جن سے قیامت کے قائم کرنے پر اوس کی قدرت کا ہونا صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے، کہ جب وہ اس تمام موجودات کو اول مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے تو فنا کے بعد دوبارہ ان کا پیدا کرنا اوس پر کیا مشکل ہوگا؟ تو فرماتا ہے دیکھو کیا ہم نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش نہیں بنایا کہ وہ بچھی ہوئی ہے، ٹھیری ہوئی ہے حرکت نہیں کرتی تمہاری فرمانبردار ہے اور مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے، اور پہاڑوں کو میخیں بنا کر زمین میں ہم نے گاڑ دئے ہیں، تاکہ نہ وہ ہل سکے، نہ اپنے اوپر کی چیزوں کو ہلا سکے، زمین اور پہاڑوں کی پیدائش پر ایک نظر ڈال کر پھر تم اپنے آپ کو دیکھو کہ ہم نے تمہیں جوڑ جوڑ پیدا کیا یعنی مرد و عورت کہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع اٹھاتے ہو اور توالد و تناسل ہوتا ہے بال بچے پیدا ہوتے ہیں، جیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست تفسیر محمدی پارہ تیس ۳۰

نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم

تمت

مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝

وہی ہے ، اُس میں وہ قرنوں تک پڑے رہیں گے ، نہ کبھی اُس میں خنکی کا ذائقہ پائیں نہ پانی کا ،

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ

سوائے گرم پانی اور بہتی پیپ کے ، بدلے دئے جائیں گے پورا پورا ، انہیں تو حساب کی توقع ہی

حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

نہ تھی ، اور نگر اکر اکر ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ، ہم نے ہر ایک چیز کا لکھ کر احاطہ

كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝

کر رکھا ہے ، اب تم مزہ اٹھاؤ ہم تمہاری عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے +

یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں مقرر دن ہے نہ وہ آگے ہو نہ پیچھے ٹھیک وقت پر آجائیگا کب آئیگا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں. جیسے اور جگہ ہے وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ نہیں ڈھیل دیتے ہم انہیں لیکن وقتِ مقرر کے لئے ، اس دن صور میں پھونک ماری جائیگی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے ، ہر ہر اُمت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہوگی ، جیسے فرمایا يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ جس دن ہم تمام لوگوں کو اون کے اماموں سمیت بلائیں گے صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دونوں صور کے درمیان چالیس ہونگے ، لوگوں نے پوچھا چالیس دن کہا میں نہیں کہہ سکتا پوچھا چالیس مہینے ، کہا مجھے خبر نہیں ، پوچھا چالیس سال ، کہا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا ، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اُگتے ہیں لوگ زمین سے اُگیں گے ، انسان سارا کا سارا گل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی اور وہ کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائیگی ، آسمان کھول دئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے ، پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے ، جیسے اور جگہ ہے وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً الخ یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ رہے ہو جان رہے ہو کہ وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرح چلنے پھرنے لگیں گے ، اور جگہ ہے وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ پہاڑ مثل دھنی ہوئی اون کے ہو جائیں گے ، یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کچھ ہے حالانکہ دراصل کچھ نہیں آخر میں بالکل برباد ہو جائیں گے

نام و نشان تک نہ رہیگا ، جیسے اور جگہ ہے وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا الخ لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب پراگندہ کر دیگا ، اور زمین بالکل ہموار میدان رہجائیگی جس میں نہ کوئی موڑ ہوگا نہ ٹیلا ، اور جگہ ہے يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو دیکھیگا کہ زمین بالکل کھل گئی ، پھر فرماتا ہے سرکش نافرمان مخالفینِ رسول کے تاک میں جہنم لگی ہوئی ہے یہی اُن کے لوٹنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ ہے ، اس کے معنی حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ نے یہ بھی کئے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں بھی نہیں جا سکتا جبتک جہنم پر سے نہ گذرے اگر اعمال ٹھیک ہیں تو تو نجات پالی اور اگر اعمال بد ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا ، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں اوس پر تین پل ہیں ، پھر فرمایا وہ اوس میں مدتوں اور قرنوں پڑے رہیں گے اَحْقَاب جمع ہے حُقْب کی ایک لمبے زمانے کو حقب کہتے ہیں بعض کہتے ہیں حقب اسی سال کا ہوتا ہے سال بارہ ماہ کا مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا ، بہت سے صحابہ اور تابعین سے یہ مروی ہے بعض کہتے ہیں ستر سال کا حقب ہوتا ہے ، کوئی کہتا ہے چالیس سال کا ، جس میں سے ہر دن ایک ہزار سال کا ، بشیر بن کعب تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو ساٹھ سال کا ایک حقب ، ایک مرفوع حدیث میں ہے حقب مہینہ مہینہ تیس دن کا سال بارہ مہینوں کا سال کے دن تین سو ساٹھ ، ہر دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا (ابن ابی حاتم) لیکن یہ حدیث سخت منکر ہے اس کے راوی قاسم جو جابر بن زبیر کے لڑکے ہیں ، یہ دونوں متروک ہیں ، ایک اور روایت میں ہے کہ ابو مسلم بن علاء نے سلیمان تیمی سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلیگا بھی ؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع سے اونہوں نے ابن عمر رضہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم جہنم میں سے کوئی بھی بغیر مدتِ دراز رہے نہ نکلیگا پھر کہا اسی سے اوپر کچھ سال کا حقب ہوتا ہے اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا جو تم گنتے ہو ، سدی کہتے ہیں سات سو حقب رہیں گے ہر حقب ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا ، حضرت مقاتل بن حبان فرماتے ہیں یہ آیت فَذُوْقُوْا کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے ، خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت اِلَّا مَا شَآءَ

ع ۱

اور جگہ فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا الخ خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اوس نے خود تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اون سے سکون حاصل کرو اوس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت اور رحم ڈال دیا پھر فرماتا ہے ہم نے تمہاری نیند کو حرکت کے کٹ جانے کا سبب بنایا تاکہ آرام اور اطمینان حاصل ہو، اور دن بھر کی تکان کسل اور ماندگی دور ہو جائے ، اسی معنی کی اور آیت سورہ فرقان میں بھی گذر چکی ہے ، رات کو ہم نے لباس بنایا کہ اوس کا اندھیرا اور سیاہی سب لوگوں پر چھا جاتی ہے ، جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا ۝ قسم ہے رات کی جبکہ وہ ڈھک لے، عرب شاعر بھی اپنے شعروں میں رات کو لباس کہتے ہیں ، حضرت قتادہ رح نے فرمایا ہے کہ رات سکون کا باعث بن جاتی ہے ، اور برخلاف رات کے دن کو ہم نے روشن اُجالے والا اور اندھیرے بغیر کا بنایا ہے ، تاکہ تم اپنا کام دھندا اس میں کر سکو ، جا آ سکو ، بیوپار تجارت لین دین کر سکو اور اپنی روزیاں اور رزق حاصل کر سکو ، اور ہمنے جہاں تمہیں رہنے سہنے کو زمین بنا دی وہاں ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو بڑے لمبے چوڑے مضبوط پختہ عمدہ اور زینت والے ہیں ، تم دیکھتے ہو کہ اون میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے ہیں بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ایک جگہ قائم ہیں ، پھر فرمایا ہم نے سورج کو چمکتا چراغ بنایا جو تمام جہان کو روشن کر دیتا ہے ، ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے اور دنیا کو منور کر دیتا ہے ، اور دیکھو کہ ہمنے پانی کی بھری بدلیوں سے بکثرت پانی برسایا ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں ، ادھر سے اودھر بادلوں کو لیجاتی ہیں اور پھر اون بادلوں سے خوب بارش برستی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے ، اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے مُعْصِرٰتِ سے مراد بعضوں نے تو ہوا لی ہے اور بعضوں نے بادل جو ایک ایک قطرہ برابر برساتے رہتے ہیں ۔ فَسْرَاۃٌ مُّعْصِرَۃٌ عرب میں اوس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہو ۔ لیکن ابتک حیض جاری نہ ہوا ہو ، حضرت حسن اور قتادہ رح نے فرمایا ہے مُعْصِرٰتِ سے مراد آسمان ہے ، لیکن یہ قول غریب ہے سب سے زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ مراد اس سے بادل ہیں جیسے اور جگہ ہے

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ الخ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہیں اور انہیں پروردگار کی منشاء کے مطابق آسمان پر پھیلا دیتی ہیں اور انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ اون کے درمیان سے پانی نکلتا ہے ثَجَّاجًا کے معنی خوب لگاتار بہنے کے ہیں جو بکثرت بہہ رہا ہو اور خوب برس رہا ہو ، ایک حدیث میں ہے افضل حج وہ ہے جس میں لبیک خوب پکاری جائے اور خون بکثرت بہایا جائے یعنی قربانیاں زیادہ کی جائیں ، اس حدیث میں بھی لفظ ثَجٌّ ہے ، ایک اور حدیث میں ہے کہ استحاضہ کا مسئلہ پوچھنے والی ایک صحابیہ عورت سے حضور نے فرمایا کہ تم روئی کا پھایا رکھ لو ، اُس نے کہا حضور وہ تو بہت زیادہ ہے میں تو ہر وقت خون بکثرت بہاتی رہتی ہوں ، اس روایت میں بھی لفظ اَثُجُّ ثَجًّا ہے یعنی بے روک برابر خون آتا رہتا ہے ، تو یہاں اس آیت میں بھی مراد یہی ہے ، کہ پانی ابر سے بکثرت برابر بے روک برستا ہی رہتا ہے ، واللہ اعلم ، پھر ہم اوس پانی سے جو پاک صاف بابرکت نفع بخش ہے اناج اور دانے پیدا کرتے ہیں جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتے ہیں ، اور سبزیاں اُگاتے ہیں جو تر و تازہ کھائی جاتی ہیں ، اور اناج کھلیان میں رکھا جاتا ہے پھر کھایا جاتا ہے ، اور باغات اوس پانی سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں رنگوں خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول اون سے پیدا ہوتے ہیں گو کہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلے ہیں اَلْفَافًا کے معنی جمع کے ہیں ، اور جگہ ہے وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ الخ زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلے ہیں اور انگور کے درخت ہیں کھیتیاں ہیں کھجوروں کے درخت ہیں بعض شاخدار بعض بغیر زیادہ شاخوں کے اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ہم ایک سے ایک کو میوہ میں زیادہ کرتے ہیں ، یقیناً عقلمندوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں ،

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ۝ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

بیشک فیصلہ کا دن ہے وقت مقرر کیا ہوا جس دن صور پھونکا جائیگا پھر تم سب جماعت جماعت

اَفْوَاجًا ۝ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ وَّسُیِّرَتِ الْجِبَالُ

بنکر آ ؤ گے ، اور آسمان کھول دیا جائیگا پس دروازے دروازے ہو جائینگے ، اور پہاڑ چلائے جائیں گے

فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِیْنَ

پس وہ سفید بالو ہو جائیں گے ، بیشک دوزخ تاک میں ہے ، شریروں کا ٹھکانا

مجھے ہر طرح کافی وافی ہے +

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بڑی بخشش کرنیوالا کسی کو اس سے بات چیت

خِطَابًا ؀ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ

کرنیکا اختیار نہیں، جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہونگے، کوئی کلام نہ کر سکے گا

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ؀ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ

مگر جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے، یہ دن حق ہے،

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ؀ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ؀

اب جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے، ہم نے تمہیں پاس کے عذاب سے ڈرا دیا،

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ

جس دن انسان اپنے دونوں ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کو دیکھ لیگا اور کافر کہیگا

الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ؀ ع

کاش کہ میں مٹی بن جاتا،

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کا پالنے پوسنے والا وہی ہے، وہ رحمان ہے جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے، جبتک اسکی اجازت نہ ہو کوئی اوس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا، جیسے اور جگہ ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی کون ہے جو اوس کی اجازت بغیر اوس کے سامنے سفارش لیجا سکے، اور جگہ ارشاد ہے يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ جس دن وہ وقت آجائیگا کوئی بھی بلا اجازت اوس سے بات نہ کر سکیگا رُوْح سے مراد یا تو کل انسانوں کی روحیں ہیں، یا کل انسان ہیں یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی سی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان، یا مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، حضرت جبرئیلؑ کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے، ارشاد ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ؀ الخ اسے امانتدار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانیوالا بن جائے، یہاں مراد روح سے یقیناً حضرت جبرئیلؑ ہیں، حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں تمام فرشتوں سے بزرگ اور خدا سے بہت ہی نزدیک اور وحی لیکر آنیوالے یہی ہیں، یا مراد روح سے قرآن ہے، اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے، حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بہت بڑا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے، تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے، ہر دن بارہ ہزار تسبیحیں پڑھتا ہے، ہر ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، قیامت کے دن اکیلا وہ ہی ایک صف بن کر آئیگا، لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے، طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اُسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنالے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لیلے اوس کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ

ع ۲ خدایا تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے، یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اسکے فرمانِ رسولؐ ہونے میں بھی کلام ہے، ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہو، اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا- واللہ اعلم، امام ابن جریرؒ نے یہ سب اقوال وارد کئے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا، میرے نزدیک تو ان تمام اقوال میں سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں واللہ اعلم، پھر فرمایا صرف وہی اوس دن بات کر سکیگا جسے وہ رحمان اجازت دے جیسے فرمایا يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی جس دن وہ وقت آئیگا کوئی نفس بغیر اوس کی اجازت کے کلام بھی نہیں کر سکیگا، صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اوس دن سوائے رسولوں کے کوئی اور بات نہ کر سکیگا، پھر فرمایا کہ اوس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو، سب سے زیادہ حق بات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنیوالا ہے، جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنے لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بنالے جس پر چل کر وہ اوس کے پاس سیدھا جا پہنچے، ہم نے تمہیں بالکل قریب آگئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے، آنیوالی چیز کو تو آگئی ہوئی سمجھنی چاہئے، اُس دن نئے پرانے چھوٹے بڑے اچھے بُرے کل اعمال انسان کے سامنے ہونگے جیسے فرمایا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا جو کیا اُسے سامنے پالینگے اور جگہ ہے يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ہر انسان کو اُسکی اگلے

دَآئِمًا یعنی جہنمی جبتک خدا چاہے جہنم میں رہیں گے، یہ دونوں آیتیں توحید والوں کے بارے میں ہیں، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ احقاب تک رہنا متعلق ہو آیت حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا کے ساتھ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بہتی پیپ کا مدتوں رہیگا، پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہوگا لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا خاتمہ ہی نہیں، حضرت حسن سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ احقاب سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لیکن حقب کہتے ہیں ستتر سال کو جس کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ احقاب کبھی ختم نہیں ہوتے ایک حقب ختم ہوا دوسرا شروع ہوگیا ان احقاب کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ہاں یہ ہم نے سنا ہے کہ ایک حقب اسی سال کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا، ان جہنمیوں کو نہ تو کلیجے کی ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ کوئی اچھا پانی پینے کا ملیگا، ہاں ٹھنڈک کے بدلے گرم کھولتا ہوا پانی ملیگا، اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی، حمیم اوس سخت گرم کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو، اور غَسَّاق کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لہو پیپ پسینہ آنسو اور زخموں سے بہے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو، اوس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہوگی جو بجائے خود عذاب ہے اور بیحد بدبودار ہے، سورۂ صٓ میں غَسَّاق کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے، اب یہاں دوبارہ اسکے بیان کی چنداں ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اپنے کل عذابوں سے بچائے، بعضوں نے کہا ہے، بَرْدٌ سے مراد نیند ہے عرب شاعروں کے شعروں میں بھی بَرْدٌ نیند کے معنیٰ میں پایا جاتا ہے، پھر فرمایا یہ اون کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے، ان کی بداعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں، ہمنے جو جو دلیلیں اپنے نبیؐ پہ نازل فرمائی تھیں یہ اون سب کو جھٹلاتے تھے، كِذَّابًا مصدر ہے اس وزن پہ اور مصدر بھی آتے ہیں، پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے، ان جہنمیوں سے کہا جائیگا کہ اب ان عذابوں کا مزہ اٹھاؤ، ایسے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں زیادتی کے ساتھ ہوتے رہیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جہنمیوں کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مایوس کن اور کوئی آیت نہیں ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے، حضرت ابو برزہ اسلمی سے سوال ہوا کہ جہنمیوں کے لئے سب سے زیادہ سخت آیت کونسی ہے تو فرمایا حضور علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا ان لوگوں کو خدا کی نافرمانیوں نے تباہ کردیا لیکن اس حدیث کے راوی جسر بن فرقد بالکل ضعیف ہیں ٭

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَّكَوَاعِبَ

یقیناً پرہیزگار لوگوں کے لئے کامیابی ہے، باغات ہیں اور انگور، اور نوجوان کنواری

اَتْرَابًا ۝ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا

ہم عمر عورتیں ہیں، اور جام شراب ہیں چھلکتے ہوئے، وہاں نہ تو بیہودہ باتیں سنیں گے

وَّلَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝

اور نہ جھٹلانا، بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے انعام بھرپور،

نیک لوگوں کے لئے خدا کے ہاں جو نعمتیں و رحمتیں ہیں اون کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد ور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے حَدَآئِقُ کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہونگی، جیسے کہ سورۂ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا بیان گذر چکا، ایک حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی خدا کی رضامندی کے ہونگے، بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتلاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر جو وہ فرمائینگے بادل ان پر برسائیں گے یہانتک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسینگی (ابن ابی حاتم) انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے پاک صاف بھرپور جام پہ جام ملیں گے جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بیہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں، جیسے اور جگہ ہے لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور گناہ کی باتیں، کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی، وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں، یہ جو کچھ بدلے ان پارسا بزرگوں کو ملے ہیں یہ اون کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اوس کے احسان و انعام کی بنا پر انہیں ملے ہیں، جو بیحد کافی وافی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں، عرب کہتے ہیں اَعْطَانِیْ فَاَحْسَبَنِیْ انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں حَسْبِیَ اللّٰہُ یعنی اللہ

ہے، اوس دن بہت سے دل ڈر رہے ہونگے، ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت وحقارت کے ساتھ پست ہونگی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور خدا کے عذابوں کا معائنہ کر چکے ہیں، مشرکین جو روزِ قیامت کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے، حَافِرَۃٌ کہتے ہیں قبروں کو بھی، یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم کے ریزے ریزے ہوجانے کے بعد ہڈیوں کے سڑ گل جانے اور کھوکھلی ہو جانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اور گھاٹے والی ہوگی، کفارِ قریش کا یہ مقولہ تھا، حَافِرَۃٌ کے معنی موت کے بعد زندگی کے بھی مروی ہیں، اور جہنم کا نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جحیم، سقر، جہنم، ہاویہ، حافرہ، لظی، حطمہ وغیرہ، اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری اور انہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرتِ کاملہ کے ماتحت ایک ادنیٰ سی بات ہے، ادھر ایک آواز دی اُدھر سب زندہ ہوکر ایک میدان میں جمع ہوگئے، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو حکم دیگا وہ صور پھونک دیں گے بس اون کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی اٹھیں گے اور خدا کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہوجائینگے، جیسے اور جگہ ہے يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ الخ جس دن وہ تمہیں پکاریگا اور تم اوس کی تعریفیں کرتے ہوئے اُسے جواب دوگے اور جان لوگے کہ بہت ہی کم ٹھہرے، اور جگہ فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ ہمارا حکم بس یکبارگی ہوجائیگا جیسے آنکھ کا جھپکنا، اور جگہ ہے وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ امرِ قیامت مثل آنکھ جھپکنے کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب، یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے، اوس دن پروردگار سخت غضبناک ہوگا، یہ آواز بھی غضب کے ساتھ ہوگی، یہ آخری نفخہ ہے جس کے پھونکے جانے کے بعد ہی تمام لوگ زمین کے اوپر آجائیں گے، حالانکہ اس سے پہلے نیچے تھے، سَاهِرَةٌ روئے زمین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں، ثوریؒ کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے، عثمان بن ابوالعالیہ کا قول ہے مراد بیت المقدس کی زمین ہے، وہب بن منبہ کہتے ہیں بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے، قتادہؒ کہتے ہیں جہنم کو بھی ساہرہ کہتے ہیں

لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں، ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی روئے زمین، سب لوگ زمین پر جمع ہوجائیں گے، جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے، اور جگہ ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ الخ یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائینگے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے روبرو ہوجائیگی، اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کی پوچھتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور زمین بالکل میدان ہموار بن جائیگی جس میں کوئی موڑ توڑ ہوگا نہ اونچی نیچی جگہ۔ اور جگہ ہے ہم پہاڑوں کو چلتا کریں گے اور زمین صاف ظاہر ہوجائیگی، غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی نہ قتل وگناہ ✦

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

کیا حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی تجھے پہنچا ہے؟ جبکہ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طُوی

طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى

میں پکارا، کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اُسنے سرکشی اختیار کرلی ہے، اس سے کہو کہ کیا تو درستگی

اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ

چاہتا ہے؟ اور میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تاکہ تو ڈرنے لگے، پس اُسے بڑی نشانی

الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ

دکھائی، پھر بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا، اور الگ ہٹ کر کوششیں کرنے لگا، پھر سب کو جمع کرکے

فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

باوازِ بلند کہنے لگا، تم سب کا رب میں ہی ہوں سب سے بلند و بالا، خدا نے بھی اُسے آخرت کے اور دنیا کے

ع۲ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

عذاب میں گرفتار کرلیا، بیشک اس میں اُس شخص کے لئے عبرت ہے جو ڈرے

اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتا ہے، کہ اُس نے اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے اون کی تائید کی لیکن باوجود اسکے فرعون اپنی سرکشی اور اپنے کفر سے باز نہ آیا بالآخر خدا کا عذاب اترا اور برباد ہوگیا، اسی طرح اے پیغمبر آخر الزماںؐ آپکے مخالفین کا بھی حشر ہوگا، اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈر والوں کے لئے اس میں عبرت ہے پس فرمایا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو اوس کے رب نے

پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائیگا، اوس دن کافر آرزو کریگا کہ کاش وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا وجود میں ہی نہ آتا، اللہ کے عذابوں کو آنکھ سے دیکھ لیگا اپنی بدکاریاں سامنے ہونگی جو پاک فرشتوں کے منصف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں، پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا، دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور اون کے قصاص دلوائے جائیں گے یہانتک کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اوس سے بھی بدلہ دلوایا جائیگا پھر ان سے کہا جائیگا کہ مٹی ہو جاؤ چنانچہ مٹی ہو جائیں گے، اوس وقت یہ کافر انسان بھی کہیگا کہ ہائے ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا، صور کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، سورہ نبأ کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ ۝

تفسیر سورۂ نازعات مکیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا

سختی سے کھینچنے والوں کی قسم، کھول کر بند چھڑا دینے والوں کی قسم، تیرنے پھرنے والوں کی قسم،

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ یَوْمَ تَرْجُفُ

پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم، پھر کام کی تدبیر کرنیوالوں کی قسم، جس دن کانپنے والی

الرَّاجِفَۃُ ۝ تَتْبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ۝ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ

کانپے گی، اوس کے پیچھے ہوگی پیچھے آنیوالی، بہت سے دل اوس دن

وَّاجِفَۃٌ ۝ اَبْصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۝ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ

دھڑکتے ہونگے، جن کی نگاہیں نیچی ہونگی، کہتے ہیں کہ کیا ہم اگلی سی حالت کیطرف

فِی الْحَافِرَۃِ ۝ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ۝ قَالُوْا تِلْکَ

پھر لوٹائے جائیں گے؟ کیا جس وقت ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟ کہتے ہیں پھر تو یہ لوٹنا

اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۝ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۝ فَاِذَا ہُمْ بِالسَّاہِرَۃِ ۝

نقصان دہ ہے، وہ تو صرف ایک خوفناک آواز ہے، کہ ایکدم وہ میدان میں جمع ہو جائینگے

اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی روحوں کو سختی سے گھسیٹتے ہیں اور بعض روحوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں جیسے کسی کے بند کھولدیئے جائیں، کفار کی روحیں کھینچی جاتی ہیں پھر بند کھولدیئے جاتے ہیں اور جہنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں، یہ ذکر موت کے وقت کا ہے بعض کہتے ہیں وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے مراد موت ہے، بعض کہتے ہیں، دونوں پہلی آیتوں سے مطلب ستارے ہیں، بعض کہتے ہیں مراد سخت لڑائی کرنیوالے ہیں، لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے، یعنی روح نکالنے والے فرشتے، اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے موت اور ستارے حضرت عطارح فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں، اسی طرح سابقات کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں، معنی یہ ہیں کہ ایمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے، عطارح فرماتے ہیں مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں، پھر حکم خدا کی تعمیل تدبیر سے کرنیوالے، اس سے مراد بھی فرشتے ہیں، جیسے حضرت علی رضہ وغیرہ کا قول ہے آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں، امام ابن جریرؒ نے ان اقوال میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، کانپنے والی کے کانپنے اور اوس کے پیچھے آنیوالی کے پیچھے آنے سے مراد دونوں نفخے ہیں، پہلے نفخہ کا بیان اس آیت میں بھی ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے، دوسرے نفخہ کا بیان اس آیت میں ہے وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے، پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کردیئے جائیں گے، مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کانپنے والی آئیگی اوس کے پیچھے ہی پیچھے آنیوالی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ کی کل آفتوں کو لئے ہوئے آئیگی، ایک شخص نے کہا حضورؐ اگر میں اپنے وظیفہ کا کل وقت آپ پر درود پڑھنے میں گذاروں تو؟ آپنے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم و رنج سے بچا لیگا ترمذی میں ہے کہ دو تہائی رات گذرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرماتے لوگو اللہ کو یاد کرو کپکپانیوالی آرہی ہے پھر اوس کے پیچھے ہی اور آرہی ہے، موت اپنے ساتھ کی تمام آفات کو لئے ہوئے چلی آرہی

حکمتوں والا صحیح علم والا ہے اور ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے،
مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ
نے زمین کو پیدا کیا وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر
گاڑ دیا جس سے وہ ٹھیر گئی فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے
لگے خدایا تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور
ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا، پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟
فرمایا آگ، پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہاں پانی، پوچھا
اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا۔ پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق
میں اس سے بھاری کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم ہے کہ اپنے
دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اوس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی،
ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب زمین کو
اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو کانپنے لگی اور کہنے لگی مجھ پر تو آدم کو اور اون کی
اولاد کو پیدا کرنیوالا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر
تیری نافرمانیاں کرینگے، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو گاڑ کر زمین کو ٹھیرا دیا
بہت سے پہاڑ تم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں زمین کا
پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح
کرتے ہی اس کا گوشت تھرکتا رہتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھیر جاتا ہے پھر
فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ کے لئے
ہے، یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کا جاری کرنا زمین کے پوشیدہ خزانوں
کو ظاہر کرنا کھیتیاں اور درخت اُگانا پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا
پورا فائدہ تم اٹھا سکو، یہ سب باتیں انسانوں کے فائدے کے لئے ہیں اور
ان کے جانوروں کے فائدے کے لئے پھر وہ جانور بھی انہی کے فائدے
کیلئے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی
عمر اس دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں +

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ۝

پس جبکہ وہ بہت بڑے ہنگامے کا دن آجائے، جس دن انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا،

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ۝ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝

اور ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کیجائیگی، تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی، اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی،

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ

اوس کا ٹھکانا جہنم ہے، ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور

نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا، اوس کا بھی ٹھکانا جنت ہے،

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝ فِيمَ أَنتَ مِن

لوگ تجھ سے قیامت کے قائم ہونیکا وقت دریافت کرتے ہیں، تجھے اس کے بیان کرنے سے

ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن

کیا تعلق؟ اوس کے علم کی انتہا تو خدا کی جانب ہے، تو تو صرف اوس سے ڈرتے رہنے والوں کو

يَخْشَاهَا ۝ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝ ع ۲

آگاہ کرنیوالا ہے، جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی یہ رہے ہیں،

طَامَّةُ الْكُبْرٰى سے مراد قیامت کا دن ہے اسلئے کہ وہ ہولناک اور بڑے
ہنگامے والا دن ہوگا، جیسے اور جگہ ہے وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝ یعنی
قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے، اوس دن ابن آدم اپنے بھلے بُرے
اعمال کو یاد کریگا اور کافی نصیحت حاصل کریگا جیسے اور جگہ ہے يَوْمَئِذٍ
يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝ یعنی اوس دن آدمی نصیحت
حاصل کریگا لیکن آج کی نصیحت اُسے کچھ فائدہ نہ دیگی، لوگوں کے سامنے
جہنم لائی جائیگی اور وہ اپنی آنکھوں سے اوسے دیکھ لیں گے اوس دن سرکشی
کرنیوالے اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اون کی
خوراک زقوم ہوگا اور اون کا پانی حمیم ہوگا، ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے
سے ڈرتے رہنے والوں اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے
والوں خوف خدا دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا
ٹھکانا جنت ہے اور وہاں کی کل نعمتوں کے حصہ دار صرف یہی ہیں، پھر فرمایا
کہ قیامت کے بارے میں تم سے سوال ہو رہے ہیں تم کہدو کہ نہ مجھے اوسکا علم
ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو صرف خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئیگی،
اوس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں وہ زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ
اچانک آجائیگی، لوگ تجھ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تو اسے جانتا ہے
حالانکہ دراصل اُس کا علم سوائے خدائے تبارک و تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں،
حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ کے پاس آئے
اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے دئے پھر یہی قیامت کے دن کی تعیین

آواز دی جبکہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جس کا نام طوٰی ہے، اس کا تفصیلی بیان سورۂ طٰہٰ میں گذر چکا ہے، آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اوسکے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری بات مان کر اوس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے، میری سُن میری مان سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لیگا، میں تجھے خدا کی عبادت کے وہ طریقے تبلاؤنگا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے اوس میں خشوع و خضوع پیدا ہو اور دل کی سختی اور بدبختی دور ہو، حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے خدائی فرمان پہنچایا حجت ختم کی دلائل بیان کئے یہانتک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰؑ کی باتوں کی نافرمانی پر جما رہا چونکہ دل میں کفر جاگزیں ہو چکا تھا اوس سے طبیعت نہ ہٹی اور باوجود حق واضح ہو جانے کے ایمان و تسلیم نصیب نہ ہوئی، یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ برحق نبی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے، دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور خدا رسول کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے جھک جائے ؛ پھر اوس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادوگروں کو جمع کر کے اون کے ہاتھوں حضرت موسیٰؑ کو نیچا دکھانا چاہا، اپنی قوم کو جمع کیا اور اوس میں منادی کی کہ تم سب کا بلند و بالا رب میں ہی ہوں، اس کے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ یعنی میں نہیں جانتا کہ تمہارا معبود میرے سوا کوئی اور بھی ہو، اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہدیا کہ میں ہی رب ہوں بلندیوں والا اور سب پر غالب میں ہی ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بھی اوس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ سبب عبرت بنجائے دنیا میں بھی اور آخرت کے بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں، جیسے فرمایا وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانیوالے پیش رو بنایا قیامت کے دن یہ مدد نہ کئے جائینگے، پس صحیح تر معنیٰ آیت کے یہی ہیں کہ آخرت

اور اُولیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے، بعضوں نے کہا ہے اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے یہ کہنا کہ میری علم میں میرے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں، پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں، بعض کہتے ہیں مراد کفر و نافرمانی ہے، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اوس میں کوئی شک نہیں، اس میں اُن لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آجائیں +

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا ؟ اللہ نے اسے بنایا، اسکی بلندی اونچی کی پھر اُسے ٹھیک

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝

ٹھاک کر دیا، اوس کی رات کو تاریک اور اوس کے دن کو روشن بنایا، اور اوس کے بعد زمین کو ہموار بچھا دیا

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

اور اُس میں سے پانی اور چارہ پیدا کیا، اور پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا، تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کیلئے

۹ جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر تھے انہیں پروردگار دلیلیں دیتا ہے کہ تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسمانوں کی ہے، جیسے اور جگہ ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ بھاری ہے، اور جگہ ہے اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ؟ ضرور وہ قادر ہے اور وہی بڑا پیدا کرنیوالا اور خوب جاننے والا ہے، آسمان کو اوس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے تارے اس میں جڑ دئیے، رات سیاہ اور اندھیرے والی بنائی اور دن کو روشن اور نور والا بنایا، اور زمین کو اس کے بعد بچھا دیا یعنی پانی اور چارہ نکالا، سورۂ حٰمٓ سجدہ میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے ہے ہاں اوس کی برکات کا اظہار آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوا جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے، ابن عباسؓ اور بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے، امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں، اس کا تفصیلی بیان گذر چکا ہے، او پہاڑوں کو اوس نے خوب مضبوط گاڑ دیا ہے وہ

عباس بن عبدالمطلب تھے آپ کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کرلیں اُدھر یہ آگئے اور کہنے لگے حضورؐ قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنائیے اور خدا کی باتیں سکھلائیے آپ کو اسوقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور اودھر ہی متوجہ رہے ، جب اون سے باتیں پوری کرکے آپ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھاگیا اور سر جھکا ہوگیا اور یہ آیتیں اُتریں، پھر تو آپ اون کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگاکر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے کچھ حاجت ہے کچھ کہتے ہو کچھ مانگتے ہو ؟ (ابن جریر وغیرہ) اس روایت میں غرابت ہے نکارت ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ بلالؓ رات رہتے ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتومؓ کی اذان سنو یہ وہ نابینا ہیں جن کے بارے میں عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۙ اُتری تھی، یہ بھی مؤذن تھے بینائی میں نقصان تھا جب لوگ صبح صادق دیکھ لیتے اور اطلاع کرتے کہ صبح ہوئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے (ابن ابی حاتم) ابن اُمّ مکتومؓ کا مشہور نام تو عبداللہؓ ہے بعضوں نے کہا ہے انکا نام عمرو ہے ۔ واللہ اعلم ، اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۙ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے ، سدیؒ کہتے ہیں مراد اس سے قرآن ہے ، جو شخص چاہے اسے یاد کرلے یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اوس کے فرمان کو مقدم رکھے ، یا یہ مطلب ہے کہ وحی خدا کو یاد کرلے ، یہ سورت اور یہ وعظ ونصیحت بلکہ سارا کا سارا قرآن موقر معزز اور معتبر صحیفوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں، جو میل کچیل سے اور کمی زیادتی سے محفوظ اور پاک صاف ہیں ، جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں، اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اصحاب رسولؐ کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہیں ، حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد قاری ہیں ، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے معنیٰ ہیں قاری ، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالےٰ میں اور مخلوق میں سفیر ہیں ، سفیر اُسے کہتے ہیں جو صلح اور بھلائی کیلئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے ، عرب شاعر کے شعر میں بھی یہ معنیٰ پائے جاتے ہیں ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں جو فرشتے خدا کی جانب سے وحی وغیرہ لیکر آتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانیوالے سفیر ہوتے ہیں ، وہ ظاہر باطن میں پاک ہیں ، وجیہ خوش رو شریف اور بزرگ ظاہر میں اخلاق وافعال کے پاکیزہ باطن میں ، یہاں سے یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اعمال و اخلاق اچھے رکھنے چاہئیں ، مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو قرآن کو پڑھے اور اس کی مہارت حاصل کرے وہ بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اُسے دوہرا اجر ملیگا ۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۙ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۙ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ

خدا کی مار انسان بھی کیسا ناشکرا ہے ، اسے خدا نے کس چیز سے پیدا کیا ، ایک نطفہ سے پیدا کیا ، پھر اسکی

فَقَدَّرَهٗ ۙ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ ثُمَّ اِذَا شَآءَ

تقدیر مقرر کی ، پھر اسے راستہ آسان کردیا ، پھر اسے مارڈالا اور قبر کی جگہ دی ، پھر جب چاہیگا اسے

اَنْشَرَهٗ ۭ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

زندہ کردیگا ، ہرگز نہیں ، اسنے ابتک خدا کے حکم کی بجا آوری نہیں کی ، انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف

اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا

دیکھے ، کہ ہم نے بارش برسائی ، پھر زمین کو شق

الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا

کیا ، پھر اس میں اناج اُگائے ، اور انگور اور ترکاری ، اور زیتون

وَّنَخْلًا ۙ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ

اور کھجور ، اور گنجان باغات ، اور میوہ اور چارہ ، فائدہ تمہارے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے

جو لوگ مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے انکاری تھے اون کی یہاں مذمت بیان ہورہی ہے ، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنے انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گذار ہے ، اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ عموماً کل انسان جھٹلانیوالے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے خدائی باتوں کی تکذیب کردیتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے ؟ اس کے بعد اس کی

کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو نہ وہ اُسے جانے نہ خود پوچھنے والے کو اوس کا علم، پھر فرمایا کہ اے نبی تم تو صرف لوگوں کے ڈرانیوالے ہو، اور اس سے نفع انہیں کو پہنچیگا جو اوس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں وہ تیاری کرلیں گے اور اُس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے، باقی لوگ جو ہیں وہ آپ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کرینگے بلکہ مخالفت کریں گے اور اُس دن بدترین نقصان اور مہلک عذابوں میں گرفتار ہونگے، لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اُٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہونگے اوس وقت اپنی دنیا کی زندگی انہیں بہت ہی کم نظر آئیگی اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا کچھ حصہ دنیا میں گذارا ہے، ظہر سے لیکر آفتاب کے غروب ہونے کے وقت کو عشیہ کہتے ہیں، اور سورج نکلنے سے لیکر آدھے دن تک کے وقت کو ضحی کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگی +

تفسیر سورۂ عبس مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا رحمن و رحیم ہے،

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ

ترش رو ہو کر منہ موڑ لیا، اس سے کہ اسکے پاس ایک نابینا آیا، تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا،

يَزَّكّٰى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝

یا نصیحت سنتا اور اُسے نصیحت فائدہ پہنچاتی، جو بے پروائی کرتا ہے اُسکی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝

حالانکہ اوس کے نہ سنورنے سے تیرا کوئی نقصان نہیں، اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے، اور وہ ڈر بھی رہا ہے

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ

تو اُس سے بے رُخی برتتا ہے، یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت کی چیز ہے، جو چاہے اسے یاد کرے، یہ تو پُر عظمت

صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

صحیفوں میں ہے، جو بلند و بالا اور پاک صاف ہیں، جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو بزرگ اور پاکیزہ ہیں،

بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ اون کی طرف متوجہ تھے دل میں خیال تھا کہ کیا عجب خدا انہیں اسلام نصیب کردے ناگہاں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپکے پاس آئے، پرانے مسلمان تھے عموماً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے، آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ بڑھ کر حضورؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا، آپ چونکہ اوس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گذرا اور پیشانی پر بل پڑ گئے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے آئے اور آپ اُس سے منہ پھیر لیں اور اون کی طرف متوجہ رہیں جو سرکش ہیں اور مغرور و متکبر ہیں، بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جاتے اور خدا کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جاتے اور احکام کی تعمیل میں تیار ہو جاتے، یہ کیا کہ آپ اون بے پرواہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرمائیں؟ آپ پر کوئی اون کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑی ہے، وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر اون کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں، مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف و ضعیف فقیر و غنی آزاد و غلام مرد و عورت چھوٹے بڑے سب برابر ہیں، آپ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں ہدایت خدا کے ہاتھ ہے، وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اُس کی حکمت وہی جانتا ہے جسے اپنی راہ لگالے اوسے بھی وہی خوب جانتا ہے، حضرت ابن ام مکتومؓ کے آنے کے وقت حضورؐ کا مخاطب اُبی بن خلف تھا اس کے بعد حضورؐ ابن ام مکتوم کی بڑی تکریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے، مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم کو قادسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے، زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لئے ہوئے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرتؐ مجھے بھلائی کی باتیں سکھائیے اوس وقت رؤساء قریش آپ کی مجلس میں تھے آپنے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہو میری بات ٹھیک ہے؟ وہ کہتے جاتے تھے ہاں حضرت درست ہے ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ ابو جہل بن ہشام

میوے پیدا کئے، اور اَبّ کہتے ہیں زمین کی اوس سبزی کو جسے جانور کھاتے
ہیں اور انسان اُسے نہیں کھاتے، جیسے گھانس پات وغیرہ، اَبّ جانور
کے لئے ایسا ہی ہے جیسا انسان کے لئے فَاكِهَةً یعنی میوہ، حضرت عطاؒ
کا قول ہے کہ زمین پر جو کچھ اُگتا ہے اوسے اَبّ کہتے ہیں، ضحاکؒ فرماتے
ہیں سوائے میووں کے باقی سب اَبّ ہے، ابوالسائبؒ فرماتے ہیں اَبّ آدمی
کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانور کے کھانے میں بھی، حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کونسا
آسمان مجھے اپنے تلے سایہ دیگا اور کونسی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھائیگی
اگر میں کتاب اللہ میں وہ کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو، لیکن یہ اثر منقطع ہے
ابراہیم تیمیؒ نے حضرتِ صدیقؓ کو نہیں پایا، ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر
میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپنے ممبر پر
سورۂ عَبَسَ پڑھی اور یہانتک پہنچ کر کہا کہ فَاكِهَةً کو تو ہم جانتے ہیں لیکن
یہ اَبّ کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمایا عمر اس تکلیف کو چھوڑ، اس سے
مراد یہ ہے کہ اوس کی شکل و صورت اور اوس کی تعیین معلوم نہیں ورنہ
اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ
زمین سے اُگنے والی ایک چیز ہے، کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے فَأَنْبَتْنَا
فِيهَا، پھر فرماتا ہے یہ تمہاری زندگی کے قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ
پہنچانے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے ہے کہ قیامت تک
یہ سلسلہ جاری رہیگا اور تم اس سے فیضیاب ہوتے رہوگے +

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝

پس جبکہ کان بہرے کردینے والی قیامت آجائے، اوس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ،

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ

اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگیگا، اون میں سے ہر ایک کو اوس دن ایک ایسا مشغلہ ہوگا جو اوسے

يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ

کافی ہوگا، اوس دن بہت سے چہرے روشن ہونگے، جو ہنستے ہوئے اور شاداں و بشاش ہونگے، اور بہت سے

يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

چہرے اوس دن غبار آلود ہونگے، جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی، یہی ہیں کافر بدکردار +

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صَاخَّة قیامت کا نام ہے اور اس نام
کی وجہ یہ ہے کہ اوس کے نفخہ کی آواز اور اوس کا شور و غل کانوں کے پردے
پھاڑ دیگا، اوس دن انسان اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن
بھاگتا پھریگا کوئی کسی کے کام نہ آئیگا، میاں بیوی کو دیکھ کر کہیگا کہ تبلا تیرے
ساتھ میں نے دنیا میں کیسا اچھا سلوک کیا وہ کہیگی کہ بیشک آپنے میرے ساتھ
بہت ہی خوش سلوکی کی بہت پیار محبت سے رکھا یہ کہیگا کہ آج مجھے ضرورت
ہے صرف ایک نیکی دیدو تاکہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں، تو وہ جواب دیگی
کہ آپکا سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش
ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دیسکتی، بیٹا باپ سے
یہی کہیگا اور یہی جواب پائیگا، صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے
حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت کی طلب کرینگے
اور اون میں سے ہر ایک یہی کہیگا کہ نَفْسِي نَفْسِي یہانتک کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ
علیہ صلوٰت اللہ بھی یہی فرمائینگے کہ آج میں خدا سے سوائے اپنی جان کے
اور کسی کے لئے بھی کچھ نہ کہونگا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام
کے لئے بھی کچھ نہ کہونگا جن کے بطن سے میں پیدا ہوا ہوں، الغرض دوست
دوست سے رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھریگا، ہر ایک آپا دھاپی میں
لگا ہوگا کسی کو دوسرے کا ہوش بھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے ختنہ خدا کے ہاں جمع کئے جاؤگے
آپکی بیوی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ پھر تو ایک دوسروں کی
شرمگاہوں پر نظریں پڑینگی فرمایا اوس روز کی گھبراہٹ وہاں کا حیرت انگیز
ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کئے ہوئے ہوگا بھلا کسی کو دوسری کی طرف
دیکھنے کا موقعہ اوس دن کہاں؟ (ابن ابی حاتم) بعض روایات میں ہے کہ
آپنے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی لِكُلِّ امْرِئٍ الخ، دوسری روایت
میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
تھیں، اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورؐ
سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بات
پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے آپنے فرمایا اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتلاؤں گا پوچھا
ع ۱ ۵ حضورؐ لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا، آپنے فرمایا ننگے پیروں اور ننگے بدن،
تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہونگی؟ فرمایا ہاں،
یہ سُن کر مائی صاحبہؓ افسوس کرنے لگیں آپنے فرمایا عائشہؓ اس آیت کو
سُن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج و غم نہ رہیگا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں؟

اصلیت جتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے خدا نے اسے بنایا ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اوس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقدر کی یعنی عمر روزی عمل اور نیک و بد ہونا پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا، اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا، جیسے اور جگہ ہے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گذار بنے یا ناشکرا، حسنؒ اور ابن زیدؒ اسی کو راجح بتلاتے ہیں واللہ اعلم، اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لیگیا، عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں قَبَرْتُ الرَّجُلَ اور کہتے ہیں اَقْبَرَهُ اللّٰهُ اسی طرح سے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب خدا نے اسے قبر والا بنا دیا پھر جب خدا چاہیگا اُسے دوبارہ زندہ کر دیگا، اسی زندگی کو بعث بھی کہتے ہیں اور نشور بھی، جیسے اور جگہ ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ اوس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے، اور جگہ ہے كَيْفَ نُنْشِزُهَا ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھا بٹھاتے ہیں پھر کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے تمام اعضاء وغیرہ کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کو، لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہوگی، یہ حدیث بغیر سوال جواب کی زیادتی کے بخاری مسلم میں بھی ہے، کہ ابن آدم سڑ گل جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کہ اوسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اوسی سے پھر ترکیب دیا جائیگا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکرا اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اوس نے اپنی جان و مال میں خدا کا جو حق تھا وہ ادا کر دیا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ابھی تو اوس نے فرائض خدا سے بھی سبکدوشی حاصل نہیں کی، حضرت مجاہدؒ کا فرمان ہے کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں ہو سکتی حسن بصریؒ سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں، متقدمین سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا، ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کریگا، ابتک اوس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا یعنی ابھی بھی وہ ایسا نہیں کریگا یہاں تک کہ مدت مقررہ ختم ہو اور بنی آدم کی تقدیر پوری ہو، ان کی قسمت میں اس دنیا میں آنا اور یہاں بھلا برا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب خدا کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے اُسوقت وہ خلاقِ کل دوبارہ زندہ کر دیگا اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری دفعہ پیدا کر دیگا، ابن ابی حاتم میں حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اوس نے مجھ سے کہا کہ قبریں زمین کا پیٹ ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جبکہ کل مخلوق پیدا ہو چکیگی پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اور قبریں سب بھر جائینگی اوس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائےگا اور جو بھی زمین پر ہونگے سب مر جائیں گے اور زمین میں جو کچھ ہے اُسے زمین اگل دیگی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دئے جائینگے، یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا، اس میں بھی دلیل ہے موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تر و تازہ درخت اُگائے اور اون سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے لئے کھانا مہیا کیا اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی اور چونا ہو گئی ہوئی ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دینگے اور اُنہیں گوشت پوست پہنا کر دوبارہ تمہیں زندہ کر دینگے تم دیکھ لو کہ ہم نے آسمان سے برابر پانی برسایا پھر اُسے ہم نے زمین میں پہنچا کر ٹھیرا دیا وہ بیج میں پہونچا اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اُگے درخت پھوٹا اونچا ہوا اور کھیتیاں لہلہانے لگیں کہیں اناج پیدا ہوا کہیں انگور اور کہیں ترکاریاں، حَبّ تو کہتے ہیں ہر دانے کو عِنَبٌ کہتے ہیں انگور کو اور قَضْبٌ کہتے ہیں اوس سبز چارے کو جسے جانور کھاتے ہیں، اور زَيْتُوْنٌ پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے جلایا جاتا ہے، تیل نکالا جاتا ہے، اور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو گدرائی ہوئی بھی کھائی جاتی ہیں، تر بھی کھائی جاتی ہیں اور خشک بھی کھائی جاتی ہیں اور پکی بھی اور اوس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی، اور باغات پیدا کئے، غُلْبًا کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے پُر میوہ درخت بھی ہیں، حَدَائِقُ کہتے ہیں ہر اوس باغ کو جو گھنا اور خوب بھرا ہوا اور گھرے سایے والا اور بڑے درختوں والا ہو، موٹی گردن والے آدمی کو بھی عرب اَغْلَب کہتے ہیں، اور

سب جہنم میں گرا دئے جائیں گے صرف حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ بچ رہیں گے اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں داخل کر دئے جاتے (ابن ابی حاتم) اور پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے، زمین صاف چٹیل اور ہموار میدان رہ جائیگی اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائینگی نہ اون کی کوئی نگرانی کریگا نہ چرائے چگائے گا، نہ دودھ نکالیگا نہ سواری لیگا، عِشَار جمع ہے عشراء کی جو گیابھن اونٹنی دسویں مہینہ میں لگ جائے اُسے عشراء کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی بھی پرواہ نہ رہیگی، قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا کلیجے اونچے کر دئے ہونگے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا ہاں اون کے دیکھتے یہ ہوگا، اس قول کے قائل عِشَار کے کئی معنی بیان کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی بربادی کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان پھرتے پھرینگے، بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ زمین ہے جسکا عشر دیا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں اس سے مراد گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب ویران ہیں، امام قرطبیؒ ان اقوال کو بیان کرکے ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ مراد اس سے اونٹنیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ سلف سے اور ائمہ سے اس کے سوا کچھ وارد ہی نہیں ہوا واللہ اعلم، اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے، جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ الخ یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے، سب جانداروں کا حشر اوسی کے پاس ہوگا یہانتک کہ مکھیاں بھی، ان سب میں خدائے تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلے کریگا، ان جانوروں کا حشر ان کی موت ہی ہے، البتہ جن وانس خدا کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب کتاب ہوگا، ربیع بن خثیمؒ نے کہا کہ مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر امر خدا آنا ہے لیکن ابن عباسؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے، یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے، خود قرآن میں اور جگہ ہے وَالطَّيْرَ

مَحْشُوْرَةً پرند جمع کئے ہوئے ہیں ٹھیک مطلب اس آیت کا بھی یہی ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائینگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اوس نے کہا سمندر میں۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۔ اور فرماتا ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہوائیں بھیجیگا وہ اسے بھڑکا دینگی اور شعلے مارتی ہوئی آگ بن جائیگا آیت وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گذرچکا ہے، حضرت معاویہ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ بحر روم برکت ہے، یہ بیچ زمین کے ہے، سب نہریں اس میں آتی ہیں اور بحر کبیر بھی اس میں پڑتا ہے، اسکے نیچے کنوئیں ہیں جن کے منہ تانبے سے بند کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سلگ اٹھیں گے، یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے، ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی اسلئے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے الخ اس کا بیان بھی سورۂ فاطر کی تفسیر میں گذرچکا ہے، سُجِّرَتْ کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ سوکھا دیا جائیگا، ایک قطرہ بھی باقی نہ رہیگا، یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہا دیا جائیگا اور ادہر اودھر بہہ نکلے گا، پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یکجا جمع کر دئے جائیں گے، جیسے اور جگہ ہے اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی اون جیسوں کو جمع کرو، حدیث میں ہے ہر شخص کا اوس قوم کے ساتھ حشر کیا جائیگا جو اوس جیسے اعمال کرتی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ الخ تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤگے، کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ہونگے کچھ بائیں ہاتھ والے کچھ سبقت کرنیوالے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہر جماعت اپنے جیسوں سے مل جائیگی دوسری روایت میں ہے کہ وہ دو شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ جلیں گے، حضرت عمرؓ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا نیک نیکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں، حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ

پوچھا حضورؐ وہ آیت کونسی ہے فرمایا یَکْفِیْ امْرِیٔ یَّغْنِیْہِ ایک روایت میں ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ جمع کئے جائینگے پسینے میں غرق ہونگے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا اور کسی کے کانوں تک تو آپنے یہ آیت پڑھ سنائی، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے دو گروہ ہونگے بعض تو وہ ہونگے جنکے چہرے خوشی سے چمک رہے ہونگے دل خوشی سے مطمئن ہونگے منہ خوبصورت اور نورانی ہونگے یہ تو جنتی جماعت ہے، دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہونگے گرد آلود ہونگے، حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا، پھر گرد و غبار پڑا ہوا ہوگا، یہ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال بدکاری تھی جیسے اور جگہ ہے وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا یعنی ان کفار کی اولاد بھی بدکار کافر ہی ہوگی، سورۂ عَبَسَ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ۔

تفسیر سورۂ تکویر مکیہ

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھ لے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝

جب سورج لپیٹ لیا جاوے، اور جب ستارے بے نور ہو جائیں، اور جب پہاڑ چلائے جائیں، اور جب گیابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں، اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں اور جب دریا بھڑکائے جائیں، اور جب ہر ہر قسم کے لوگ ملا دئے جائیں، اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے۔ کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی، اور جب نامۂ اعمال کھول دئے جائیں، اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے اور جب جہنم بھڑکائی جائے، اور جب جنت نزدیک کر دی جائے، اُس دن ہر شخص جان لیگا جو کچھ لیکر آیا،

یعنی سورج بے نور ہو جائیگا جاتا رہیگا، اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینکدیا جائیگا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سورج کو چاند کو اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائیگا اور پھر پچھوا ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائیگی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اوس کی تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائیگا (ابن ابی حاتم) اور ایک حدیث میں سورج کے ساتھ چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے، صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کے ہیر پھیر سے مروی ہے، اس میں ہے کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے، امام بخاریؒ اسے کتاب بدؤ الخلق میں لائے ہیں لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لاتے جیسے کہ امام صاحبؒ کی عادت ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا، تو حضرت حسنؒ کہنے لگے ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے حدیث کہی اور تم اوس پر باتیں بناتے ہو، سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی، ستارے سارے کے سارے متغیر ہو کر جھڑ جائینگے جیسے اور جگہ ہے وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ یہ بھی گدلے اور بے نور ہو کر بجھ جائینگے، حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہونگی لوگ اپنے بازاروں میں ہونگے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہیگی اور پھر ناگہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے، پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگیگی اور بے طرح ہلنے لگے گی بس پھر کیا انسان کیا جنات کیا جانور اور کیا جنگلی جانور سب آپسمیں خلط ملط ہو جائیں گے، جانور بھی جو انسانوں سے بھاگتے پھرتے تھے انسانوں کے پاس آجائینگے لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹنیاں جو بیاہنے والی ہونگی اون کی بھی خیر خبر نہ لیں گے جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں کیا ہو رہا ہے لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندر میں بھی آگ لگ رہی ہے، اسی حال میں ایکدم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے، ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا، ادھر سے ایک تند ہوا چلیگی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سارے ستارے اور جن جن کی خدا کے سوا عبادت کی گئی ہے

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ الخ جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال پالیگا نیک ہیں تو سامنے دیکھ لیگا اور بد ہیں تو اوس دن وہ آرزو کریگا کہ کاش کہ اوس کے اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔ اور جگہ ہے يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ اوس دن انسان کو اوس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جاویگی، حضرت عمرؓ اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا اگلی تمام باتیں اسی لئے بیان ہوئی تھیں ٭

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝
میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی اور رات کی جب جانے لگے

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ
اور صبح کی جب چمکنے لگے یقیناً یہ ایک بزرگ پیغامبر کا کلام ہے، جو قوت والا ہے

عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ
عرش والے خدا کے نزدیک ذی عزت ہے ۔ ۔ ۔ آسمانوں میں اطاعت کیجاتی ہے، تمہارا رفیق

بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى
دیوانہ نہیں، اس نے اوس فرشتے کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے اور یہ پوشیدہ باتوں کے

الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ
بتلانے پر بخیل بھی نہیں اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے پھر تم کہاں

تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ
جا رہے ہو؟ یہ تو تمام دنیا جہان والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے۔ بالخصوص اس کے لئے جو

أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝
تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے اور تم بغیر خدائے پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ٭

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا (مسلم) یہ قسمیں ستاروں کی کھائی ہیں جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی فرماتے ہیں اور بھی صحابہ تابعین وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے بعض ائمہ نے فرمایا ہے طلوع کے وقت ستاروں کو خنس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے اور چھپ جانے کے وقت انہیں کنس کہا جاتا ہے، بعضوں نے کہا ہے مراد اس سے جنگلی گائے ہے، یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے، ابراہیم نے حضرت مجاہد سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ سنا نہیں البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں۔ اونہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے جبکہ وہ اپنی جگہ چھپ جائے، حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں، جیسے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ کا اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بنایا، امام ابن جریر نے اس میں سے کسی کی تعیین نہیں کی اور فرمایا ہے ممکن ہے تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی تارے، نیل گائے اور ہرن، عسعس کے معنی ہیں اندھیری والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی، اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت علیؓ ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی، امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے۔ شاعروں نے عسعس کو آنے کے معنی میں باندھا ہے میرے نزدیک ٹھیک معنی یہ ہیں کہ قسم ہے رات کی جب آئے اور اندھیرا پھیلا دے قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیلائے، جیسے اور جگہ ہے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ اور جگہ ہے وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ اور جگہ ہے فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا اور بھی اس قسم کی آیتیں بہت سی ہیں مطلب سب کا یکساں ہے، ہاں بیشک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے بھی ہیں۔ علماء اصول نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں معنی میں آتا ہے اس بنا پر یہ دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں واللہ اعلم۔ اور قسم ہے صبح کی جبکہ وہ طلوع ہو اور روشنی کے ساتھ آئے، پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ، شریف، پاکیزہ رو، خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا، وہ قوت والے ہیں جیسے کہ اور جگہ ہے عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ یعنی سخت مضبوط طاقتور اور طاقتور فعل والا فرشتہ، وہ اللہ عزوجل کے پاس جو عرش والا ہے بلند پایہ اور ذی مرتبہ ہے، وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے اون کی بات وہاں سنی جاتی ہے، برتر فرشتے اون کے فرمانبردار ہیں، آسمانوں میں اون کی سرداری ہے کہ اور فرشتے اون کے تابع فرمان ہیں، وہ اس پیغام رسانی پر مقرر ہیں کہ خدا کا کلام اوس کے رسول تک پہنچائیں، یہ فرشتے خدا کے امین ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں سے جو اس رسالت پر مقرر ہیں

لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے، آپنے فرمایا لو میں بتاؤں، آدمی کا جوڑا جنت میں اوسی جیسا ہوگا اسی طرح جہنم میں بھی، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائینگے یعنی اصحاب الیمین اصحاب الشمال اور سابقین، مجاہدؒ فرماتے ہیں ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہونگے، یہی قول امام ابن جریرؒ بھی پسند کرتے ہیں، اور یہی ٹھیک بھی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہیگا اور بڑی نمایاں جو اُن میں ہوگا اوس سے تمام مرے سڑے گلے اُگنے لگیں گے اس طرح کے ہو جائینگے کہ جو انہیں پہچانتا ہو وہ اگر انہیں دیکھ لے تو بہ یک نگاہ پہچان لے، پھر روحیں چھوڑی جائینگی اور ہر روح اپنے جسم میں آجائیگی یہی معنی ہیں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ یعنی روحیں جسموں سے ملا دیجائینگی، اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا حوروں سے لگایا جائیگا اور کافروں کا شیطانوں سے (تذکرہ قرطبی)، پھر ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ الخ جمہور کی قرأت یہی ہے، اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کیگئیں؟ تاکہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں میں نے قصد کیا کہ لوگوں کو حالت حمل کی مجامعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ رومی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور انکی اولادوں کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا، لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپنے فرمایا کہ یہ پوشیدگی سے زندہ گاڑ دینا ہے اور اسی کا بیان ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ میں، سلمہ بن یزیدؓ اور اون کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ماں امیرزادی تھیں وہ صلہ رحمی کرتی تھیں مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں ہی مرگئی ہیں تو کیا انہیں اُس کے یہ نیک کام کچھ نفع دینگے آپنے فرمایا نہیں، اونہوں نے کہا انہوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا ہے کیا وہ بھی اُسے کچھ نفع دیگا، آپنے فرمایا زندہ گاڑی ہوئی اور زندہ گاڑنیوالی جہنم میں ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرلے (مسند احمد) ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنیوالی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائیگا آپنے فرمایا نبی اور شہید اور بچے اور زندہ درگور کی ہوئی، یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسنؒ سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا مرتبہ دیا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ الخ (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جاہلیت کے زمانہ میں اپنی بچیوں کو زندہ دبا دیا ہے میں کیا کروں؟ آپنے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو، انہوں نے کہا حضورؐ غلام والا تو میں ہوں نہیں، البتہ میرے پاس اونٹ ہیں، فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ خدا کے نام پر قربان کرو (عبدالرزاق) دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں اسطرح زندہ دبادی ہیں آپکے فرمان میں ہے اگر چاہ تو یوں کر، اور روایت میں ہے کہ میں نے بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کردی ہیں، آپ نے فرمایا اون کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کرونگا دوسرے سال وہ ایک سو اونٹ لیکر آئے اور کہنے لگے حضورؐ یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اوس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم اون اونٹوں کو لے جاتے تھے اور اون کا نام قیسیہ رکھ چھوڑا تھا، پھر ارشاد ہے کہ نامۂ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں، اے ابن آدم تو لکھوا رہا ہے، جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا، دیکھ لے کہ کیا لکھوا رہا ہے، آسمان گھسیٹ لیا جائیگا اور کھینچ لیا جائیگا اور سمیٹ لیا جائیگا اور برباد ہو جائے گا، جہنم بھڑکائی جائے گی خدا کے غضب اور بنی آدم کے گناہوں سے اوس کی آگ تیز ہو جائیگی جنت جنتیوں کے پاس آجائے گی، جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اسوقت ہر شخص جان لیگا کہ اوس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کئے تھے وہ سب عمل اوس کے سامنے موجود ہونگے جیسے اور جگہ ہے

وَاَخَّرَتْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ

اور پیچھے چھوڑے ہوئے کو معلوم کر لیگا ؛ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا ؛ جس نے تجھے پیدا کیا

فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ

پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا ؛ جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی ؛ نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا سزا کے دن کو

بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

جھٹلاتے ہو ؛ یقیناً تم پر نگہبان بزرگ لکھنے والے مقرر ہیں ؛ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں ؛

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے جیسے فرمایا ہے اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ اور ستارے سب کے سب گر پڑینگے اور کھاری اور میٹھے سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائیگا قبریں پھٹ جائیں گی ، ان کے شق ہونے کے بعد مُردے جی اٹھیں گے ، پھر ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لیگا ، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکاتا ہے ، کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو ؟ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو ، بعضوں نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا ہے کہ کرم خدا نے غافل کر رکھا ہے ، یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابنِ آدم تیرے باعظمت خدا سے تو نے کیوں بے پروائی برت رکھی ہے کس چیز نے تجھے اوس کی نافرمانی پر اکسا رکھا ہے ؟ اور کیوں تو اُس کے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے ؟ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا ، اے ابنِ آدم تجھے میری جانب سے کس چیز نے مغرور کر رکھا تھا ؟ ابنِ آدم بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا ؟ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ انسانی جہالت نے اوسے غافل بنا رکھا ہے ، ابنِ عمرؓ ابنِ عباسؓ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے ، قتادہ فرماتے ہیں اسے بہکانیوالا شیطان ہے ، حضرت فضیل ابنِ عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لٹکائے ہوئے پردوں نے ، حضرت ابو بکر وراق رح فرماتے ہیں میں تو کہونگا کہ کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا ، بعض سخن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھانا ہے لیکن یہ قول کچھ فائدہ مند نہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ کرم والے خدا کے کرم کے مقابلہ میں بد افعال اور بُرے اعمال نہ کرنے چاہئیں ، کلبی اور مقاتل رح

فرماتے ہیں کہ اسود بن شریق کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تھا اور اوسی وقت چونکہ اوس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ، پھر فرماتا ہے وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا پھر درست بنایا پھر درمیانہ قد و قامت بخشا خوش شکل اور خوبصورت بنایا ، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی میں تھوکا پھر اوس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابنِ آدم کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے ؟ حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر صحیح قامت بنایا پھر تجھے پہنا اوڑھا کر چلنا پھرنا سکھایا آخرش تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے تو نے خوب جمع جتھا کی اور میری راہ میں دینے سے رکتا رہا یہانتک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں ؟ جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی ماں کی ماموں کی چچا کی صورت پر پیدا کیا ، ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا اوس نے کہا یا لڑکا یا لڑکی ، فرمایا کس کے مشابہ ہوگا کہا یا میرے یا اوس کی ماں کے فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھیرتا ہے تو حضرت آدمؑ تک کا نسب اوس کے سامنے ہوتا ہے پھر آپ نے آیت فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اوس نے چاہا تجھے چلایا ۔ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو تو آیت کے معنیٰ ظاہر کرنے کے لئے کافی تھی لیکن اس کی اسناد ثابت نہیں ہے ، مطہر بن ہیثمؒ جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں ان پر اور جرح بھی ہے ، صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرتؐ کے پاس آ کر کہا میری بیوی کو جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ سیاہ فام ہے ، آپ نے فرمایا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا ہاں فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ کہا سرخ رنگ کے فرمایا کیا اون میں کوئی چت کبرا بھی ہے ؟ کہا ہاں فرمایا اس رنگ کا بچہ سرخ نر و مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا ؟ کہنے لگا شاید اوپر کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو ، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں اگر چاہے بندر کی صورت بنا دے اگر چاہے سؤر کی ، ابو صالحؒ فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت بنا دے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سؤر کی ، قتادہ رح فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے

وہ بھی پاک صاف ہیں اور انسانوں میں جو رسول مقرر ہیں وہ بھی پاک اور برتر ہیں، اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں، پیغمبر اوس فرشتے کو اوس کی اصلی صورت پر بھی دیکھ چکے ہیں جبکہ وہ اپنے چھ سو پروں سمیت ظاہر ہوئے تھے یہ واقعہ بطحا کا ہے اور یہ پہلی مرتبہ کا دیکھنا تھا آسمان کے کھلے کناروں پر یہ دیدار جبرئیل حاصل ہوا تھا، اسی کا بیان اس آیت میں ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ یعنی انہیں ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے قوت ہے۔ جو اصلی صورت پر آسمان کے بلند و بالا کناروں پر ظاہر ہوا پھر نزدیک آیا اور بہت قریب آگیا صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پھر جو وحی خدا نے اپنے بندے پر نازل کرنی چاہی نازل فرمائی۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ والنجم میں گذر چکی ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے اتری ہے اس لئے کہ اس میں صرف پہلی مرتبہ کا دیکھنا ذکر ہوا ہے اور دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں مذکور ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى [illegible] یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے، جبکہ اوس درخت سدرہ کو ایک عجیب و غریب چیز ڈھکے ہوئے تھی، اس آیت میں دوسری مرتبہ کے دیکھنے کا ذکر ہے اور یہ سورت واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی تھی بِضَنِيْنٍ کی دوسری قرأت بِظَنِيْنٍ بھی مروی ہے یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں، اور ضنین کی قرأت پڑھو تو معنی ہونگے یہ بخیل نہیں ہیں، بلکہ ہر شخص کو جو غیب کی باتیں آپکو خدا کی طرف سے معلوم کرائی جاتی تھیں یہ سکھا دیا کرتے ہیں، یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور صحیح ہیں، پس آپنے نہ تو تبلیغ احکام میں کمی کی نہ تہمت لگی، یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں، نہ شیطان اسے لے سکے نہ اوس کے مطلب کی یہ چیز نہ اوس کے قابل، جیسے اور جگہ ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ نہ اسے لیکر شیطان اترے نہ اونہیں یہ لائق ہے نہ اسکی انہیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہیں، پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو یعنی قرآن کی حقانیت اس کی صداقت ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب بنو حنیفہ قبیلے کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپنے فرمایا مسیلمہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آجتک مانتے رہے اسنے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ جب اونہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکواس محض ہے تو آپنے فرمایا تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا تو سوچو کہ ایک فضول بکواس کو تم کلام خدا مانتے رہے ناممکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام خدا کا کلام ہو، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت خدا سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے پند و نصیحت ہے ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن پر عامل بن جائے یہ نجات کا اور ہدایت کا کفیل ہے، اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں، تمہاری چاہتیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے ہدایت پاسے اور جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اسی کی چاہت چلتی ہے، اس سے اگلی آیت سن کر ابو جہل کہتا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری، سورۂ تکویر کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ انفطار مکیہ

نسائی میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور بہت لمبی قرأت پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ کیا تم فتنہ ڈالنے والے ہو [illegible] سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اور وَالضُّحٰى ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ [illegible] اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے، ہاں اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے اور وہ حدیث پہلے گذر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے نام سے میں شروع کرتا ہوں

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان پھٹ جائے ۱ اور جب ستارے جھڑ جائیں ۲ اور جب دریا

فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

بہہ چلیں ۳ اور جب قبریں شق کر دیجائیں ۴ اوسوقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے

یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں، اس بڑے بھاری دن کے، جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سامنے

نسائی اور ابنِ ماجہ میں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اوس وقت اہلِ مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت بُرے تھے جب یہ آیت اُتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کرلی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ مکے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے؟ جبکہ خدا تعالیٰ کا فرمان وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝ الخ ہے، پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا، اسی لئے اونہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونیوالے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں اور دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں، ٹھیک یہ ہے کہ کَالُوْا اور وَزَنُوْا کو متعدی مانیں اور ھُمْ کو محلاً منصوب کہیں، گو بعض نے اسے ضمیر مؤکد مانا ہے جو کَالُوْا اور وَزَنُوْا کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کے لئے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے، دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے قرآنِ کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے اَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ یعنی جب ناپو تو ناپ پورا کرو اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو، اور جگہ حکم ہے اَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ الخ ناپ تول انصاف کے ساتھ برابر دیا کرو ہم کسی کو اوس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جگہ فرمایا وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو اسی بدعادت کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے غارت و برباد کردیا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنیوالے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اوس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، جس پر نہ تو کوئی پوشیدہ بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر، وہ دن بھی نہایت ہولناک وخطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا، اوس دن یہ نقصان رساں لوگ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے، جس دن لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہونگے اس حالت میں کہ ننگے پیر ہونگے اور ننگے بدن ہونگے، اور بے ختنہ ہونگے، وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات و بلیات سے پُر ہوگا اور وہ وہ مصائب نازل ہورہے ہونگے کہ دل پریشان ہونگے حواس بگڑے ہوئے ہونگے ہوش جاتا رہا ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آدھے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا رحمہ اللہ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے اوس دن رحمان عزوجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہونگے، اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا، بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک بعض کو تو اون کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا، اور حدیث میں ہے دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپری بھنا اٹھیگی اور اس طرح اُس میں جوش اٹھنے لگیگا جس طرح ہنڈیا میں کھدبدیاں آتی ہیں، اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے منہ پر اپنی انگلیاں رکھ کر بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی پھر آپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہونگے، اور حدیث میں ہے ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائیگا، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اوس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی، ابنِ ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو کیا کریگا جس دن لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئیگی نہ کوئی حکم کیا جائیگا حضرت بشیرؓ کہنے لگے اللہ ہی مددگار ہے آپنے فرمایا سنو جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو، سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کے کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ اونچا سر کئے کھڑے رہیں گے، کوئی بولیگا نہیں نیک و بد کو پسینے کی لگامیں چڑھی ہوئی ہونگی، ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں سو سال تک کھڑے رہیں گے (ابنِ جریر) ابو داؤد نسائی ابنِ ماجہ میں ہے کہ حضور جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز کو شروع کرتے تو دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے،

اور خدا سب چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین عمدہ اور خوش شکل اور دل لبھانیوالی پاکیزہ پاکیزہ شکلیں صورتیں عنایت فرماتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اوس کریم خدا کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنیوالی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اوس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے۔ اس لئے اوس سے بے پرواہی برت رہے ہو، تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہئے کہ اون کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے تم ان کا احترام کرو، غسل کے وقت بھی پردہ کرلیا کرو دیوار سے یا اونٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کرلیا کرو تاکہ وہی پردہ ہوجائے (ابن ابی حاتم) بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے اور اوس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے شرماؤ، اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہوجاتے ہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کراماً کاتبین بندے کا روزانہ نامۂ اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے غلام کی بخش دیں (بزار) بزار کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور اون کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاح حاصل کر گیا اور اسکے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں آج کی رات فلاں ہلاک ہوا ✦

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہیں ؁ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہیں ؁ بدلے والے دن

يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

اسی میں جائیں گے ؁ یہ لوگ اس سے چھپ نہ سکیں گے ؁ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ

مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝

بدلے کا دن کیا ہے؟ میں پھر کہتا ہوں کہ تجھے کیا معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے ؁

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝ ع

اوس دن کوئی شخص کسی شخص کیلئے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا۔ اور تمام تر احکام و فرمان اس روز اللہ تعالیٰ کے ہی ہونگے ✦

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار فرمانبردار ہیں گناہوں سے دور رہتے ہیں اونہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوشخبری دیتا ہے، حدیث میں ہے انہیں اَبْرَار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولادوں کے ساتھ نیک سلوک تھے، بدکار لوگ ہمیشگی والے عذاب میں پڑیں گے، قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا ایک ساعت بھی ان پر عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ موت آئیگی نہ راحت ملیگی نہ ایک ذراسی دیر اوس سے الگ ہونگے، پھر قیامت کی بڑائی اور اوس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے دو دو بار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی تبلایا کہ اوس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکیگا نہ عذابوں سے نجات دلوا سکیگا، ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود خدائے تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر یہ حدیث وارد کرنی بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو ہاشم اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لئے نیک اعمال کی تیاریاں کرلو میں تمہیں اوس دن خدا کے عذابوں سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا، یہ حدیث سورۂ شعراء کی تفسیر کے آخر میں گذر چکی ہے، یہاں بھی فرمایا کہ اوس دن امر محض اللہ ہی کا ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہ اور جگہ ارشاد ہے الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ اور فرمایا مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ہ مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک وملکیت اوس دن صرف خدائے واحد قہار ورحمٰن کی ہی ہوگی، گو آج بھی اوسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اوسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہرداری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا۔ سورۂ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ ✦

تفسیر سورۂ مطففین مدنیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنیوالوں کی، کہ جب لوگوں سے ناپ کریں تو

يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا

پورا پورا کریں، اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں ؁ کیا انہیں

میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ درحقیقت یہ قرآن کلامِ الٰہی ہے اوس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے، ہاں ان کے دلوں پر ان کے بد اعمال نے پردے ڈال دئے ہیں گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے کافروں کے دلوں پر رَین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر غَیم ہوتا ہے، ترمذی نسائی ابنِ ماجہ وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اوس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو اوس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر اور گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلتی جاتی ہے اسی کا بیان كَلَّا بَلْ رَانَ میں ہے، نسائی کے الفاظ میں کچھ اختلاف بھی ہے، مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے، حضرت حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا فرمان ہے کہ گناہ پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے، پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدارِ باری سے بھی محروم اور محجوب کر دئے جائینگے. حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدارِ باری تعالیٰ سے مشرف ہونگے، امام صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے، اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے فرمان ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی اوس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہونگے اور اپنے رب کو دیکھتے ہونگے صحیح اور متواتر حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایمان دار قیامت والے دن اپنے رب عز و جل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافر پھر کافروں کو پردوں کے پیچھے کر دیا جائیگا البتہ مومن ہر صبح شام پروردگارِ عالم کا دیدار حاصل کریں گے، یا اسی جیسا اور کلام ہے، پھر فرماتا ہے کہ نہ صرف دیدارِ خدا سے ہی یہ محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائیگا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے ۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝

یقیناً یقیناً نیکوکاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے، تجھے کس نے بتایا کہ علیین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى

کتاب میں لکھا جا چکا ہے، اسکے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں، نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہیں،

الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ

مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں، تو اون کے چہروں سے ہی نعمت کی تروتازگی پہچان لیگا، یہ لوگ

مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ۝

سر بمہر خالص شراب پلائے جائینگے، جس پر مشک کی مہر ہوگی، رغبت کرنیوالوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہئے،

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

اسکی آمیزش تسنیم کی ہوگی، یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے ۔

بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ
ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ سجین کے بالکل برعکس ہے، حضرت ابن عباسؓ
نے حضرت کعبؓ سے سجین کا سوال کیا تو فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے
اور اوس میں کافروں کی روحیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا
یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں، ابن عباسؓ ۱۰
فرماتے ہیں مراد اس سے جنت ہے، عوفی آپ سے روایت کرتے ہیں کہ
اون کے اعمال اللہ کے نزدیک آسمان میں ہیں، قتادہؒ فرماتے ہیں یہ عرش کا
داہنا پایہ ہے، اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے، ظاہر یہ ہے
کہ لفظ عُلُوٌّ یعنی بلندی سے ماخوذ ہے، جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی اسی
قدر بڑی اور کشادہ ہوگی، اسی لئے اوس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کیلئے
فرمایا تمہیں اوس کی حقیقت معلوم ہی نہیں، پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی
چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے، جس کے پاس
ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیک کار
ہمیشگی والی نعمتوں اور باغات میں ہونگے اور خدائے تعالیٰ کے عام فضل
و کرم اون پر بارش کی طرح برس رہے ہونگے، یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے ہونگے
اپنے ملک و مال کو اور نعمتوں اور راحتوں کو عزت و جاہ کو مال و متاع کو دیکھ
دیکھ کر خوش ہو رہے ہونگے یہ خیر و فضل یہ نعمت و رحمت نہ کبھی کم ہو نہ گم
ہو نہ گھٹے نہ مٹے، اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تختِ سلطنت
پر بیٹھے دیدارِ باری سے مشرف ہوتے رہیں گے، تو گویا یہ فاجروں کے
بالکل برعکس ہونگے اون پر دیدارِ باری حرام تھا ان کے لئے ہر وقت
اجازت ہے جیسے کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی کہ سب سے

دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے پھر کہتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ خدایا مجھے بخش مجھے ہدایت دے مجھے روزیاں دے اور عافیت عنایت فرما پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے ۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝

یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہے ۔ تجھے کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے ؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ

یہ تو لکھا ہوا کتاب ہیں لکھا جا چکا ہے ، اس دن جھٹلانیوالوں کی بڑی خرابی ہے ، جو جزا سزا کے دن کو

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى

جھٹلاتے رہے ۔ اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانیوالا اور گنہگار ہو ۔ جب اس کے

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہدے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں ۔ یوں نہیں بلکہ اون کے دلوں پر ان کے

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ

اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے ۔ یہی نہیں یہ لوگ آج کے دن دیدار باری سے محروم ہیں ۔ پھر

اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

یہ لوگ بالیقین جہنم میں پہنچنے والے ہیں ۔ پھر کہدیا جائیگا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے ۔

مطلب یہ ہے کہ بُرے لوگوں کا ٹھکانا سجین ہے ، یہ لفظ فِعِّیْلٌ کے وزن پر سِجْنٌ سے ماخوذ ہے ، سجن کہتے ہیں لغتاً تنگی کو ، فِسِّیْقٌ شِرِّیْبٌ خِمِّیْرٌ سِکِّیْرٌ وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی سجین ہے ، پھر اوس کی مزید برائیاں بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ تمہیں اوس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے درد دُکھ کی جگہ ہے ، مروی ہے کہ یہ جگہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے حضرت براء بن عازبؓ کی ایک مطوّل حدیث میں یہ گذر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے ، کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے ، اور کہا گیا ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے ، ابن جریر کی ایک غریب منکر اور غیر صحیح حدیث میں ہے کہ فلق جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور سجین کھلے منہ والا گڑھا ہے ، صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے ، نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کی تہہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے ، چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے ، اور جگہ ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ہم نے اوسے پھر نیچوں کا نیچ کر دیا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں ، غرض سجین ایک تنگ اور تہہ کی جگہ ہے جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ جب وہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریںگے ۔ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ یہ سجین کی تفسیر نہیں بلکہ یہ تفسیر ہے اسکی جو ان کے لئے لکھا جا چکا ہے کہ آخرش جہنم میں پہنچینگے ان کا یہ نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اوس میں اب کچھ زیادتی ہو نہ کمی ، تو فرمایا ان کا انجام سجین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے ، ان جھٹلانے والوں کی اوس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہونگے ۔ وَيْلٌ کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گذر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے وَيْلٌ لِّفُلَانٍ ، مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ، ویل ہے اوس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنسانا چاہے اوسے ویل ہے اوسے ویل ہے پھر ان جھٹلانے والوں بدکار کافروں کی مزید تشریح کی اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اوسے خلاف عقل کر کر اوس کے واقع ہونے کو محال جانتے ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا اونہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے گذر جائیں حرام کام کرنے لگیں یا جائز کاموں میں حد سے بڑھ جائیں اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں جھوٹ بولیں وعدہ خلافی کریں گالیاں بکیں وغیرہ ، یہ وہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر اونہیں جھٹلاتے ہیں بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گذرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے کچھ جمع جتھا کر لی ہے ، جیسے اور جگہ فرمایا وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں ، اور جگہ ہے وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام لکھائے جا رہے ہیں ، اللہ تعالیٰ انہیں جواب

تفسیر سورۂ انشقاق مکیہ

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اوس میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ الخ کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا، یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے بخاری میں ہے حضرت ابورافع رح فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رض کے پیچھے عشا کی نماز پڑھی آپ نے اوس میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے (یعنی حضور ص نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا) پس میں تو جب تک آپ سے ملونگا (اس موقعہ پر) سجدہ کرتا رہونگا (یعنی مرتے دم تک) اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں، اور صحیح مسلم شریف اور سنن میں مروی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اور سورہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ میں سجدہ کیا ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے کے نام سے شروع

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ

جب آسمان پھٹ جائے ۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اسی کے لائق وہ ہے ۔ اور جب زمین کھینچ کر

مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

پھیلا دی جائے ۔ اور اسمیں جو ہے اسے وہ اگل دے اور خالی ہو جائے اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اسکے لائق بھی یہی ہے ۔ اے انسان تو

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝

اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش تمام کام کرکے اس سے ملاقات کرنیوالا ہے ۔ جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جاوے ۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝

اوس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائیگا ، اور وہ اپنے والوں کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئیگا ۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ

اور جس شخص کا اعمالنامہ اسکی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا ، وہ تو موت کو بلانے لگیگا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا ، یہ شخص اپنے

فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝

متعلقین میں خوش تھا ، اوس کا خیال تھا کہ خدا کی طرف لوٹ کر نہ جائیگا ، ہاں ہاں اسکا رب اسے بخوبی دیکھ رہا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائیگا وہ اپنے رب کے حکم پر کاربند ہونے کے لئے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا ، پھٹنے کا حکم پاتے ہی پھٹ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا اوسے بھی چاہئے ہے کہ امر خدا بجالائے اس لئے کہ یہ اوس خدا کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا جس سے بڑا اور نہیں جو سب پر غالب ہے اوس پر غالب کوئی نہیں ، ہر چیز اوس کے سامنے پست ولاچار ہے بے بس ومجبور ہے ، اور زمین پھیلا دی جائیگی بچھا دی جائیگی اور کشادہ کر دی جائیگی ، حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ لیگا یہانتک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم ٹکانے کی جگہ ملیگی سب سے پہلے مجھے بلایا جائیگا حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی داہنی جانب ہونگے خدا کی قسم اس سے پہلے اس نے کبھی اوسے نہیں دیکھا تو میں کہونگا خدایا جبرئیل نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے بھیجے ہوئے میرے پاس آتے ہیں اللہ فرمائیگا سچ کہا تو میں کہونگا خدایا پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہو چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شفاعت کرونگا اور کہونگا کہ خدایا تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے (ابن جریر) پھر فرماتا ہے کہ زمین اپنے اندر کے کل مردے اگل دیگی اور خالی ہو جائیگی ، یہ بھی رب کے فرمان کی منتظر ہوگی اور اسے بھی یہی لائق ہے ، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان تو کوشش کرتا رہیگا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہیگا اعمال کرتا رہیگا یہانتک کہ ایکدن اوس سے مل جائیگا اور اوس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی وکوشش کو اپنے آگے دیکھ لیگا ، ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جی لے جبتک چاہے بالآخر موت آنیوالی ہے جس سے چاہ دلبستگی پیدا کرلے ایکدن اوس سے جدائی ہونی ہے ، جو چاہ عمل کرلے ایکدن اوس کی ملاقات ہونیوالی ہے ، مُلٰقِيْهِ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتلایا ہے تو معنی یہ ہونگے کہ خدا سے تیری ملاقات ہونیوالی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دیگا اور تیری تمام کوشش وسعی کا پھل تجھے عطا فرمائیگا ، دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو

نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو دو ہزار سال کی راہ تک دیکھیگا اور سب سے
آخر کی چیزیں اوس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہونگی جس طرح سب سے اول چیزیں
اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن بھر میں دو دو مرتبہ دیدار باری کی نعمت سے ع ۸
اپنے دل کو سرور اور اپنی آنکھوں کو پرنور کرینگے، اگر کوئی اون کے چہرے پر نظر
ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی جاہ وحشمت شوکت وسعت خوشی و
سرور بہجت ونور دیکھ کر اون کا مرتبہ تاڑلے اور سمجھ لے کہ راحت وآرام میں
خوش وخرم ہیں، جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے، رَحِیْق جنت کی ایک قسم کی
شراب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی
پلائے اسے اللہ تعالیٰ رحیقِ مختوم پلائیگا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو
کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائیگا
اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اوسے جنتی سبز ریشم کے
جوڑے پہنائیگا (مسند احمد) ختام کے معنیٰ ملونی اور آمیزش کے ہیں، اسے
اسے خدا نے پاک صاف کردیا ہے اور مشک کی مہر لگادی ہے، یہ بھی معنیٰ
ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بدبو نہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو ہے
چاندی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس کی مہر لگیگی یا ملونی ہوگی اس قدر
خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اوس پر لگ جائے پھر گو وہی وقت
وہ نکال لے لیکن تمام دنیا اوس کی خوشبو سے مہک جائے، اور ختام کے معنیٰ
خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں، پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنیوالے فخر ومباہات کرنیوالے
کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہئے کہ اوسکی طرف تمام تر توجہ کریں
جیسے اور جگہ ہے لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۝ ایسی چیزوں کے لئے عمل
کرنیوالوں کو عمل کرنا چاہئے، تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے
یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ
والے اپنی شراب رحیق میں ملا کر پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ۝ وَاِذَا

گنہگار لوگ ایمان داروں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے، اور ان کے

مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ۝

پاس ہو کر گذرتے ہوئے، اشاروں کنایوں سے انکی حقارت کرتے تھے، اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے،

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ

اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ بے راہ ہیں، یہ ان پر پاسبان بنا کر تو

حٰفِظِيْنَ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ۝ عَلَى

نہیں بھیجے گئے، پس آج ایمان دار ان کافروں پر ہنس رہے ہیں

الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ ع

تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوتے، کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے بھر پایا۔

یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمان داروں کو مذاق میں
اُڑاتے رہے، چلتے پھرتے آوازے کستے رہے اور حقارت وتذلیل کرتے
رہے، اور اپنے والوں میں جاکر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے
لیکن شکر تو کہاں اور کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذارسانی کے درپے ہوجاتے
تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے، خدا
فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بناکر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی،
کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال
رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں، جیسے اور جگہ ہے اِخْسَؤُا
فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ یعنی اس جہنم میں پڑے پھٹکے رہو مجھ سے بات نہ کرو میرے بعض
خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر
رحم کر تو سب سے بڑا رحم وکرم کرنیوالا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑایا اور
اس قدر غافل ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اور اون سے ہنسی مذاق کرنے لگے،
دیکھو آج میں نے انہیں اون کے صبر کا یہ بدلا دیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب
ہیں، یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایماندار
ان بدکاروں پر ہنس رہے ہیں اور تختوں پر بیٹھے اپنے خدا کو دیکھ رہے ہیں
جو صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں راہ گم کردہ کہا کرتے
تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقربین خدا تھے اسی لئے آج خدا کا دیدار
ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ خدا کے مہمان ہیں اور اوس کے بزرگی والے
گھر میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ
دنیا میں کیا تھا اوس کا پورا بدلہ کیا انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے
مذاق کے بدلے آج ان پر ہنسی اُڑی یہ اونہیں گھٹاتے تھے، خدا نے انہیں
بڑھایا غرض پورا پورا تمام وکمال بدلہ دیدیا گیا الحمد للہ سورۂ مطففین کی
تفسیر ختم ہوئی۔

مغرب سے لیکر عشاء تک، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے، مجاہد سے البتہ یہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے، غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام شفق ہے اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے، وَسَقَ کے معنی ہیں جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم، اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا، اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے بھرپور ہو جائے اور پوری روشنی والا بنجائے لَتَرْكَبُنَّ الخ کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں جو سال آئیگا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہوگا میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس حدیث سے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے (واللہ اعلم) اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم، اور اس کی تائید حضرت عمرؓ ابن مسعود ابن عباسؓ اور عام اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قرأت سے بھی ہوتی ہے، ان کی قرأت ہے لَتَرْكَبَنَّ، شعبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھوگے، مراد اس سے معراج ہے، یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤگے، سدی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں طے کروگے، جیسے حدیث میں ہے کہ تم اپنے سے اگلے لوگوں کے طریقوں پر چڑھوگے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کروگے، لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصرانی ہیں آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ حضرت مکحول فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کروگے جو اس سے پہلے نہ تھا، عبداللہ فرماتے ہیں آسمان پھٹیگا پھر سرخ رنگ ہو جائیگا پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائیگا پھر پھٹ جائیگا، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و ذی عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ جو دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے عکرمہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھاتے ہوئے پہلے جوان تھے پھر بڈھے ہوئے، حسن بصریؒ فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی سختی کے بعد نرمی، امیری کے بعد فقیری فقیری کے بعد امیری، صحت کے بعد بیماری بیماری کے بعد تندرستی، ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے اس کی روزی اس کی اجل اس کی زندگی اس کا بد یا نیک ہونا لکھے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہانتک کہ اسے سمجھ آجائے پھر وہ فرشتہ اٹھ جاتا ہے پھر دو فرشتے اسکا نامۂ اعمال لکھنے والے آجاتے ہیں موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آجاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اسکی روح لوٹا دی جاتی ہے، ملک الموت چلے جاتے ہیں اور سوال جواب کرنیوالے فرشتے آجاتے ہیں اپنے کام کے بعد وہ بھی چلے جاتے ہیں قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آجائیں گے اور اس کی گردن سے اسکا نامۂ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے، ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا تو اس سے غافل تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَتَرْكَبُنَّ الخ پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو تمہارے آگے بڑے بڑے اہم امور آرہے ہیں جن کی تمہیں طاقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو، یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف ضعیف راوی ہیں لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریرؒ نے ان تمام اقوال کو بیان کرکے فرمایا ہے کہ صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں پڑنے والے ہیں اور گو خطاب حضورؐ سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے، پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کونسی چیز روکتی ہے، بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ

لازم ملزوم ہیں، قتادہ رح فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو کوشش کرنیوالا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے جس سے یہ ہوسکے کہ اپنی تمام تر سعی وکوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کرلے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز امداد خداوندی حاصل نہیں ہوسکتی ۞ پھر فرمایا جس کے داہنے ہاتھ میں اوس کا اعمالنامہ مل جاویگا اوس کا حساب سختی بغیر نہایت آسانی سے ہوگا اوس کے چھوٹے اعمال معاف بھی ہوجائیں گے اور جس سے اوسکے تمام اعمال کا حساب لیا جاوگیا وہ ہلاکت سے نہ بچیگا، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس سے حساب کا مناقشہ ہوگا وہ تباہ ہوگا تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہوگا فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاؕ آپنے فرمایا دراصل یہ وہ حساب نہیں یہ تو صرف پیشی ہے جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہوگی وہ برباد ہوگا (مسند احمد) دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیان فرماتے ہوئے آپنے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوں اس طرح اُسے ہلا جلا کر تبلایا مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہوگی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب ہوگا وہ وہ تو بے عذاب نہیں رہ سکتا، اور حساب یسیر سے مراد صرف پیشی ہے۔ حالانکہ خدا خوب دیکھتا رہا ہے حضرت صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضورؐ سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًاؕ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضورؐ یہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا صرف نامۂ اعمال پر نظر ڈال لی جائیگی اور کہدیا جائیگا کہ جاؤ ہم نے درگذر کیا لیکن اے عائشہ جس سے خدا حساب لینے پر آئیگا وہ ہلاک ہوگا (مسند احمد) غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال آئیگا وہ خدا کے سامنے پیش ہوتے ہی چھٹی پا جائیگا اور اپنے والوں کی طرف خوش خوش جنت میں واپس آئیگا، طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پہچان لوگے بعض وہ لوگ ہونگے جو ہنسی خوشی اپنوں سے آملیں گے اور بعض ایسے ہونگے کہ رنجیدہ افسردہ اور ناخوش واپس آئینگے اور جسے پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ہاتھ موڑ کر نامۂ اعمال دیا جائیگا وہ نقصان اور گھاٹے کی پکار پکاریگا، ہلاکت اور موت کو بلائیگا اور جہنم میں جائیگا، دنیا میں خوب ہشاش بشاش تھا بیفکری سے مزے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اوسکو غم و رنج یاس و حرمان رنجیدگی اور افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا، یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر خدا کے پاس بھی جانا ہے، پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے خدا ضرور دوبارہ زندہ کریگا جیسے کہ پہلی مرتبہ اوس نے اسے پیدا کیا پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزا سزا دیگا، بندوں کے اعمال و احوال کی اوسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے ۞

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝

مجھے شفق کی قسم، اور رات کی اور اوسکی جمع کردہ چیزوں کی قسم، اور پورے چاند کی قسم،

لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ

یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے، انہیں کیا ہوگیا کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب انکے پاس

عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ ۝ سجدۃ

قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے، بلکہ یہ کفار تو جھوٹا سمجھتے ہیں،

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اِلَّا

اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں، انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دو، ہاں

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع

ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بیشمار اور نہ ختم ہونیوالا نیک بدلہ ہے۔

شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے غربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابوہریرہ حضرت شداد بن اوس حضرت عبداللہ بن عمر، محمد بن علی بن حسین مکحول، بکر بن عبداللہ مزنی، بکیر بن اشج، مالک ابن ابی ذئب عبدالعزیز بن ابوسلمہ ماجشون یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں، حضرت ابوہریرہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے، پس شفق کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے، خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے، جوہری کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اوسے شفق کہتے ہیں یہ اوّل رات سے عشاء کے وقت تک رہتی ہے، عکرمہ فرماتے ہیں

ع ۹

ایک شخص نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ شاہد اور مشہود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے کسی اور سے بھی پوچھا؟ اوس نے کہا ہاں ابن عمر اور ابن زبیر سے فرمایا اونہوں نے کیا جواب دیا کہا قربانی کا دن اور جمعہ کا دن کہا نہیں بلکہ مراد شاہد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائینگے اور تجھے ان پر گواہ بنائیں گے، اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے قرآن کہتا ہے وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝ یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد ابن آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن، اور مشہود سے مراد جمعہ بھی مروی ہے، اور شاہد سے مراد خود خدا بھی ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو وہ مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں شاہد اللہ ہے قرآن کہتا ہے وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ اور مشہود ہم ہیں قیامت کے دن ہم سب خدا کے سامنے حاضر کر دئے جائیں گے، اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفے کا دن ہے :: ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے ایمانداروں کو مغلوب کر کے انہیں دین سے ہٹانا چاہا اور ان کے انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکائی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ ان باخدا لوگوں نے انکار کیا اور ان ناخداترس کفار نے ان مسلمانوں کو اوس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالدیا، اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے یہ ایندھن بھری بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کنارے پر بیٹھے ان مومنوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے، اور اس عداوت وغضب کا سبب ان مومنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کی ایمانداری پر غضب و غصہ تھا دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اوس کی پناہ میں آجانیوالا کبھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال افعال شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچائے اور اوسکا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اوس سے مخفی نہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابدیہ یعنی ماں بہن بیٹی وغیرہ سب حلال ہیں اوس وقت کے علماء کرام نے اس کا انکار کیا اور روکا، اس پر اس نے خندقیں کھدواکر اوس میں آگ جلاکر ان حضرات کو اوس میں ڈالدیا، چنانچہ یہ اہل فارس آجتک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے مسلمانوں میں اور کافروں میں لڑائی ہوئی مسلمان غالب آگئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آگئے تو انہوں نے گڑھے کھدواکر ایمان والوں کو جلادیا، یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل حبش کا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے انہوں نے دانیال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا، اور اور اقوال بھی ہیں، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اوس کے ہاں ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اوس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آرہا ہے مجھے کسی بچے کو سونپ دو تو میں اوسے جادو سکھادوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اوس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا، جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا، یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا، جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا، ایک دن اوس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہدینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے بگڑیں تو کہدینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا، یونہی ایک زمانہ گذر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا ایکدن یہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبتناک جانور پڑا ہوا ہے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے ادھر والے ادھر اور ادھر والے ادھر نہیں آسکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں

ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے، تم اے نبی انہیں خبر پہونچادو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھے ہیں، پھر فرمایا کہ ان عذابوں سے محفوظ ہوکر بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں، انہیں پورا پورا بے کٹا بے حساب اجر ملیگا، جیسے اور جگہ ہے عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہدیا ہے کہ بلا احسان لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں ہر آن ہر لحظہ اور ہر وقت خدائے تعالیٰ عزوجل کے اہل جنت پر احسان و انعام ہونگے بلکہ صرف اوسکے احسان اور اوس کے فضل وکرم کی بنا پر انہیں جنت نصیب ہوئی نہ کہ اون کے اعمال کی وجہ سے پس اوس مالک کا تو ہمیشگی اور مدام والا احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی، اوسی کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق ہمیشہ ہمیشہ ہے، اسی لئے اہل جنت پر خدا کی تسبیح اور اوس کی حمد کا الہام اوسی طرح کیا جائیگا جس طرح سانس بلا تکلیف اور بے تکلف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے، قرآن فرماتا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ یعنی اون کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے خدا کیلئے ہی ہے۔ الحمد للہ سورہ انشقاق کی تفسیر ختم ہوئی۔ خدا ہمیں توفیق خیر دے اور ہمیں برائی سے بچائے۔

تفسیر سورۂ بروج مکیہ

سند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں یہ سورت اور سورۂ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ پڑھتے تھے اور حدیث میں ہے کہ آپنے سماوات کی ان سورتوں کا عشا کی نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو بہت بخشش کرنیوالا اور بڑا مہربان ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ

برجوں والے آسمان کی قسم، وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم، حاضر ہونیوالے اور حاضر کئے گئے کی قسم کہ خندقوں والے

الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝

ہلاک کئے گئے، وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔ یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے،

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ

مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، اون مسلمانوں کے کسی اور گناہ کا یہ بدلہ نہ تھا

اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

سوائے اسکے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب سزاوار حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے، جس کے لئے آسمان و

وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا

زمین کا ملک ہے، اور جو خدا ہر چیز پر حاضر اور خوب واقف ہے، بے شک جن لوگوں نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝

مسلمان مرد و عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی اون کیلئے جہنم کے عذاب ہیں اور جلنے کے عذاب ہیں۔

بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسے کہ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا کی تفسیر میں گذرچکا، حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنیوالے رہتے ہیں، یحیٰی فرماتے ہیں یہ آسمانی محل ہے، منہال بن عمروؒ کہتے ہیں مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں، ابن خیثمہؒ فرماتے ہیں اس سے مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دو راتوں تک وہ پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یوم موعود سے مراد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے سورج جن جن دنوں پر نکلتا اور ڈوبتا ہے اون میں سب سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا دن ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اوس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے ملجاتی ہے اور جس برائی سے پناہ چاہے ٹل جاتی ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے موسیٰ بن عبیدہ زیدی اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں، یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خود اون کے قول سے مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، سند میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرات سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اور اون میں اختلاف نہیں، فالحمد للہ۔ اور روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ جمعہ کے دن کو جسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص ہمارے لئے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا، اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے، ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد خود ذات محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے پھر آپنے یہ آیت پڑھی ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ یعنی اس دن کے لئے لوگ جمع کئے گئے ہیں اور یہ دن مشہود یعنی حاضر کیا گیا ہے

کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آگیا اور سب مسلمان ہوگئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ اُن میں لکڑیاں بھرو اور اوس میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اُسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اُسے اُس آگ میں ڈال دو ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اُس میں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اوس بچہ کو خدا نے بولنے کی طاقت دی اوس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے، ترمذی شریف کی حدیث میں ہے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد عموماً زیر لب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کیا فرماتے ہیں فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی تھے جو اپنی اُمت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کریگا تو اللہ تعالیٰ نے اونکی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کردوں انہوں نے انتقام کو پسند کیا چنانچہ ایک ہی دن میں اون میں سے ستر ہزار مر گئے، اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو اوپر گذری پھر اخیر میں آپ نے قُتِلَ سے مَجِيدُ تک کی آیتوں کی تلاوت فرمائی، یہ نوجوان شہید دفن کر دئے گئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا ان کی انگلی اوسی طرح ان کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی۔ امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں، لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نصرانیوں کی ایسی حکایتیں بہت ساری تھیں واللہ اعلم ۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نجرانی لوگ بت پرست مشرک تھے اور نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جس میں ایک جادوگر تھا نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا فیمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے اور نجران اور اس گاؤں کے درمیان انہوں نے اپنا

پڑاؤ ڈالا، شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے اون میں تاجر کا ایک لڑکا عبداللہ نامی بھی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت اور اوس کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقعہ ملتا اوس پر غور و خوض کرتا اور دل میں اوس کے مذہب کی سچائی جگہ کرتی جاتی پھر تو اس نے یہاں کا آنا جانا شروع کر دیا اور مذہبی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا کچھ دنوں بعد اس مذہب میں داخل ہوگیا اور اسلام قبول کر لیا توحید کا پابند ہوگیا اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کر لیا وہ راہب اسم اعظم بھی جانتا تھا اس نے ہرچند خواہش کی کہ اسے بتاوے لیکن اوس نے نہ بتایا اور کہدیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی تم ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت میں تم میں نہیں پاتا عبداللہ کے باپ تاجر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہوجانیکی مطلق خبر نہ تھی وہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہیں جاتا آتا رہتا ہے عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے تیر لئے اور جتنے نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اوس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل آیا اور اوس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے اپنے اُستاد کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہوگیا اُستاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے اس نے بتایا راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو اوس نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو فرمایا کہ بھائی تم نے خوب معلوم کر لیا واقعی یہی اسم اعظم ہے اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے تو ڈر ہے کہ تم کھل جاؤگے ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ نجران میں آئے یہاں جس بیمار پر جس دکھی پر جس ستم رسیدہ پر نظر پڑی اوس سے کہا کہ اگر تم موحد بن جاؤ اور دینِ اسلام قبول کر لو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دیدیگا اور دکھ بلا کو ٹال دیگا، وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ اُسے بھلا چنگا کر دیتا اب تو نجرانیوں کے ٹھٹھ لگنے لگے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف با سلام او فائز المرام ہونے لگی آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اوس نے اسے بلا کر دھمکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ اوس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اوس پر پھینکا کہ خدایا اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اوس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مرگیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہوگیا پھر جاکر راہب کو خبر دی اوس نے کہا پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا، اب اس بچے کے پاس حاجتمند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دُعا سے مادرزاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے، بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحفے تحائف لیکر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دیدے تو یہ سب میں تجھے دیدونگا اوس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ نہیں میں کسی کو شفا نہیں دیسکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اگر تو اوس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اوس سے دعا کروں اوس نے اقرار کیا بچے نے اوس کے لئے دعا کی اللہ نے اُسے شفا دیدی وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا، اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہوکر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اوس نے کہا میرے ربنے بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے، وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے، بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے وزیر نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے، اب اوس نے اسے مارپیٹ شروع کردی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا، اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اوس نے بتا دیا کہ اوس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اس نے اوسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہوگئے کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے، اوس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دیسکتا ہوں نہ جادو شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں اوس نے کہا ہرگز نہیں کہا پھر کیا تو میری سوا کسی اور کو رب مانتا ہے تو وہ کہنے لگا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے

اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہانتک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اوس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑدے اور اس دین سے پلٹ جا، اوس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آرے سے اوسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کرکے پھینکدیا پھر اوس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا اوس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لیجائیں اور اوس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں چنانچہ یہ لوگ اسے لیگئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ خدایا جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ ہی بچا رہا وہاں سے وہ اُترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آگیا، بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا میری سپاہی کہاں ہیں فرمایا میرے خدا نے مجھے اون سے بچا لیا اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور اون سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لیجاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لیکر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اوس نے پھر وہی دعا کی کہ بارِ الٰہا جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے ربنے مجھے ان سے بھی بچا لیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تر تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اوس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائیگی اوس نے کہا کیا کروں فرمایا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال میری کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ یعنی اوس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہکر وہ تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگیگا اور اوس سے میں مرونگا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کنپٹی میں لگا اوس نے اپنا ہاتھ اوس جگہ رکھ لیا اور شہید ہوگیا اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آگیا چو طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لاچکے یہ حال دیکھ بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اوس کے مذہب پر ہوگئے ہم نے تو اسی لئے اُسے قتل کیا تھا

مضاض بن عمرو جرہمی ہے جو کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے تھے، ثابت بن اسمعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جرہم خاندان کا آخری بادشاہ تھا، جبو قت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلا وطن کیا یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں اوج مکہ کو اپنا آباد کرنا اور زمانہ کے ہیر پھیر سے پھر وہاں سے نکالا جانا اوس نے بیان کیا ہے اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت اسماعیل کے کچھ زمانہ بعد کا اور بہت پرانا ہے جو کہ حضرت اسماعیلؑ کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد کا معلوم ہوتا ہے، لیکن ابن اسحاق کی اوس مطول روایت سے جو پہلے گذری یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم - اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو، جیسے کہ ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر فرماتے ہیں کہ تبعؔ کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ میں قسطنطنیہ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا، جبکہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں توحید کو چھوڑ بیٹھے تو اُس وقت جو سچے دیندار تھے اُنہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اصلی دین پر قائم رہے تو ان ظالموں نے خندقیں آگ سے پر کرا کر انہیں جلا دیا اور یہی واقعہ بابل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنا لیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا حضرت دانیال اور ان کے دونوں ساتھی عزریا اور مسایل نے اس سے انکار کیا تو اُس نے انہیں اس آگ کی خندق میں ڈالدیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا انہیں سلامتی عطا فرمائی صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو اون خندقوں میں ڈالدیا یہ نو ۹ قبیلے تھے سب جلکر خاک ہو گئے، سدی فرماتے ہیں تین جگہ یہ یہ معاملہ ہوا عراق میں شام میں اور یمن میں، مقاتل فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں دوسری شام میں تیسری فارس میں، شام میں اس کا بانی انطنا لوس رومی تھا اور فارس میں بخت نصر اور زمین عرب پر یوسف ذو نواس، فارس اور شام کی خندقوں کا ذکر قرآن میں نہیں یہ ذکر نجران کا ہے، حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فترۃ کے زمانہ میں یعنی حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبر آخرالزمانؐ کے درمیان کے زمانہ میں ایک قوم تھی اُنہوں نے جب دیکھا کہ لوگ فتنے اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو اون لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ ایک جگہ بنا کر وہیں رہنا سہنا شروع کیا اور خدا کی مخلصانہ عبادت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول ہو گئے نمازوں کی پابندی زکوٰتوں کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھلگ رہنے لگے یہانتک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس باخدا جماعت کا پتہ لگ گیا اوس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ ملجاؤ اور بُت پرستی شروع کر دو ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں بادشاہ نے کہلوایا کہ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو میں تمہیں قتل کرادونگا جواب ملا کہ جو چاہو کرو لیکن ہم سے دین نہیں چھوڑا جائیگا، اس ظالم نے خندقیں کھدوائیں آگ جلوائی اور ان سب مردوں عورتوں بچوں کو جمع کیا اور اون خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا بولو یہ آخری سوال جواب ہے آیا بت پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو اونہوں نے کہا ہمیں جل مرنا منظور ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ پکار شروع کر دی بڑوں نے اُنہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں نہ گھبراؤ اور خدا کا نام لیکر کود پڑو چنانچہ سب کے سب کود پڑے انہیں آنچ بھی نہیں لگنے پائی تھی کہ خدا نے اُون کی روحیں قبض کر لیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلا دئے گئے اس کی خبر ان آیتوں قُتِلَ الخ میں ہے، تو اس بنا پر فَتَنُوْا کے معنیٰ ہوئے کہ جلایا تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلا دیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے نہ اپنے اس کئے پر نادم ہوئے تو ان کے لئے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تا کہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اوس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن

اور میرے باپ دادوں کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزا میں تیرے
ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چورنگ کرادونگا، عبداللہ بن تامر نے جواب دیا
کہ تو ایسا نہیں کرسکتا اب بادشاہ نے اسے پہاڑ پر سے گرادیا لیکن
وہ نیچے آکر صحیح سلامت رہا سارے جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی نجران
کے ان طوفان خیز دریاؤں میں گرداب کی جگہ انہیں ڈالا جہاں سے
کوئی بچ نہیں سکتا لیکن یہ وہاں سے بھی صحت وسلامتی کے ساتھ واپس
آگئے، غرض ہر طرح عاجز آگیا تو پھر حضرت عبداللہ بن تامر نے فرمایا
سن اے بادشاہ تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہوگا یہانتک کہ تو اس دین
کو مان لے جسے میں مانتا ہوں اور ایک خدا کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ
کریگا تو پھر تو مجھے قتل کرسکتا ہے، بادشاہ نے ایسا ہی کیا اس نے
حضرت عبداللہ کا تبلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوکر جو لکڑی اس کے ہاتھ
میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو مارا جس سے کچھ یونہی سی کھرچ آئی
اور اسی سے وہ شہید ہوگئے اللہ ان سے خوش ہو اور اپنی خاص رحمتیں
انہیں عنایت فرمائے ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مرگیا اس واقعہ نے
لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیوست کردی کہ دین ان کا ہی سچا ہے
چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور حضرت عیسیٰؑ کے سچے دین
پر قائم ہوگئے اور وہی مذہب اسوقت برحق بھی تھا۔ ابھی تک حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نبی بن کر دنیا میں آئے نہ تھے لیکن پھر اک زمانہ کے بعد ان میں
بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دین حق کا نور چھن گیا غرض
نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا اب زمانہ کے بعد
ذونواس یہودی نے اپنے لشکر لیکر ان نصرانیوں پر چڑھائی کی اور
غالب آگیا پھر ان سے کہا یا تو یہودیت قبول کرلو یا موت، انہوں نے
قتل ہونا منظور کیا اس نے خندقیں کھدواکر آگ سے پُر کرکے انکو جلادیا
بعضوں کو قتل بھی کیا بعضوں کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ دیئے وغیرہ
تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا اسی کا ذکر آیت
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ میں ہے ذونواس کا نام زرعہ تھا اس کی
بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا اس کے باپ کا نام
تبان اسعد بن کرب تھا جو تُبّع ہے جس نے مدینہ میں غزوہ کیا اور کعبہ کو پردہ
چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے، یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر

یہودی مذہب میں داخل ہوئے، ذونواس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے
وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف
ایک ہی شخص بچ نکلا جس کا نام دوس ذی ثعلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ
کھڑا ہوا گو اس کے پیچھے بھی گھڑسوار دوڑے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا، یہ
سیدھا شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو
لکھا چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرانیوں کا لشکر لیکر یمن آیا اس کے
سردار ارباط اور ابرہہ تھے یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے
ہاتھ سے نکلگیا ذونواس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہوگیا، پھر
ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرانیوں کا قبضہ رہا بالآخر سیف بن
ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ سے امدادی فوجیں اپنے ساتھ
لیں جو سات سو قیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کرکے فتح حاصل کی
اور پھر سلطنت حمیری قائم کی، اس کا کچھ بیان سورۂ فیل میں بھی آئیگا،
انشاء اللہ تعالیٰ - سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نجران کی ایک بنجر غیر آباد زمین
اپنے کسی کام کے لئے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن تامر رحمۃ اللہ علیہ
کا جسم اس میں ہے آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں
ہاتھ ہے ہاتھ اگر ہٹاتے ہیں تو خون بہنے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑ دیتے
ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون تھم جاتا ہے، ہاتھ کی ایک انگلی
میں انگوٹھی ہے جس پر رَبِّیَ اللّٰہ لکھا ہوا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے، چنانچہ اس
واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے حضرت فاروق اعظمؓ کا
فرمان گیا کہ اسے یونہی رہنے دو اور اوپر سے مٹی وغیرہ جو ہٹائی ہے وہ
ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح بے نشان کردو چنانچہ یہی کیا گیا، ابن ابی الدنیا
نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصبہان
فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے حکم پر وہ بنادی گئی لیکن پھر گر پڑی
پھر بنوائی پھر گر پڑی آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک بخت شخص
مدفون ہے جب زمین کھودی گئی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے
ساتھ ہی ایک تلوار ہے جس پر لکھا ہے میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں
والوں پر غفلت کی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لاشے کو نکال
لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرادی جو برابر رہی میں کہتا ہوں یہ حارث بن

ایمان لائے اوس کے وعدے کو سچا جانے اوس کے رسولوں کی تابعداری کرے خدائے عالم اوسے جنت میں داخل کریگا" فرماتے ہیں یہ لوح سفید موتی کی ہے اس کا طول آسمان وزمین کے درمیان کے برابر ہے اور اوس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے برابر ہے، اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اُسکے دونوں پٹھے سُرخ یاقوت کے ہیں اُسکا قلم نور ہے اوسکا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے اُسکی اصل فرشتہ کی گود میں ہے، مقاتلؒ فرماتے ہیں یہ خدا کے عرش کے دائیں طرف ہے، طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اوس کے صفحے سُرخ یاقوت کے ہیں اُسکا قلم نور کا ہے اوسکی کتابت نور ہے، اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اُسے دیکھتا ہے وہ پیدا کرتا ہے روزی دیتا ہے مارتا ہے جلاتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے، الحمد للہ سورۂ بروج کی تفسیر ختم ہوئی :۔

تفسیر سورۂ طارق مکیہ

مسند احمد میں ہے کہ خالد بن ابو جبلؓ عدوانی نے ثقیف قبیلے کی مشرق جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی پر یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جبکہ آپ ان لوگوں سے مدد طلب کرنے کے لئے یہاں آئے تھے، حضرت خالدؓ نے اسے یاد کر لیا جب یہ ثقیف کے پاس واپس آئے تو ثقیف نے ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ بھی اوس وقت مشرک تھے انہوں نے بیان کیا تو جو قریشی وہاں تھے جلدی سے بول پڑے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم نہ مان لیتے، نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کی نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا تجھے یہ کافی نہ تھا کہ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور ایسی ہی اور سورتیں پڑھ لیتا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخشش کرنیوالے مہربان خدا کے نام سے شروع

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝

قسم ہے آسمان کی اور اندھیری میں روشن ہونیوالے کی، تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونیوالی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے،

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝

کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو، انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝

وہ ایک اُچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

بیشک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے، جس دن پوشیدہ بھید کھل پڑینگے، تو نہ کوئی زور چلے نہ کوئی مددگار ہو،

اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور اون کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے طارق کی تفسیر چمکتے تارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھر رات کے وقت بے خبر آجائے یہاں بھی لفظ طروق ہے، آپ کی ایک دعا میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے، ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشنی والے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اُسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر خدا کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اوسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے کہ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ آگے پیچھے سے باری باری آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں، پھر انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا جیسے فرمایا هُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ لوٹائیگا اور یہ اوس پر بہت ہی آسان ہے، انسان اُچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں کے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے ترائبہ کہتے ہیں ہار کی جگہ کو، مونڈھوں سے لیکر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور نرخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصہ کو بھی

بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا اونہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور اون سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے ✤ خدایا ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھرپور حصہ عطا فرما آمین ✤

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بیشک ایمان قبول کرنیوالوں اور مطابق سنت کام کرنیوالوں کیلئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی

الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ

ہیں یہی بڑی کامیابی ہے، یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے،

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ ذُو الْعَرْشِ

وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کریگا، وہ بڑا بخشش کرنیوالا اور بہت محبت کرنیوالا ہے، عرش کا مالک

الْمَجِيْدُ ۙ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ؕ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ

عظمت والا ہے، جو چاہے کر گذرنیوالا ہے، تجھے لشکروں کی خبر بھی پہنچی؟

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ وَّاللّٰهُ مِنْ

یعنی فرعون اور ثمود کی، کچھ نہیں بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی انہیں

وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ع

ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا، لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا،

اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسے ملے گی؟ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ اپنے اون دشمنوں کو جو اوس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اوس کی نافرمانیوں میں لگے رہے سخت تر قوت کے ساتھ اس طرح پکڑیگا کہ کوئی راہِ نجات اون کے لئے باقی نہ رہے، وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لمحہ میں ہوجاتا ہے اوس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اوس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیگا نہ اوسے کوئی روکے نہ آگے آئے نہ سامنے پڑے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنیوالا ہے بشرطیکہ وہ اوس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دم سب معاف ہوجاتی ہیں، اپنے بندوں سے وہ پیار و محبت رکھتا ہے وہ عرش والا ہے جو عرش تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ مجید کی دو قرائتیں ہیں دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی پیش کے ساتھ وہ خدا کی صفت بن جائیگا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے معنی دونوں کے بالکل صحیح اور بند بیٹھتے ہیں، وہ جس کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اوس کی عظمت عدالت حکمت کی بنا پر نہ کوئی اوسے روک سکے نہ اوس سے پوچھ سکے، حضرت صدیق اکبرؓ سے اون کی اوس بیماری میں جس میں آپکا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا فرمایا کہ جواب دیا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَآ اُرِیْدُ ۞ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعونیوں اور ثمودیوں پر کیا کیا عذاب آئے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ اونکی کسی طرح کی مدد کرسکتا نہ کوئی اور اوس عذاب کو ہٹا سکا، مطلب یہ ہے کہ اوس کی پکڑ سخت ہے جب وہ کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو دردناکی اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صاحبہ قرآنِ پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۞ آپ کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سننے رہ گئے اور فرمایا نَعَمْ قَدْ جَآءَنِیْ یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آگئیں یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے فرعونیوں اور ثمودیوں کی خبر پہنچی ہے؟ پھر فرمایا کہ بلکہ کافر شک و شبہ میں کفر و سرکشی میں ہیں اور اللہ اون پر قادر اور غالب ہے نہ یہ اوس سے گم ہوسکیں نہ اوسے عاجز کرسکیں بلکہ یہ قرآن عزت اور کرامت والا ہے وہ لوحِ محفوظ کا نوشتہ ہے بلند مرتبہ فرشتوں میں ہے زیادتی کمی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے نہ اوس میں تبدیلی ہو نہ تحریف، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوحِ محفوظ حضرت اسرافیلؑ کی پیشانی پر ہے، عبدالرحمٰن بن سلمانؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور لوحِ محفوظ حضرت اسرافیلؑ کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جبتک انہیں اجازت نہ ملے وہ اُسے دیکھ نہیں سکتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوحِ محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے "کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، وہ اکیلا ہے اوس کا دین اسلام ہے، محمدؐ اوس کے بندے ہیں اور اوس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ تعالیٰ پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخشش کرنیوالے مہربان خدا کے نام سے شروع

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ

اپنے بہت ہی بلند خدا کے نام کی پاکیزگی بیان کر، جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا، اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْ أَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَاءً

تقدیر مقرر کی پھر راہ دکھائی، اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی، پھر اوس نے سکھا کر

أَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ إِنَّهٗ يَعْلَمُ

سیاہ کوڑا کردیا، ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولیگا، مگر جو کچھ خدا چاہے، وہ ظاہر

الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ

اور پوشیدہ کو جانتا ہے، ہم تجھے سہج سہج آسانی تک پہنچا دینگے، تو تو نصیحت کرتا رہ

إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝

اگر نصیحت کچھ فائدہ دے، ڈرنیوالے تو عبرت حاصل کر لینگے، ہاں بدبخت لوگ اس سے دور رہجائینگے

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

جو بڑی آگ میں جائیں گے، جہاں پھر نہ وہ مریں گے نہ جئیں گے،

مسند احمد میں ہے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تم اپنے رکوع میں کرلو جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ اتری تو آپ نے فرمایا اسے اپنے سجدے میں کرلو، ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھتے تو کہتے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى ۝ حضرت علی رضہ سے بھی یہ مروی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مروی ہے، اور آپ جب لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھتے اور آخری آیت أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى پر پہنچتے تو فرماتے سُبْحَانَكَ وَبَلٰى ۝ اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرماتا ہے اپنے بلند یوں والے پرورش کرنیوالے خدا کے پاک نام کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کر جس نے تمام مخلوق رچائی اور سب کو اچھی ہیئت بخشی انسان کو سعادت شقاوت کی رونمائی کی جانور کو چرنے چگنے وغیرہ کی جیسے اور جگہ ہے رَبُّنَا الَّذِيْٓ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۔یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اوس کی پیدائش عطا فرمائی پھر رہبری کی، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے خدائے تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر لکھی اوس کا عرش پانی پر تھا، جس نے ہر قسم کے نباتات اور کھیت نکالے پھر اون سرسبز چاروں کو خشک اور سیاہ رنگ کردیا، بعض عارفان کلام عرب نے کہا ہے کہ یہاں بعض الفاظ جو ذکر میں مؤخر ہیں معنیٰ کے لحاظ سے مقدم ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جس نے گھانس چارہ سبز رنگ سیاہی مائل پیدا کیا پھر اُسے خشک کردیا، گو یہ معنیٰ بھی بن سکتے ہیں لیکن کچھ زیادہ ٹھیک نظر نہیں آتے کیونکہ مفسرین سے اقوال کے خلاف ہیں، پھر فرماتا ہے کہ تجھے ہم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پڑھائینگے جسے تو بھولے نہیں ہاں اگر خود خدا کوئی آیت بھلا دینی چاہے تو اور بات ہے، امام ابن جریر تو اسی مطلب کو پسند کرتے ہیں، اور مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو قرآن ہم تجھے پڑھاتے ہیں اوسے نہ بھول، ہاں جسے ہم خود منسوخ کردیں اوس کی اور بات ہے، خدا پر بندوں کے چھپے کھلے اعمال احوال عقائد سب ظاہر ہیں، ہم تجھ پر بھلائی کے کام اچھی باتیں شرعی امر آسان کردینگے نہ اون میں کجی ہوگی۔نہ سختی نہ جرم ہوگا۔ تو نصیحت کر اگر نصیحت فائدہ دے اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہئے جیسے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کروگے جو اون کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بھلی باتیں اون کے لئے بری بن جائیں گی اور باعث فتنہ ہو جائینگی بلکہ لوگوں سے اونکی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو تاکہ لوگ خدا رسول کو نہ جھٹلائیں، پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کریگا جس کے دل میں خدا کا خوف ہے جو اوس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے وہ عبرت ونصیحت حاصل نہیں کرسکتا جو بدبخت ہو جو جہنم میں جانیوالا ہو جہاں نہ تو راحت کی زندگی ہے نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ دائمی عذاب اور ہمیشگی کی برائی ہے اوس میں طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں، مسند احمد میں ہے کہ جو اہل جہنمی ہیں اونہیں تو نہ تو موت آئے نہ کارآمد زندگی ملے ہاں جن کے ساتھ خدا کا ارادہ رحمت کا ہے وہ آگ میں گرتے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان کے ڈھیر جھپڑ لائیں گے پھر نہر حیاۃ میں ڈال دئے جائیں گے جنتی نہروں کا پانی

کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے، دل کے نچوڑ کو بھی کہا گیا ہے، سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے، وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اوس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر، اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی پچھلا قول ہی اچھا ہے اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدگیاں کھل جائینگی راز ظاہر ہو جائینگے بھید آشکارا ہو جائینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر غدار کی رانوں کے درمیان اسکے غدر کا جھنڈا گاڑ دیا جائیگا اور اعلان ہو جائیگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے، اوس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اوس کا مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا یعنی نہ تو خود اپنے تئیں عذابوں سے بچا سکیگا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے خدا کے عذابوں سے بچا سکے ✤

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ

بارش والے آسمان کی قسم ، اور پھٹنے والی زمین کی قسم ، بیشک یہ

لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝

قرآن البتہ دو ٹوک فیصلہ کرنیوالا کلام ہے یہ ہنسی کی اور بیفائدہ بات نہیں ، البتہ کافر داؤں گھات میں ہیں ،

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ ع ۱

اور میں بھی داؤں کر رہا ہوں ، تو کافروں کو مہلت دے انہیں تھوڑے دنوں چھوڑ دے !

رَجْع کے معنی بارش کے، بادل بارش والے کے، برسنے کے، ہر سال بندوں کی روزی لوٹانے کے حسب تفسیر یہ اوران کے جانور ہلاک ہو جائیں، سورج چاند اور ستاروں کے ادھر ادھر لوٹنے کے مروی ہیں، زمین پھٹتی ہے دانے گھاس چارہ نکلتا ہے۔ یہ قرآن حق ہے عدل کا حکم ہے یہ کوئی غذر قصہ باتیں نہیں، کافر اسے جھٹلاتے ہیں خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں طرح طرح کے مکر و فریب سے لوگوں کو خلاف قرآن پر اکساتے ہیں، تو اے نبی انہیں ذرا سی ڈھیل دے پھر عنقریب دیکھ لیگا کہ کیسے کیسے بدترین عذابوں میں یہ پکڑے جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ یعنی ہم انہیں کچھ یونہی سا فائدہ دینگے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دینگے ✤ الحمد للہ سورۂ طارق کی تفسیر ختم ہوئی ✤

تفسیر سورۂ سَبِّحْ مکیّہ

اس سورت کے مکّی ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں ہے. حضرت براؔ ابن عازبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم آئے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمار حضرت بلال حضرت سعد آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ بیس صحابیوں کو لیکر آئے میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز پر اس قدر خوش ہوئے ہوں جیسے اس پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور نابالغ لڑکے بھی پکار اٹھے کہ یہ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لائے آپکے آنے سے پہلے ہی میں نے یہ سورت سَبِّحِ اسْمَ اسی جیسی اور سورتوں کے ساتھ یاد کر لی تھی، مسند احمد میں ہے کہ یہ سورت حضورؐ کو بہت محبوب تھی، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو نے سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ مسند احمد میں مروی ہے کہ حضورؐ رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ دونوں عید کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے، اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں دونوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھتے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں بھی ہے ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھتے تھے، ایک روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ سورہ مُعَوِّذَتَيْن یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ بھی پڑھتے تھے، یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں سے بہت سے طرق کے ساتھ مروی ہے ہمیں اگر کتاب کے مطوّل ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ان سندوں کو اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو جہانتک میسر ہوتے وارد کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے واللہ اعلم ✤

سے پوری سورت کہی ہے بعضوں نے قَدْ اَفْلَحَ سے اَبْقٰی تک کہا ہے، زیادہ قوی بھی یہی قول معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم - سورۂ سَبِّحْ کی تفسیر ختم ہوئی وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَبِہٖ التَّوْفِیْقُ وَالْعِصْمَۃُ +

تفسیر سورۂ غاشیہ مکیّہ

یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم اور غاشیہ کو نماز عیدین اور جمعہ میں پڑھتے تھے، مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھتے تھے (ابوداؤد) صحیح مسلم ابن ماجہ اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ رحمان ورحیم کے نام سے شروع

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝

کیا تجھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ اسدن بہت سے چہرے ذلیل ہونگے،

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝

جو عمل کرنیوالے محنتیں اٹھانیوالے تھے، جو دہکتی ہوئی آگ میں جائینگے، جو نہایت گرم چشمے کا پانی پلائے جائینگے

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝

ان کیلئے سوائے کانٹوں دار درخت کے اور کچھ کھانا نہوگا، جو نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹاسکے،

غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لئے کہ وہ سب پر آئیگی سب کو گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر ایک کو ڈھانپ لیگی، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت کی قرآن پڑھنے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اوس نے یہی آیت هَلْ اَتٰكَ پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا نَعَمْ قَدْ جَآءَنِیْ یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے: اوس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہونگے پستی اون پر برس رہی ہوگی اون کے اعمال غارت ہوگئے ہونگے بڑے بڑے اعمال کئے تھے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگئے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک خانقاہ کے پاس سے گذرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اُسے دیکھ کر رو دئے لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آگئی کہ عبادت ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں عکرمہ اور سدیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی اور مار کی تکلیفیں برداشت کریں گے، یہ سخت بھڑکنے والی جلتی تپتی آگ میں جائیں گے، جہاں سوائے ضریع کے اور کچھ کھانے کو نہ ملیگا، یہ آگ کا درخت ہے جہنم کا پتھر ہے یہ عفور کی بیل ہے اس میں زہریلے کانٹوں دار پھل لگتے ہیں یہ بدترین کھانا ہے اور نہایت ہی برا، نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹائے یعنی نہ تو نفع پہنچے نہ نقصان دور ہو +

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝

بہت چہرے اس دن تروتازہ اور آسودہ حال ہونگے، اپنے اعمال سے خوش ہونگے، بلند وبالا جنتوں میں ہوں گے،

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝

جہاں کوئی بیہودہ بات کان میں نہ پڑیگی، جہاں چشمے جاری ہوں گے، جہاں اونچے اونچے تخت ہونگے،

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝

اور آبخورے رکھے ہوئے ہونگے، اور تکیے ہونگے ایک قطار میں لگے ہوئے، اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی،

اوپر چونکہ بدکاروں کا بیان اور اون کے عذابوں کا ذکر ہوا تھا تو یہاں نیک کاروں کا اور اون کے ثوابوں کا بیان ہو رہا ہے، تو فرمایا کہ اوس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہونگے جن پر خوشی کے اور آسودگی کے آثار ظاہر ہونگے یہ اپنے اعمال سے خوش ہونگے، جنتوں کے بلند بالاخانوں میں ہونگے جس میں کوئی لغو بات کان میں نہ پڑیگی جیسے فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۝ اوس میں سوائے سلامتی اور سلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے اور فرمایا لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ نہ اوس میں بیہودگی ہے نہ گناہ کی باتیں، اور فرمایا ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ نہ اوس میں فضول گوئی سنیں گے نہ بد باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا، اوس میں بہتی ہوئی نہریں ہونگی، یہاں نکرہ اثبات کے سیاق میں ہے، ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جنس نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہونگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں اور مشک کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں، اوس میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں اور اون کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں گو یہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ کے دوست اون پر

ان پر ڈالا جائیگا اور اس طرح جی اٹھینگے جس طرح دانہ نالی کے کنارے کوڑے پر اُگ آتا ہے کہ پہلے سبز ہوتا ہے پھر زرد پھر ہرا لوگ کہنے لگے حضور تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگل سے واقف ہوں، یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتب میں مروی ہے، قرآن کریم میں اور جگہ وارد ہے وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ الخ یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہینگے کہ اے مالک داروغہ جہنم خدا سے کہہ وہ ہمیں موت دیدے جواب ملیگا تم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو، اور جگہ ہے لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا الخ یعنی نہ تو اون کو موت آئیگی نہ عذاب کم ہونگے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں +

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ

بیشک اُن لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہوگئے، اور جنہوں نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتے رہے، لیکن

تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

تم تو دنیا کا جینا سامنے رکھتے ہو، اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے،

ع ۱۴

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں، ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے تئیں پاک کر لیا احکام اسلام کی تابعداری کی نماز کو ٹھیک وقت پہ قائم رکھا صرف خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور اوس کی خوشنودی کے طلب کرنے کے لئے اُس نے نجات اور فلاح پالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کی گواہی دے اوس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرے وہ نجات پا گیا (بزار) ابن عباس رض فرماتے ہیں اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے، حضرت ابوالعالیہ نے ایک مرتبہ ابو خلدہ سے فرمایا کہ کل جب عیدگاہ جاؤ تو مجھ سے ملتے جانا، جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھا لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا زکوٰۃ فطر ادا کر چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا بس یہی کہنا تھا، کہ اس آیت میں یہی مراد ہے، اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے،

حضرت ابوالاحوص فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اوسے خیرات دیدے پھر یہی آیت پڑھی حضرت قتادہ فرماتے ہیں اسنے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے رب کو راضی کر لیا، پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو اور درصل تمہاری مصلحت تمہارا نفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے دنیا ذلیل ہے فانی ہے آخرت شریف ہے باقی ہے ایک عاقل ایسا نہیں کر سکتا کہ فانی کو باقی پر اختیار کرے اور اسکے انتظام میں پڑ کر اوس کے اہتمام کو چھوڑ دے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اوس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو دنیا اوس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو اس کے جمع کرنے کے پیچھے وہ لگتے ہیں جو بیوقوف ہوں، ابن جریر میں ہے کہ حضرت عرفجہ ثقفی اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے جب اس آیت پہ پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپنے پھر فرمایا کہ اسلئے ہم دنیا کے گرویدہ ہوگئے کہ یہاں کی زینت کو یہاں کی عورتوں کو یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے تو ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اوس دور والی سے آنکھیں پھیر لیں۔ یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ رض کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں واللہ اعلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اوس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اوس نے دنیا کو نقصان پہنچایا تم اے لوگو باقی رہنے والی کو فنا ہونیوالی پر ترجیح دو، (مسند احمد) پھر فرماتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ سب بیان اون صحیفوں میں بھی تھا (بزار) نسائی میں حضرت عباس رض سے یہ مروی ہے اور جب جب آیت وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى ۝ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس سے مراد ایک کا بوجھ دوسرے کو نہ اُٹھانا ہے، سورۂ نجم میں ہے اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ آخری مضمون تک کی تمام آیتیں یعنی یہ سب احکام اگلی کتابوں میں بھی تھے، اسی طرح یہاں بھی مراد سَبِّحِ اسْمَ کی یہ آیتیں ہیں بعضوں

کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے کہا پس آپ کو قسم ہے اوس اللہ کی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور ان پہاڑوں کو گاڑا کیا اللہ ہی نے آپ کو اپنا رسول بناکر بھیجا ہے؟ آپنے فرمایا ہاں، کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں فرمایا اوس نے سچ کہا۔ کہا اوس اللہ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ کیا یہ خدا کا حکم ہے؟ آپنے فرمایا ہاں، کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے فرمایا سچ ہے کہا آپ کو اپنے بھیجنے والے خدا کی قسم کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں، کہا اور آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اوس نے سچ کہا وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ اوس خدائے واحد کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ زیادتی کروں نہ ان میں کوئی کمی کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ بعض روایات میں ہے کہ اوس نے کہا میں ضمام بن ثعلبہ ہوں بنو سعد بن بکر کا بھائی، ابو یعلیٰ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر تھی، اوس کے ساتھ اوس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اوس سے لڑکے نے اوس سے پوچھا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اوس نے کہا اللہ نے پوچھا میرے ابا جی کو کس نے پیدا کیا؟ اُس نے کہا اللہ نے، پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے، پوچھا زمین کو؟ کہا اللہ نے، پوچھا پہاڑوں کو؟ تبلایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، بچے کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ خدائے تعالیٰ بڑی شان والا ہے اوس کا دل عظمت خدا سے بھر گیا وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، ابن دینارؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن جعفر مدینی ضعیف ہیں، امام علی بن مدینی جو ان کے صاحبزادے اور جرح وتعدیل کے امام ہیں وہ انہیں بھی اپنے والد کو ضعیف تبلاتے ہیں ◆ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ تم تو خدا کی رسالت کی تبلیغ کیا کرو تم پر صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے آپ ان پر مسلط نہیں ہیں جبر کرنیوالے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کرسکتے، آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کرسکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہانتک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے اپنے جان و مال مجھ سے بچالئے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پھر آپنے اسی آیت کی تلاوت کی مسلم ترمذی مسند وغیرہ پھر فرماتا ہے مگر وہ جو منہ موڑے اور کفر کرے یعنی نہ عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے، جیسے فرمان ہے فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۃ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۃ نہ تو سچایا نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا اسی لئے اُسے بہت بڑا عذاب ہوگا، ابو امامہ باہلیؓ حضرت خالد بن یزید بن معاویہؒ کے پاس گئے تو کہا کہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آسانی سے آسانی والی حدیث سنی ہو اوسے مجھے سناؤ تو آپنے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائیگا مگر وہ جو اس طرح کی سرکشی کرے جیسے شریر اونٹ اپنے مالک پر کرتا ہے (مسند احمد) ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دینگے، نیکی کا نیک بدی کا بد ◆

سورۂ غاشیہ کی تفسیر ختم ہوئی وللہ الحمد والمنۃ ◆

تفسیر سورۂ فجر مکیہ

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہوگیا حضرت معاذؓ نے نماز میں قرأت لمبی کی اوس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہوکر چلا گیا حضرت معاذؓ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا
فا آپنے اوس جوان کو بلاکر پوچھا تو اوس نے کہا حضورؐ میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو میں نے گھوم کر

بیٹھنا چاہینگے تو وہ جھک جائینگے، شراب کے بھرپور جام اِدھر اُدھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے جس مقدار میں چاہے لیلے اور پی لے، اور تکیے ہیں ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر اُدھر بہترین بستر ے اور فرش باقاعدہ بچھے ہوئے ہیں، ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی ہے جو تہمد چڑھائے جنت کی تیاری کرلے اوس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے، ربّ کعبہ کی قسم وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے وہ بلند و بالا محلات ہیں وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں وہ بکثرت ریشمی حلے ہیں وہ پکے پکائے تیار عمدہ پھل ہیں وہ ہمیشگی والی جگہ ہے وہ سراسر میوے جات سبزہ راحت اور نعمت ہے وہ تر و تازہ بلند و بالا جگہ ہے سب لوگ بول اٹھے کہ ہم سب اوس کے خواہشمند ہیں اور اوس کے لئے تیاری کرینگے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے کہو صحابۂ کرام نے انشاء اللہ تعالیٰ کہا +

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝

کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں، اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے،

وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ

اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دئے گئے، اور زمین کی طرف کہ کس طرح

سُطِحَتْ ۝ فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَیْهِمْ

بچھائی گئی ہے، پس تو تو نصیحت کردیا کر تو صرف نصیحت کرنیوالا ہے، تو کچھ ان پر

بِمُصَیْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ ۝ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

داروغہ نہیں ہے، ہاں جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے، اُسے اللہ تعالیٰ بہت بڑا عذاب

الْاَکْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۝ ع ۱۳

کریگا، بیشک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا +

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اوس کی مخلوقات پر تدبّر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اوس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ہر چیز سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے اوس کی پاک ذات پر ہر ہر چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے، اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب و غریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور باوجود اس کے کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لادلیتا ہے اور ایک بچے کے ساتھ کس طرح اطاعت گذار بنکر چلتا ہے۔ اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آئے اس کے بال بھی تمہارے کام آئیں اس کا دودھ تم پیو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ، سب سے پہلے اسے اسلئے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک میں اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا، حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے آؤ چلو چلکر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے اور آسمان کی بلندی زمین سے کس طرح ہے وغیرہ — اور جگہ ارشاد ہے اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ الخ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اوسے کس طرح بنایا کیسے مزین کیا اور ایک سوراخ نہیں چھوڑا، پھر پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے گاڑ دئے گئے تاکہ زمین ہل نہ سکے اور پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ سکیں پھر اوس میں جو بھلائی اور نفع کی چیزیں پیدا کی ہیں اون پر بھی نظر ڈالو، زمین کو دیکھو کہ کس طرح پھیلا کر بچھا دی گئی ہے، غرض یہاں اون چیزوں کا ذکر کیا جو قرآن کے مخاطب عربوں کے ہر وقت پیش نظر رہا کرتی ہیں ایک بدوی جو اپنے اونٹ پر سوار ہوکر نکلتا ہے زمین اوس کے نیچے ہوتی ہے آسمان اوس کے اوپر ہوتا ہے پہاڑ اوس کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اونٹ پر خود سوار ہے، ان باتوں سے خالق کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ ظاہرہ بالکل ہویدا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خالق صانع رب عظمت عزت والا مالک اور متصرف معبودِ برحق اور خدائے حقیقی صرف وہی ہے اوس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے سامنے ہم اپنی عاجزی اور پستی کا اظہار کریں جسے ہم حاجتوں کے وقت پکاریں جس کا نام جپیں اور جس کے سامنے سر خم ہوں، حضرت ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو سوالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے وہ اس طرح کی قسمیں دیکر کئے تھے، بخاری مسلم ترمذی نسائی مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں باربار سوالات کرنے سے روکدیا گیا تھا تو ہماری یہ خواہش رہتی تھی کہ باہر کا کوئی عقلمند شخص آئے وہ سوالات کرے ہم بھی موجود ہوں اور پھر حضورؐ کی زبانی جوابات سنیں چنانچہ ایکدن ایک بادیہ نشین آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہا آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے، آپ نے فرمایا اوس نے سچ کہا وہ کہنے لگا بتلائیے کس نے آسمان کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ نے، کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپنے فرمایا اللہ نے، کہا ان پہاڑوں کو کس نے گاڑ دیا؟ اور ان میں یہ فائدے

مناسبت رکھتے ہیں فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا، جیسے وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ٥ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ٥ میں، عکرمہ؄ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے، حِجْر سے مراد عقل ہے، حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لئے اسے عقل کہتے ہیں، حلیم کو بھی حجر البیت اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنیوالے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے، اسی سے ماخوذ ہے حجر یمامہ، اور اسی لئے عرب کہتے ہیں حَجَرَ الْحَاكِمُ عَلٰى فُلَانٍ جبکہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے اور کہتے ہیں کہ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ٥ تو فرماتا ہے کہ ان میں عقلمندوں کے لئے قابل عبرت قسم ہے، کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی کہیں عبادت کے وقتوں کی جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اوس کے نیک بندے اوس کا قرب اور اوس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اوس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں، جب ان پرہیزگار نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی اور تواضع کا خشوع خضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں اون کا ذکر ہو رہا ہے تو فرماتا ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے، خدا کی نافرمانی رسول کی تکذیب اور بدیوں پہ جھک پڑے تھے، ان میں خدا کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عادِ اُولٰی ہیں جو عاد بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات دیدی اور باقی بے ایمانوں کو تیز و تند خوفناک اور ہلاکت آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضبناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہوگئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے انہیں سے ایک بھی باقی نہ رہا جس کا مفصل بیان قرآنِ کریم میں کئی جگہ ہے، سورۂ الحاقّہ میں بھی بیان ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ٥ یہ عاد کی تفسیر بطور عطف بیان کے ہے تاکہ بخوبی وضاحت ہوجائے، یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے، اسی لئے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ الخ یعنی یاد کرو کہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی کشادگی پوری دی ہے تمہیں چاہیے کہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ رہو، اور جگہ ہے کہ عادیوں نے ناحق زمین میں سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنیوالا ان سے بہت ہی زبردست طاقت و قوت والا ہے، یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑے طویل القامت قوی الجثہ، اِرَم ان کا دار السلطنت تھا انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لئے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی ہے مِثْلُهَا کی ضمیر کا مرجع عِمَادُ تبلایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے یہ احقاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے ستون تھے، اور بعضوں نے ضمیر کا مرجع قبیلہ تبلایا ہے یعنے اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اس لئے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو لَمْ يُعْمَلْ کہا جاتا نہ کہ لَمْ يُخْلَقْ، ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان میں اس قدر زور و طاقت تھی کہ ان میں کا کوئی اٹھتا اور ایک بڑی ساری چٹان لیکر کسی قبیلے پر پھینکدیتا تو بیچارے سب کے سب دب کر مر جاتے، حضرت ثور بن زید دیلی؄ فرماتے ہیں میں نے ایک ورق پر یہ لکھا ہوا پڑھا ہے کہ میں شداد بن عاد ہوں، میں نے ستون بلند کئے ہیں میں نے ہاتھ مضبوط کئے ہیں، میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کئے ہیں جو امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکالیگی، غرض خواہ یوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہ یوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ وہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے تھے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ ثمودیوں کے ساتھ آچکا ہے، یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور ثمودیوں کا دونوں کا ذکر ہے واللہ اعلم۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندریہ، لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ عبارت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہوسکتا ہے یا عطفِ بیان دوسرے اس لئے بھی کہ یہاں یہ بیان مقصود ہے کہ

مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا آپ نے فرمایا اے معاذ رضؓ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْفَجْرِ ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے،

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ

قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جب وہ چلنے لگے، کیا

فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ

ان میں عقلمند کے واسطے کافی قسم ہے؟ کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا، ارم والے

الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ

عادی جو بلند قامت تھی، جن جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے، اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے

بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ

بڑے پتھر تراشے تھے، اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔ ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا، اور بہت فساد مچا رکھا تھا

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا برسایا، یقیناً تیرا رب گھات میں ہے +

فجر تو ہر شخص جانتا ہی ہے یعنی صبح، اور یہ مطلب یہی ہے کہ بقرہ عید کے دن کی صبح، اور یہ مراد بھی ہے کہ صبح کے وقت کی نماز، اور پورا دن، اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں، چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں، لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو جان مال لیکر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لیکر نہ پلٹا بعضوں نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، رمضان شریف کے پہلے کے دس دن، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے، یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عَشْر سے مراد عید الاضحٰی کے دس دن ہیں اور وَتْر سے مراد عرفے کا دن ہے، اور شَفْع سے مراد قربانی کا دن ہے، اس کی اسناد میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے واللہ اعلم ◆ وَتْر سے مراد عرفے کا دن یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقرہ عید کا دن ہے، وہ طاق ہے یہ جفت ہے، حضرت واصل بن سائب نے حضرت عطارحؒ سے پوچھا کہ کیا وَتْر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں شفع عرفہ کا دن ہے اور وَتْر عید الاضحٰی کی رات ہے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ شَفْع کیا ہے اور وَتْر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور مَنْ تَاَخَّرَ میں جو ایک دن ہے وہ وَتْر ہے یعنی گیارھویں بارھویں ذی الحجہ کی شفع ہی اور تیرھویں وتر ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریق کا درمیانی دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے، صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں یاد کرے جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے، زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہی اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عزوجل، جیسے آسمان زمین تری خشکی جن انس سورج چاند وغیرہ، قرآن میں ہی وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ہم نے ہر چیز کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرلو، یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے، ایک حدیث میں ہے شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن، یہ حدیث اوس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے گذر چکی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشا کی چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکعتیں جو دن کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر، ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے بعض صحابہ سے فرض نماز مروی ہے، لیکن یہ مرفوع حدیث زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصین پر موقوف ہے واللہ اعلم، امام ابن جریر نے ان آٹھ نو اقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا، پھر فرماتا ہے، رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب ہیں اور وَالْفَجْرِ سے زیادہ

تن تنہا اوس کے سامنے کھڑے ہونیوالے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ اون میں فیصلے کریگا اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیگا جس کا وہ مستحق تھا وہ ظلم و جور سے پاک ہے، یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث وارد کی ہے جو بہت غریب ہے جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے اوس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذؓ مؤمن حق کا قیدی ہے اے معاذ مؤمن تو خدشے میں ہی رہتا ہے جبتک کہ پل صراط سے پار نہ ہو جائے۔ اے معاذ مؤمن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے قرآن اس کی دلیل ہے خوف اس کی حجت ہے شوق اس کی سواری ہے نماز اس کی پناہ ہے روزہ اس کی ڈھال ہے صدقہ اس کا چھٹکارا ہے سچائی اس کی امیر ہے شرم اس کا وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس پر واقف و آگاہ ہے وہ تیز تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے، اس کے راوی یونس حذاء اور ابو حمزہ مجہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو۔ اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبدالکلاعی نے اپنے ایک وعظ میں کہا لوگو جہنم کے سات پل ہیں اون سب پر پل صراط ہے پہلے ہی پل پر لوگ روکے جاویں گے یہاں نماز کا حساب کتاب ہوگا۔ یہاں سے نجات مل گئی تو دوسرے پل پر روک ہوگی یہاں امانتداری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا، تیسرے پل پر صلہ رحمی کی پرسش ہوگی اس کے کاٹنے والے یہاں سے نجات نہ پاسکینگے اور ہلاک ہونگے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ خدایا جس نے مجھے جوڑا تو اوسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اوسے توڑ یہی معنی ہیں اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ یہ اثر اتنا ہی ہے پورا نہیں ۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسے اس کا رب آزمائے اور عزت دولت دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا بَلْ لَّا

اور جب اسکا امتحان لیتے ہوئے روزی اوس پر تنگ کردے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی، ایسا ہرگز نہیں

تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم یتیموں کی عزت نہیں کرتے، اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو رغبت نہیں دیتے، اور مردوں کی

التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو، اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وسعت اور کشادگی پا کر یوں سمجھ بیٹھتے ہیں کہ خدا نے اون کا اکرام کیا یہ غلط ہے بلکہ دراصل یہ امتحان ہے جیسے اور جگہ ہے اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ یعنی مال و اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکیوں کی بڑھوتری سمجھتے ہیں دراصل یہ ان کی بے سمجھی ہے، اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی تنگی ترشی کو انسان اپنی اہانت سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ دراصل یہ بھی خدا کی طرف سے آزمائش ہے، اسی لئے یہاں كَلَّا کہہ کر ان دونوں خیالات کی تردید کی کہ یہ واقعہ نہیں کہ جسے خدا مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس پر تنگی کرے اوس سے ناخوش ہے بلکہ مدار خوشی اور ناخوشی کا ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے غنی ہوکر شکر گذاری کرے تو خدا کا محبوب اور فقیر ہوکر صبر کرے تو خدا کا محبوب، خدا تعالیٰ اسطرح اور اس طرح آزماتا ہے، پھر یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا، حدیث میں ہے کہ سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اوس کی اچھی پرورش ہو رہی ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اوس سے بدسلوکی کی جاتی ہو پھر آپ نے انگلی اٹھا کر فرمایا میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہونگے یعنی قریب قریب، ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ملا کر انہیں دکھا کر آپ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہونگے، پھر فرمایا کہ یہ لوگ فقیروں مسکینوں کے ساتھ سلوک احسان کرنے انہیں کھانا پینا دینے کی ایک دوسرے کو رغبت دلاتے نہیں دلاتے، اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے طرح ہے ۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا

یقیناً ایک وقت زمین بالکل برابر ریزہ ریزہ کرکے بچھا دی جائیگی، اور تیرا رب خود آجائیگا اور فرشتے صفیں باندھ

صَفًّا ۝ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ

باندھ کر آجائینگے، اور جس دن جہنم بھی لائی جائیگی اوس دن انسان عبرت حاصل کریگا

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ

لیکن آج عبرت کا فائدہ کہاں؟ وہ کہیگا کہ کاش کہ میں اپنی اس زندگی کیلئے کچھ نیک اعمال بھیج دیتا

ہر ایک سرکش قبیلے کو خدا نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا، نہ کہ کسی شہر کو، میں نے اس بات کو یہاں اس لئے بیان کر دیا ہے تا کہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے اون سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑ جائے وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اوس کے مکانات باغات محلّے وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر لؤ لؤ اور جواہر ہیں مٹی مشک ہے نہریں بہہ رہی ہیں پھل تیار ہیں کوئی رہنے سہنے والا نہیں در و دیوار خالی ہیں کوئی ہاں ہوں کرنیوالا بھی نہیں یہ شہر منتقل ہوتا رہتا ہے کبھی شام میں کبھی یمن میں کبھی عراق میں کبھی کہیں کبھی کہیں، وغیرہ یہ سب خرافات بنو اسرائیل کی ہیں ان کے بد دینوں نے یہ گھڑنت گھڑی ہے تا کہ جاہلوں میں باتیں بنائیں، ثعلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اوس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اوس میں گیا گھوما پھرا پھر لوگوں سے آکر ذکر کیا لوگ بھی وہاں گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا، ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصّے بہت لمبے چوڑے نقل کئے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصّہ سنداً صحیح مان لیں تو ممکن ہے کہ اوسے ہوس اور خیال ہو اور اپنے خیال میں اوس نے یہ نقشہ جما لیا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اُسے یقین دلا دیا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو، ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیالات کے کچے یوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں، اور قسم قسم کے جواہر یاقوت لؤلؤ اور موتی ہیں اکسیر کبیر ہے لیکن ایسے چند موانع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اژدہا بیٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بے وقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ادن سے کچھ وصول کرنے کے لئے مکّاروں نے مشہور کر رکھے ہیں، پھر کبھی چلّے کھینچنے کے بہانے سے کبھی بخور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکّار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانے کا

یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اوس کے ہاتھ لگ جاتا ہے، نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیو بھوت جن پری، جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی گھڑنت ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نیک سمجھ دے ✤ امام ابن جریر رح نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں، یہاں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا، اسی لئے اس کے بعد ہی ثمودیوں کا ذکر کیا کہ وہ ثمودی جو پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے، جیسے اور جگہ ہے وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو، اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنیٰ تراش لینے کے ہیں، عربی شعر بھی ہیں، ابن اسحاق فرماتے ہیں ثمودی عرب تھے وادی القریٰ میں رہتے تھے، عادیوں کا قصہ پورا پورا سورۂ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں، اب اعادہ کی ضرورت نہیں، پھر فرمایا میخوں والا فرعون، اَوْتَاد کے معنیٰ ابن عباس نے لشکروں کے کئے ہیں جو کہ اوس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے، یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصّے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا، چو رنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا تھا جس سے اوس کا کچومر نکل جاتا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسّیوں اور میخوں وغیرہ سے اوس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں گاڑیں پھر بڑا سارا چکّی کا پتھر اون کی پیٹھ پر مار کر جان لیلی، خدا اون پر رحم کرے، پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فسادی لوگ تھے لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے عذاب کا کوڑا برس پڑا وہ وبال آیا جو ٹالے نہ ٹلا اور ہلاک و برباد اور تہس نہس ہو گئے، تیرا رب گھات میں ہے دیکھ رہا ہے سن رہا ہے سمجھ رہا ہے وقتِ مقررہ پر ہر بُرے بھلے کو نیکی بدی کی جزا سزا دیگا یہ سب لوگ اوس کے پاس جانے والے

ابو ہاشم قنات بن زرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگِ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہوگئے، شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کر لو ایک ایک کو وہ یہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کرو ورنہ جلاد کو حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تین شخص تو مرتد ہوگئے جب چوتھا آیا تو اوس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اوس کی گردن اڑا دی گئی اور سر کو نہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آگیا اور اون تینوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں اور اے فلاں اون کے نام لیکر انہیں آواز دی جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ بھی دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا اوس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ اتنا کہہ کر وہ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا، اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اوسی وقت مسلمان ہو جاتے، بادشاہ نے اوسی وقت دربار برخاست کرا دیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہوگئے اور ہم سب یونہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے ہمارا فدیہ آگیا اور ہم نے نجات پائی، ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا یہ دعا پڑھا کر اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضَىٰ بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ خدایا میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان اور بھروسہ رکھتا ہو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو تیری قضا پر راضی ہو تیرے دئیے ہوئے پر قناعت کرنیوالا ہو، سورۂ والفجر کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ ✦

تفسیر سورۂ بَلَد مکیّہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، تجھے اس شہر میں لڑائی حلال ہونیوالی ہے، اور قسم ہے انسانی باپ اور اولاد کی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ

یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝ أَلَمْ

کہتا پھرتا ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا، کیا یوں سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں؟ کیا

نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝

ہم نے اوس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ اور زبان اور ہونٹ، اور دونوں راہیں دکھا دیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ یہاں مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے درآں حالیکہ وہ آباد ہے اوس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن چین میں ہیں، آگے اون پر رد کیا پھر قسم کھائی اور فرمایا کہ اے نبی تیرے لئے یہاں ایک مرتبہ لڑائی حلال ہونیوالی ہے جس میں کوئی گناہ اور حرج نہ ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا، صرف اوسی وقت کے لئے یہ حکم ہے، صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگارِ عالم نے اول دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک یہ حرمت و عزت اسکی باقی رہنے والی ہے اس کا درخت نہ کاٹا جاوے اس کے کانٹے نہ اکھیڑے جائیں میرے لئے بھی صرف ایک دن ہی کی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا آج پھر اوس کی حرمت اوسی طرح لوٹ آئی جیسے کل تھی، حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے، ایک روایت میں ہے کہ اگر یہاں کے جنگ و جدال کے جواز کی دلیل میں کوئی میری لڑائی پیش کرے تو کہدینا کہ خدا نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی، پھر قسم کھاتا ہے باپ کی اور اولاد کی، بعض نے تو کہا ہے کہ مَا وَلَدَ میں مَا نافیہ ہے یعنی قسم ہے اوس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اُسکی جو بے اولاد ہے یعنی عیالدار اور بانجھ، اور مَا کو موصولہ مانا جائے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ باپ کی اور اولاد کی قسم، باپ سے مراد حضرت آدمؑ اور اولاد سے مراد کل انسان، زیادہ قوی اور بہتر یہی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے مکہ کی جو تمام زمین اور کل بستیوں کی ماں ہے۔ تو اسکے بعد اوس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کے اصل اور اوسکی جڑ یعنی حضرت آدمؑ کی پھر اوس کی اولاد کی قسم کھائی، ابو عمران فرماتے ہیں مراد حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی اولاد ہے، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں عام ہے یعنی ہر باپ

لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝

پس آج خدا کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا، نہ اوس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگی، اے اطمینان والی روح

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

ع ۱۴

لوٹ چل اپنے رب کی طرف تو اوس سے راضی وہ تجھ سے خوش، پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا، اور میری جنت میں چلی جا،

قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ بالیقین اوس دن زمین پست کر دی جائیگی اونچی نیچی زمین برابر کر دیجائیگی اور بالکل صاف ہموار ہو جائیگی پہاڑ زمین کے برابر کر دئے جائیں گے، تمام مخلوق قبر سے نکل آئیگی، خود خدائے تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آجائیگا، یہ اوس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی اور یہ شفاعت اوس وقت ہوگی جبکہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے بڑے پیغمبر کے پاس ہو آئیگی اور ہر نبی کہدیگا کہ میں اس قابل نہیں پھر سب کے سب حضورؐ کے پاس آئینگے اور آپ فرمائینگے کہ ہاں ہاں میں اسکے لئے تیار ہوں پھر آپ جائیں گے اور خدا کے سامنے سفارش کرینگے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے یہی پہلی شفاعت ہے، اور یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کا مفصل بیان سورۂ سبحان میں گذر چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین فیصلے کے لئے تشریف لائیگا اوس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے، فرشتے بھی اوس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے، جہنم بھی لائی جائیگی، صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنم کی اوس روز ستر ہزار لگامیں ہونگی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہونگے جو اوسے گھسیٹ رہے ہونگے، یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے، اوس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگیگا برائیوں پر پچتائیگا نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کریگا گناہوں پر نادم ہوگا، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لیکر مرتے دم تک سجدے میں پڑا رہے اور خدا کا پورا اطاعت گذار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھیگا اور چاہیگا کہ میں دنیا کی طرف اگر لوٹایا جاؤں تو اجر و ثواب کے کام اور زیادہ کروں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اوس دن خدا کے عذابوں جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو وہ اپنے نافرمان اور نافرجام بندوں کو کریگا، نہ اوس جیسی زبردست پکڑ دھکڑ قید و بند کسی کی ہو سکتی ہے زبانیہ فرشتے بدترین بیڑیاں اور ہتھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہونگے، یہ تو ہوا بدبختوں کا انجام، اب نیک بختوں کا حال سنئے جو روحیں سکون اور اطمینان والی ہیں پاک اور ثابت ہیں حق کی ساتھی ہیں ان سے موت کے وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائیگا کہ تو اپنے رب کی طرف اوس کے پڑوس کی طرف اوس کے ثواب اور اجر کی طرف اوس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل یہ خدا سے خوش ہے اور خدا اس سے راضی ہے اور اتنا دیگا کہ یہ بھی خوش ہو جائیگا تو میرے خاص بندوں میں آجا اور میری جنت میں داخل ہوجا، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے، بُریدہ فرماتے ہیں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عبداللہ رضؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن اطمینان والی روحوں سے کہا جائیگا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے ساتھی یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی رضامند ہو، یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ اس آیت کو فَادْخُلِي فِي عَبْدِي ۝ پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اوس کے جسم میں چلی جا، لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ یعنی پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور جگہ ہے وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ یعنی ہمارا لوٹنا خدا کی طرف یعنی اوس کے حکم کی طرف اور اوس کے سامنے ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی یہی کہا جائیگا، دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ کے سامنے حضرت سعید بن جبیر رضؓ نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیق رضؓ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تجھے فرشتہ موت کے وقت یہی کہیگا، ابنِ ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ مفسر القرآن خیر الامت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی کا طائف میں انتقال ہوا تو ایک پرند آیا جس جیسا پرند کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا وہ نعش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون پڑھ رہا ہے، یہ روایت طبرانی میں بھی ہے،

ہیں کہ یہ سخت گھاٹی داخلے کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ، پھر اس کا داخلہ تبلایا یہ کہکر کہ تمہیں کس نے تبلایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا، ابن زیدؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادگی گردن یا صدقۂ طعام، فَكُّ رَقَبَةٍ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فَكَّ رَقَبَةً بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل، دونوں قرأتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑائے اللہ تعالیٰ اوس کے ہر ہر عضو اسکے ہر ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہانتک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ، حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدینؒ نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپنے فرمایا ہاں تو آپنے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلالو جب وہ سامنے آیا تو آپنے فرمایا جاؤ تم خدا کے نام پر آزاد ہو، بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے، صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا، اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اوس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اوس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے اوسکی بھی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بناوے اللہ تعالیٰ اوس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اوسے اسکا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اوسے قیامت کے دن نور ملیگا، اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اُسے اولادِ اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملیگا، اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مرجائیں اُسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریگا اور جو شخص راہِ خدا میں جوڑے دے

اللہ تعالیٰ اوس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیگا جس سے چاہے چلا جائے، ان تمام حدیثوں کی سندیں نہایت عمدہ ہیں، ابوداؤد میں ہے کہ ایکمرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اوسکا قرآن شریف اُسکے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہمنے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ، آپنے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپنے فرمایا اوس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ تعالیٰ اوس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کریگا، یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے، اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اُسے اسکا فدیہ بنا دیتا ہے، ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، مسندِ احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضورؐ کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں آپنے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا نسمہ آزاد کر رقبہ چھڑا! اوس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپنے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فَكُّ رَقَبَةٍ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کر دے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لئے کسی مسکین کو دینا ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا یہ ہیں جنت کے کام اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا پیاسے کو پلا نیکیوں کا حکم کر برائیوں سے روک اگر اسکی بھی طاقت نہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال، ذِي مَسْغَبَةٍ کے معنی ہیں بھوک والا، جبکہ کھانے کی اشتہا ہو، غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اُسے جو ناداں بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ چکا ہے اور ہے بھی اُس کا رشتہ دار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے اور رشتے دار کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے۔ (مسند احمد) یا ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو، راستے میں پڑا ہوا ہو، گھر در نہ ہو، بر بستر نہ ہو، بھوک کی وجہ سے پیٹھ زمین دوز ہو رہی ہو، اپنے گھر سے

اور ہر اولاد، پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت بچے تُلے اعضار والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ ترتیب اور عمدہ ترکیب دیدی جاتی ہے، جیسے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ الخ یعنی اوس خدا نے تجھے پیدا کیا درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دی۔ اور جگہ ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہترین صورت پہ بنایا ہے، ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت طاقت والا پیدا کیا ہے خود اسے دیکھو اس کی پیدائش کی طرف غور کرو اس کے دانتوں کا نکلنا دیکھو وغیرہ، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں پہلے نطفہ پھر خون بستہ پھر لوتھڑا گوشت کا غرض اپنی پیدائش میں خوب مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا یعنی اوس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی، بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں سختی اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے، عکرمہؒ فرماتے ہیں شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے، قتادہؒ فرماتے ہیں مشقت میں۔ یہ بھی مروی ہے اعتدال اور قیام میں، دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنی پڑتی ہیں۔ حضرت آدمؑ چونکہ آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا، کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اوس کے مال کے لینے پر کوئی قادر نہیں، اوس پر کسی کا بس نہیں، کیا وہ نہ پوچھا جائیگا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا، یقیناً اس پہ خدا کا بس ہے اور وہ پوری طرح اوس پہ قادر ہے، پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے وارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے، کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اوسے کوئی دیکھ نہیں رہا یعنی خدا کی نظروں سے کیا وہ اپنے تئیں غائب سمجھتا ہے، کیا ہم نے اس انسان کو دیکھنے والی دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی؟ اور دو ہونٹ نہیں دئے جن سے کلام کرنے میں مدد ملے، کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہو اور منہ کی بھی، ابن عساکر میں ع ۱۵
ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم میں نے بڑی بڑی بیحد نعمتیں تجھ پر انعام کیں جنہیں تو گن بھی نہیں سکتا نہ اوس کے شکر کی تجھ میں طاقت ہے میری ہی یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں پھر میں نے اون پر پلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کرلے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کرلے میں نے تجھے شرمگاہ دی ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے حلال جگہ تو بیشک استعمال کر لیکن حرام جگہ پردہ ڈال لے، اے ابن آدم تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذابوں کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دئے بھلائی کا اور برائی کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو راستے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے؟ یہ حدیث بہت ضعیف ہے، یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی مروی ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اس سے دونوں دودھ ہیں، اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے، جیسے اور جگہ ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ الخ یعنی ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے سنتا دیکھتا کیا، ہم نے اس کی رہبری کی اور راستہ دکھا دیا پس یا تو شکر گذار رہے یا ناشکرا +

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ

سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا، اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی ہی کیا؟ کسی گردن کو آزاد کرنا

اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا

یا بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتہ دار یتیم کو، یا خاکسار مسکین کو،

ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا

پھر اون لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور

بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا

رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں، یہی لوگ داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دئے جانیوالے ہیں، اور جن لوگوں نے ہماری

بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دئے جانیوالے ہیں، انہی پر آگ ہے جو ہر طرف سے گھری ہوئی

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے پہاڑ کا نام ہے، حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں اس کے ستر درجے ہیں جہنم میں، قتادہؒ فرماتے

آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بڑی خلق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے اس کے پیدا کرنے والے سے او زیادہ ہیبت کرنی چاہئے، (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو مَا ہے یہ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے، یعنی آسمان اور اوس کی بناوٹ کی قسم، حضرت قتادہؒ کا قول یہی ہے اور یہ مَا معنی میں مَنْ کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اوس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود خدا کی، مجاہدؒ یہی فرماتے ہیں، یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں، بنا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ الخ یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں ہم نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانے والے ہیں، اس طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اسے پھیلانے کی اسکی تقسیم کی اس کی مخلوق کی قسم، زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے، جوہری فرماتے ہیں طَحَوْتُهٗ مثل دَحَوْتُهٗ کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں، اکثر مفسرین کا یہی قول ہے، پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم، یعنی اسے پیدا کیا در آنحالیکہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا جیسے اور جگہ ہے فَاَقِمْ وَجْهَكَ الخ اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کے لئے فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدیل نہیں، حدیث میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اوس کے ماں باپ اوسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی اون میں تم کن کٹا نہ پاؤ گے (بخاری مسلم) صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے پیدا کئے، ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے ورغلا لیا۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا نے اسے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اوسکی طرف اس کی رہبری ہوئی، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا، ابن جریر میں ہے حضرت ابوالاسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا ذرا بتلاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں یہ کیا ان کے لئے خدا کی جانب سے مقرر ہو چکی ہے اور

انکی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے یا یہ خود آئندہ کیلئے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء اون کے پاس آ چکے اور خدا کی حجت ان پر پوری ہوئی، میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے، حضرت عمرانؓ نے کہا پھر یہ ظلم تو نہ ہوگا میں تو اسے سُن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی خدا ہے تمام ملک اُسی کے ہاتھ میں ہے اُس کے افعال کی بازپرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے، میرا یہ جواب سُن کر حضرت عمران بہت خوش ہوئے اور کہا خدا تجھے درستگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اسی لئے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے، سنو ایک شخص مُزینہ یا جُہینہ قبیلے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے تم سے کیا اور حضورؐ نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے دیا تو اوس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کیلئے پیدا کیا ہے اوس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اوس پر آسان ہونگے سنو قرآن میں اسکی تصدیق موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے مسند احمد میں بھی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بامراد ہوا، یعنی اطاعت رب میں لگا رہا نکمے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دئے، جیسے اور جگہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اوس نے کامیابی پائی، اور جس نے اپنے ضمیر کا ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اوسے برباد کیا نافرمانیوں میں پڑ گیا اطاعت خدا کو چھوڑ بیٹھا یہ ناکام اور نامراد ہوا، اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ بامراد ہوا اور جس نفس کو خدا نے نیچے گرا دیا وہ برباد اور خائب اور خاسر رہا۔ عوفی اور علی بن ابو طلحہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں، ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا پڑھ کر فرمایا کہ جس نفس کو خدا نے پاک کیا اوس نے چھٹکارا پا لیا، لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جویبر بن سعید متروک الحدیث ہے

دور ہو مسافرت میں ہو فقیر مسکین محتاج مقروض مفلس ہو، کوئی پرسانِ حال بھی نہ ہو، اہل وعیال والا ہو، یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں، پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر خدا سے اجر کا طالب ہو، جیسے اور جگہ ہے مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ الخ جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو بھی وہ باایمان تو انکی کوشش خدا کے ہاں مشکور ہے، اور جگہ ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى الخ ایمان والوں میں سے جو مرد و عورت مطابق سنت عمل کرے یہ جنت میں جائینگے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے، پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدمات سہنے اور اُن پر رحم وکرم کرنیکی یہ آپس میں ایک دوسروں کو وصیت کرتے ہیں، جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنیوالوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کریگا، اور حدیث میں ہے جو رحم نکرے اوس پر رحم نہیں کیا جاتا، ابوداؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں، پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائیگا اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں عمل نامہ ملیگا، اور سر بند تہ بہ تہ آگ میں جائیں گے، جس سے نہ کبھی چھٹکارا ملیگا نہ نجات نہ راحت نہ آرام، اوس آگ کے دروازے ان پر بند رہیں گے، مزید بیان اس کا سورۂ وَيْلٌ لِّكُلِّ الخ میں آئیگا انشاء اللہ حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اوس میں روشنی ہوگی نہ سوراخ ہوگا نہ کبھی وہاں سے نکلنا ملیگا، حضرت ابو عمران جونی رح فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئیگا اللہ حکم دیگا اور ہر سرکش کو ہر ایک شیطان کو اور ہر اوس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائیگا پھر جہنم میں جھونک دیا جائیگا، پھر جہنم بند کردی جائیگی، خدا کی قسم کبھی ان کے قدم ٹکیں گے ہی نہیں خدا کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دیگی خدا کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگیگی ہی نہیں خدا کی قسم انہیں کبھی کوئی مزے کی چیز کھانے پینے کو ملیگی ہی نہیں (ابن ابی حاتم) سورۂ بَلَدْ کی تفسیر ختم ہوئی ✦

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ ✦

تفسیر سورۂ والشمس وضحٰہا مکیہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے ساتھ امامت کیوں نہ کرائی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بڑا رحیم ہے!

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَاللَّيْلِ

قسم ہے سورج کی اور اُسکی دھوپ کی، قسم ہے چاند کی جب اسکے پیچھے آئے قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے، قسم ہے رات کی

اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَ

جبکہ اسے ڈھانپ لے، قسم ہے آسمان کی اور اسکے بنانے کی! قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنیکی!

نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ

قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانیکی، پھر قسم ہے اسکے دل میں بدی اور نیکی ڈالنے کی　جس نے

اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝

اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا! اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا

حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں ضُحٰی سے مراد روشنی ہے، قتادہ رح فرماتے ہیں پورا دن مراد ہے امام ابن جریر رح فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جبکہ اس کے پیچھے آئے، یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے، ابن زید رح فرماتے ہیں کہ مہینہ کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دنوں میں یہ آگے ہوتا ہے، زید بن اسلم رح فرماتے ہیں مراد اس سے لیلۃ القدر ہے، پھر دن کی قسم کھائی جبکہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیرے، بعض عربی دانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکا دے تو اور اچھا ہوتا تاکہ يَغْشٰهَا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے، اسی لئے حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں دن کی قسم جبکہ وہ اسے روشن کر دے، امام ابن جریر رح اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر هَا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اوسی کا ذکر چل رہا ہے، رات جبکہ اوسے ڈھانپ لے یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور چوطرف اندھیرا پھیل جائے یزید بن ذی حمایہ کہتے ہیں کہ جب رات

جسے خدائے تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پتھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح کا معجزہ اور خدا کی قدرت کی کامل نشانی تھی خدا بھی ان پر غضبناک ہوگیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ اُحیمر ثمود کے ہاتھ پر اوس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد عورت نے بیعت کر لی تھی اور سب کے مشورے سے اس نے اوس اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب پکڑے گئے، وَلَا يَخَافُ کو فَلَا يَخَافُ بھی پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کسی کو سزا کرے تو اوسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اسکا انجام کیا ہوگا، کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس بدکار اُحیمر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے نہ ڈرا، مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔ سورہ والشمس وضحٰہا کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ

تفسیر سورۂ واللیل مکیۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذ رضؓ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہوچکا ہے کہ تو نے سَبِّحِ اسْمَ اور وَالشَّمْسِ اور وَاللَّيْلِ سے امامت کیوں نہ کرائی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم کے نام سے شروع۔

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝

قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔ اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو۔ اور قسم ہے اُس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ

یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔ ہاں جو شخص دیتا رہا اور ڈرتا رہا۔ اور نیک بات کی تصدیق

بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ

کرتا رہا۔ تو ہم بھی سہج سہج اسے آسانی میں پہنچا دینگے۔ لیکن جو بخیلی کرے اور بے پرواہی برتے اور نیک بات کی

بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝

تکذیب کرے، تو ہم بھی اُسے سہج سہج سختی میں پہنچا دینگے۔ اُس کا مال اُسے اوندھا گرنے کے وقت کچھ کام نہ آئیگا۔

مسند احمد میں ہے حضرت علقمہؒ شام میں آئے اور دمشق کی مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا مجھے نیک ساتھی عطا فرما پھر چلے تو حضرت ابوالدرداءؓ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو تو حضرت علقمہؒ نے کہا میں کوفے والا ہوں پوچھا کہ ام عبدؓ اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے میں نے کہا وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى پڑھتے تھے، حضرت ابوالدرداءؓ فرمانے لگے میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یونہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک وشبہ میں ڈال رہے ہیں پھر فرمایا کیا تم میں تکیے والے یعنی جن کے پاس سفر میں حضورؐ کا بستر رہتا تھا اور رازداں ایسے بھیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں وہ جو شیطان سے بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچا لئے گئے تھے وہ نہیں؟ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اوس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے شاگرد اور ساتھی حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس آئے آپ بھی اونہیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے، پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ کی قرآت پر قرآن پڑھنے والا کون ہے؟ تو کہا کہ ہم سب ہیں پھر پوچھا کہ تم سب میں حضرت عبداللہ کی قرآت کو زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہ کی طرف اشارہ کیا تو اون سے سوال کیا کہ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کو حضرت عبداللہ سے تم نے کس طرح سنا؟ تو کہا وہ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى پڑھتے تھے کہا میں نے بھی حضور علیہ السلام سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى پڑھوں خدا کی قسم میں تو ان کی مانونگا نہیں، الغرض حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرآت یہی ہے اور حضرت ابوالدرداء نے تو اسے مرفوع بھی کہا ہے باقی جمہور کی قرآت وہی ہے جو موجودہ قرآنوں میں ہے، پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جبکہ اوس کا اندھیرا تمام مخلوق پر چھا جائے اور دن کی قسم کھاتا ہے جبکہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کردے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو نر و مادہ کا پیدا کرنے والا ہے جیسے فرمایا وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ ہم نے تمہیں جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے اور فرمایا وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ہر چیز کے جوڑے ہم نے پیدا کئے ہیں، ان متضاد اور ایک دوسری کے خلاف قسمیں کھا کر اب فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلائی کرنے والے بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں، پھر فرماتا ہے کہ جس نے دیا یعنی اپنے مال کو خدا کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھونک پھونک قدم رکھا ہر ہر امر میں خوف خدا کرتا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اوس کے ثواب پر یقین

دوسری علت یہ ہے کہ ضحاک جو حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ پڑھ کر آپ یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰىهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا وَخَیْرُ مَنْ زَكَّاهَا ۝ ابن ابی حاتم کی حدیث میں یہ دعا یوں وارد ہوئی ہے اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰىهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہیں اندھیرے کی وجہ سے میں گھر میں اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ آپ پر پڑے آپ اوس وقت سجدے میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰىهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہی ہے، مسلم شریف اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰىهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ لَهَا یا اللہ میں عاجز اور بے چارہ ہو جانے سے سستی سے اور ہار جانے سے بڑھاپے سے اور نامردی سے اور بخیلی سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ میرے دل کو اوس کا تقویٰ عطا فرما اور اوسے پاک کردے تو ہی اسے بہتر پاک کرنیوالا ہے تو ہی اسکا والی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو، اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جاوے، راویِ حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلعم نے ہمیں یہ دعا سکھائی اور ہم تمہیں سکھاتے ہیں ۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝

ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا ۔ جب اُن میں کا بڑا بدبخت اُٹھ کھڑا ہوا ۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ

ان ہیں اللہ کے رسول نے فرمادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی

سُقْیٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ

باری کی حفاظت کرو۔ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ۔ پس ہلاکت ڈالی اوپر

عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

اون کے رب نے اون کے گناہوں کے باعث پھر عام کردیا ہلاکت کو ۔ وہ اس سزا کے انجام سے بے خوف ہے

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی اور تکبر و تجبر کی بنا پر اپنے رسولوں کی تصدیق نہ کی، محمد بن کعب رح فرماتے ہیں بِطَغْوٰىهَا کا مطلب یہ ہے کہ اون سب نے تکذیب کی لیکن پہلی بات ہی زیادہ اولیٰ ہے حضرت مجاہد رح اور حضرت قتادہ رح نے بھی یہی بیان کیا ہے، اس سرکشی کی وجہ سے اور اس تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بدبخت ہوگئے کہ ان میں سے جو زیادہ بدشخص تھا وہ تیار ہوگیا اسکا نام قدار بن سالف تھا اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ ثمودیوں کی آواز پر یہ آگیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا، یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا شریف تھا ذی نسب تھا قوم کا رئیس اور سردار تھا، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹنی کا اور اس کے مار ڈالنے والے کا ذکر کیا اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جیسے ابو زمعہ ہے اسی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف عزیز اور بڑا آدمی تھا، امام بخاری رح بھی اسے تفسیر میں اور امام مسلم جہنم کی صفت میں لائے ہیں۔ اور سنن ترمذی سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا بھر کے بدبخت ترین دو شخص بتلاتا ہوں ایک تو احیمر ثمود جسنے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگائیگا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تربتر ہو جائیگی، اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمادیا تھا کہ اے قوم خدا کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈرو، اس کے پانی پینے کے مقرر دن میں ظلم کرکے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باریاں بندھی ہوئی ہیں لیکن ان بدبختوں نے پیغمبر کی نہ مانی جس گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہوگئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے اور اوس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں

یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دیدے، لیکن کون دیسکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے اوس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟ پھر اور باتوں میں لگ گئے، پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے ہی میں خریدتا ہوں اس نے کہا اچھا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو، اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے، پھر اسے کچھ سوجھی تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب جبتک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا اوس نے بھی کہا بہت اچھا میں بھی ایسا احمق نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو خم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دیدوں تو یہ کہنے لگا کہ اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لونگا وہ تنے والے بہت عمدہ لونگا اس نے کہا اچھا منظور رہا پنچ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اوسے آپ کو دیدیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بال بچوں کا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی، ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، آپ مکہ شریف میں ابتدار اسلام کے زمانے میں بڑھیا عورتوں کو اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کر دیا کرتے تھے اوس پر ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت ابو قحافہؓ نے جو ابتک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہا کہ بیٹا تم جو ان کمزوروں کو آزاد کرتے پھرتے ہو اس سے تو یہ اچھا ہو کہ نوجوان طاقت والوں کو آزاد کراؤ تاکہ وقت پر وہ تمہیں کام آئیں تمہاری مدد کریں اور دشمنوں سے لڑیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اباجی میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب مرضی مولا چاہتا ہوں، اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ تَرَدّٰی کے معنیٰ مرنے کے بھی مروی ہیں اور آگ میں گرنے کے بھی۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا

راہ دکھا دینا ہمارا ذمہ ہے، اور ہمارے ہی ہاتھ ہے آخرت اور دنیا، میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی

تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا

آگ سے ڈرا دیا، جس میں صرف وہ بدبخت تر لوگ داخل ہونگے، جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا، اوس سے ایسا شخص

الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ

دور کیا جائیگا جو پرہیزگار ہو، جو پاکی حاصل کرنے کیلئے اپنا مال دیتا ہے، کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں

مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ

جس کا بدلہ دیا جاتا ہو، صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کا دیدار مطلوب ہے،

ع ۱ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

یقیناً وہ بھی عنقریب رضامند ہو جائیگا۔

یعنی حلال و حرام کا ظاہر کر دینا ہمارے ذمے ہے، یہ بھی معنیٰ ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک پہنچ جائیگا جیسے فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے، میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہانتک کہ میری اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں، بار بار یہ فرما رہے تھے یہانتک کہ چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی، صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہو گا جس کے دونوں تلووں تلے دو انگارے رکھدئے جائیں گے جس سے اوس کا دماغ ابل رہا ہو گا، مسلم شریف کی حدیث میں ہے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہو گا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہونگے جن سے اوس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہو گا جس طرح ہنڈیا میں کھدبدی آ رہی ہو، باوجودیکہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہو گا، اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھار کر بدترین عذاب کئے جائیں گے جو بدبخت تر ہوں جن کے

رکھا، حُسنیٰ کے معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بھی کئے گئے ہیں، خدا کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں نماز روزہ زکوٰۃ صدقۂ فطر جنت کے بھی مروی ہیں، پھر فرماتا ہے کہ ہم اوسے آسانی کی راہ آسان کریں گے یعنی بھلائی کی اور جنت کی اور نیک بدلے کی، اور جس نے اپنے مال کو راہِ خدا میں نہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی اور حسنیٰ کی یعنی قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اُس پر ہم برائی کا راستہ آسان کر دینگے جیسے فرمایا وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ الخ یعنی ہم اون کے دل اور اون کی آنکھیں الٹ دینگے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں انکی سرکشی میں ہی بھٹکتے چھوڑ دیں گے۔ اس مطلب کی آئتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اوسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنیوالے کو توفیقِ خیر ملتی ہے اور شر کا قصد رکھنے والوں کو اوسی کی توفیق ہوتی ہے، اس معنیٰ کی تائید میں یہ حدیثیں بھی ہیں، حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال فارغ شدہ تقدیر کے ماتحت ہیں یا نو پید ہماری طرف سے ہیں آپنے فرمایا بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہونگے جس چیز کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے (مسند احمد) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بقیع غرقد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپنے فرمایا سنو تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت دوزخ میں مقرر کر دہ ہے اور لکھی ہوئی ہے لوگوں نے کہا پھر ہم اوس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ رہیں؟ تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کو وہی اعمال راس آئیں گے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر آپنے یہی آئتیں تلاوت فرمائیں (صحیح بخاری شریف) اسی روایت کے دوسرے طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا اور سر نیچا کئے ہوئے زمین پر اوسے پھیر رہے تھے، الفاظ میں کچھ کمی بیشی بھی ہے، مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بھی ایک ایسا ہی سوال جیسا اوپر کی حدیث میں حضرت صدیقؓ کا گذرا مروی ہے اور آپ کا جواب بھی انہیں تقریباً ایسا ہی مروی ہے، ابن جریر میں حضرت جابر رضؓ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے، ابن جریر کی ایک حدیث میں دو نوجوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضورؐ کا ایسا ہی جواب مروی ہے، اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یا رسول اللہؐ ہم بہ کوشش نیک اعمال کرتے رہینگے

حضرت ابوالدرداء رضؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں اور وہ باوازِ بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنتی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ اے اللہ سخی کو نیک بدلہ دے اور بخیل کا مال تلف کر، یہی معنیٰ ہیں قرآن کی ان چاروں آیتوں کے

ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا اون میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں وہ بیچارہ غریب نیک بخت اور بال بچوں دار تھا باغ والا جب اوس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اوس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں اونہیں اوس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آکر اون سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈالکر اوس کے منہ سے نکلوالیتا۔ اس مسکین نے اس کی شکایت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپنے ان سے تو فرما دیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جسکی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دیدے اللہ تعالیٰ اوس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دیگا وہ کہنے لگا اچھا حضرت میں نے دیا مگر مجھے اوس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے چلے، ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپکا کر دوں تو کیا مجھے بھی اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپنے فرمایا ہاں، یہ شخص باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرتؐ مجھے میرے فلاں درختِ کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو کہہ رہے تھے میں نے یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے، پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اوسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں ہاں

اللہ اکبر کہے بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، بعض قاریوں نے سورۂ والضحیٰ سے ان تکبیروں کے کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب وحی کے آنے میں دیر لگی اور کچھ مدت حضورؐ پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبرئیلؑ آئے اور یہی سورت لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپؐ تکبیر کہی لیکن یہ کسی ایسی اسناد کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت وضعف کا پتہ چل سکے۔ واللہ اعلم ✣

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا بخشش کرنیوالا نہایت مہربان ہے ؁

وَالضُّحٰى ○ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلۡاٰخِرَةُ
قسم ہے چاشت کے وقت کی ؁ اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے ؁ نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ بیزار ہو گیا ؁ یقیناً تیرے لئے

خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ○ وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ○
انجام آغاز سے بہتر ہے ؁ تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دیگا اور تو راضی خوش ہو جائیگا ؁

اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا
کیا اُس نے تجھے یتیم پاکر جگہ نہیں دی ؟ اور تجھے راہ بھولا پاکر

فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى ○ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ
ہدایت دی ؁ اور تجھے تنگ دست پاکر تونگر بنا دیا ؁ پس یتیم کو

فَلَا تَقۡهَرۡ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ○ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ○
تو بھی نہ دبا ؁ اور سوال کرنے والے کو نہ ڈانٹ ڈپٹ ؁ اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ ؁

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی کہ تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں (بخاری مسلم وغیرہ) حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو چھوڑ دئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ سے ما قلیٰ تک کی آیتیں اتاریں، اور روایت میں ہے کہ حضورؐ کی انگلی پر پتھر مارا گیا تھا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا

هَلۡ اَنۡتِ اِلَّا اِصۡبَعٌ دَمِيۡتِ ۞ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَا لَقِيۡتِ

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہِ خدا میں تجھے یہ زخم لگا ہے طبیعت کچھ ناساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین رات آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اُس عورت نے وہ ناشائستہ الفاظ نکالے اور آیتیں نازل ہوئیں، کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابولہب کی جورو اُمّ جمیل تھی اوس پر خدا کی مار، آپ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبانِ مبارک سے ادا ہونا تو صحیحین میں بھی ثابت ہے لیکن ترکِ قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ غریب ہے، ابنِ جریر میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے کہیں ناراض نہ ہو گیا ہو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں، اور روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی حضورؐ بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہ رضؓ نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں، یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہؓ کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ممکن ہے کہ مائی صاحبہ نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم، ابنِ اسحاق رحؒ اور بعض اور سلف نے فرمایا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اوسوقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی، ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ وحی کے رُک جانے کی بنا پر مشرکین کے اوس ناپاک قول کے رد میں یہ آیتیں اتریں، یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرتِ قادر اور خلقِ خالق کی صاف دلیل ہے، جیسے اور جگہ ہے وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ○ اور جگہ ہے فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ الخ مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے، پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی، تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارکِ دنیا تھے، آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنیوالے پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی، مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ بوریے پر لیٹے جسم مبارک پر بوریے کے نشان پڑ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضورؐ ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ ایک بوریے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال تو

دل میں تکذیب ہو اور جسم سے اسلام پر عمل نہ ہو، مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے، لوگوں نے پوچھا شقی کون ہے؟ فرمایا جو اطاعت گذار نہ ہو اور نہ خدا کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتا ہو، مسند کی اور حدیث میں ہے میری ساری امت جنت میں جائیگی سوائے اون کے جو انکار کریں لوگوں نے پوچھا انکاری کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اوس نے انکار کر دیا، اور فرمایا جہنم سے دوری اوسے ہوگی جو متقی تھا۔ پرہیزگار خدا کے ڈر والا ہو، جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کرے اور دین دنیا میں پاکیزگی حاصل کرے، یہ اس لئے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا کہ اوس کا بھی کوئی احسان اسپر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت ملے اور وہاں خدا کا دیدار نصیب ہو، پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائیگا اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹
کے بارے میں اتری ہیں یہانتک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، بیشک صدیق اکبر رضؓ اس میں داخل ہیں اور اس کے عموم میں ساری امت سے پہلے ہیں گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب سے اول اس کے مصداق ہیں، ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے بزرگ تھے سخی تھے اپنے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان وسلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف خدا کی مرضی کے لئے رسولؐ کی فرمانبرداری کیلئے، جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب کے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کے بار تھے، یہانتک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے والے موقعہ پر جبکہ حضرت صدیقؓ نے اوسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دیسکا تو میں آپکو ضرور جواب دیتا، پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور لوگ کہاں؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی کے احسان کا بدلہ انہیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدارِ خدا کی خواہش ہے، صحیحین کی حدیث میں ہے جو شخص جوڑا خدا کی راہ میں خرچ کرے اوسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے ادھر سے آؤ یہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہؐ کو کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمائیے کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے آپنے فرمایا ہاں ہے اور مجھے خدا سے امید ہے کہ تم اون میں سے ہو۔
الحمد للہ سورۃ اللیل کی تفسیر ختم ہوئی۔ خدا کا احسان ہے اور اسکا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الضحیٰ مکیّہ

اسمٰعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کے سامنے حضرت عکرمہ رضؓ تلاوتِ قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک ہر سورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو۔ ہم نے ابن کثیر کے سامنے پڑھا تو اونہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور اونہوں نے فرمایا کہ ہم سے مجاہدؒ نے یہ فرمایا ہے اور مجاہدؒ کو حضرت ابن عباسؓ کی یہی تعلیم تھی اور ابن عباس کو حضرت اُبَی بن کعب نے یہی فرمایا تھا اور اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم یہ دیا تھا، امام القرأت حضرت ابوالحسنؒ بھی اس سنت کے راوی ہیں، حضرت ابو حاتم رازی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے کہ ابوالحسن ضعیف ہیں ابو حاتم تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے، اسی طرح ابو جعفر عقیلی بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں لیکن شیخ شہاب الدین ابو شامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپنے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ گیا، یہ واقعہ تو اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے، بعض تو کہتے ہیں وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ کے خاتمہ سے، اور کہتے ہیں والضحیٰ کے آخر سے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں صرف

تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اوسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو، غریب مسکین ضعیف بندوں پر تکبر تجبر نہ کرو، انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت سست نہ بولو، اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے نرمی اور رحم کے ساتھ لوٹا دے، پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہمنے تونگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو، اسی لئے حضورؐ کی دعاؤں میں یہ بھی تھا وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِينَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا یعنی خدایا ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گذاری کرنیوالا اون کی وجہ سے تیری ثنا بیان کرنیوالا اون کا اقرار کرنیوالا کرے اور اون نعمتوں کو ہمیں بھرپور دے، ابو نضرہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر گذاری میں یہ بھی داخل ہے کہ اونکا بیان ہو، مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اوس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا، لوگوں کی شکر گذاری جس نے نہ کی اوس نے خدا کی بھی نہیں کی، نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور اونکا بیان نہ کرنا ناشکری ہے، جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے، اس کی اسناد ضعیف ہے، صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہؐ انصار سارا کا سارا اجر لیگئے فرمایا نہیں جب تک کہ تم اون کے لئے دعا کیا کرو اور انکی تعریف کرتے رہو، ابو داؤد میں ہے اوس نے خدا کی شکر گذاری نہیں کی جس نے لوگوں کی شکر گذاری نہ کی، ابو داؤد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی نعمت ملی اور اوس نے اوسے بیان کیا تو وہ شکر گذار ہے اور جس نے اوسے چھپایا اوس نے ناشکری کی، اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطا دی جائے اسے چاہئے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اتار دے اگر نہ ہو سکے تو اوس کی ثنا بیان کرے جس نے ثنا کی وہ شکر گذار ہوا اور جس نے اوس نعمت کا اظہار نہ کیا اوس نے ناشکری کی (ابو داؤد) مجاہدؒ فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے، ایک روایت میں ہے قرآن مراد ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو، محمد بن اسحاق کہتے ہیں جو نعمت وکرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اوسے بیان کرو اوس کا ذکر کرو اور اوس کی طرف لوگوں کو دعوت دو، چنانچہ حضورؐ نے اپنے والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا پوشیدگی سے پہلے پہل دعوت دینی شروع کی اور آپ پر نماز فرض ہوئی جو آپ نے ادا کی۔ سورۃ الضحیٰ کی تفسیر ختم ہوئی، خدا کے احسان پر اوس کا شکر ہے ◆

تفسیر سورۂ الم نشرح مکیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

بنام بخشنے والے مہربان خدا کے ۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا ۔ جس نے تیری

أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

پیٹھ بوجھل کر دی تھی، اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا ۔ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی

ع 19 إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب

یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے، بس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کرو اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا

یعنی ہمنے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ اور رحمت وکرم والا کر دیا، اور جگہ ہے فَمَن يُرِدِ اللَّهُ الخ یعنی جسے خدا ہدایت دینا چاہتا ہے اوس کے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے جس طرح آپکا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپکی شریعت بھی کشادگی والی نرمی اور آسانی والی بنا دی جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ ترشی نہ تکلیف اور سختی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جانا ہے جیسے کہ مالک بن صعصعہ کی روایت سے پہلے گذر چکا امام ترمذی نے اوس حدیث کو یہیں وارد کیا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں واقعے مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز خدا کا گنجینہ بنا دینا واللہ اعلم، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی دلیری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے، ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر نبوت میں سب سے پہلے آپنے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے

اوس راہرو سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھیر جائے پھر اوسے چھوڑ کر چل دے، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے، پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اسقدر نعمتیں دیگا کہ تو خوش ہو جائے اونکی بڑی تکریم ہو گی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائیگا جس کے کنارے چھدے ہوئے موتی کے خیمے ہونگے جس کی مٹی خالص مشک ہو گی یہ حدیثیں عنقریب آ رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ - ایک روایت میں ہے کہ جو خزانے آپکی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ پر ظاہر کئے گئے آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت اتری، جنت میں ایکہزار محل آپ کو دئے گئے ہر ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں، ابن عباسؓ تک اسکی سند صحیح ہے اور بہ ظاہر ایسی بات بغیر حضورؐ سے سنے روایت نہیں ہو سکتی، حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں حضورؐ کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے حسن فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے - ابن ابی شیبہ میں ہے حضورؐ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے، پھر آپنے آیت وَلَسَوْفَ کی تلاوت فرمائی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتاتا ہے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ آپکی یتیمی کی حالت میں خدائے تبارک و تعالیٰ نے آپکا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور پرورش کی اور جگہ عنایت فرمائی، آپکے والد کا انتقال تو آپکی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا بعض کہتے ہیں ولادت کے بعد ہوا، چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا، اب آپ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آٹھ سال کی آپ کی عمر ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا، اب آپ اپنے چچا ابو طالب کی پرورش میں آئے ابو طالب دل و جان سے آپ کی نگرانی اور امداد میں رہے آپ کی پوری عزت و توقیر کرتے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور اپنے نفس کو بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالف بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے، ابو طالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپکا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا بھڑتا رہتا تھا یہ تھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپکی یتیمی کے ایام اسی طرح گذرے اور مخالفین سے آپکی حفاظت اسطرح کی یہانتک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابو طالب بھی فوت ہو گئے اب سفہا و جہلاء قریش اُٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس و خزرج جیسی قوموں کو آپکا انصار بنا دیا، ان بزرگوں نے آپ کو اور آپکے ساتھیوں کو جگہ دی مدد کی حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں اللہ اون سب سے خوش رہے، یہ سب کا سب خدا کی حفاظت اور اوس کی عنایت احسان اور اکرام سے تھا، پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھا دیا جیسے اور جگہ ہے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ الخ یعنی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح کی وحی کی تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اوسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی، بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ حضورؐ بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اوسوقت خدا لوٹا لایا، بعض کہتے ہیں شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا پس جبرئیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ پر لگا دیا، بغوی نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں، پھر فرماتا ہے کہ بال بچوں والے ہوتے ہوئے تنگدست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا پس فقیر صابر اور غنی شاکر ہونے کے درجات آپکو مل گئے - صلوٰتُ اللہِ وسلامُہٗ علیہِ حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں، صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تونگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگر وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو، صحیح مسلم شریف میں ہے اوس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور کافی ہو جائے اوتنا رزق بھی ملا اور خدا کے دئے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی، پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر نہ کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اوس کے ساتھ احسان و سلوک کر اور اپنی یتیمی کو نہ بھول، قتادہ رح فرماتے ہیں یتیم کے لئے ایسا ہو جانا چاہئے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے، سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے اور خدا نے ہدایت دی

روزِ میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے، اصرصری رح نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو، اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جبتک کہ آپکا ذکر بار بار اوس میں نہ آئے + پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دو دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی دشواری کے ساتھ سہولت ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں سے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئیگی اور اسی میں جائیگی اور اوسے نکال لائیگی اس پر یہ آیت اتری، مسند بزار میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آکر اُسے نکالیگی پھر آپنے اس آیت کی تلاوت کی، یہ حدیث صرف عائذ بن شریح حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی رح کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ موقوف مروی ہے، حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی، حضرت حسنؒ سے ابن جریر میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن شاداں و فرحاں آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دو نرمیوں پر غالب نہیں آسکتی پھر اس آیت کی آپنے تلاوت کی، یہ حدیث مرسل ہے، حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آسکتی، مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یُسر کے لفظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونۃ یعنی امداد خدا بقدر مؤنۃ یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کے مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صَبْرًا جَمِيْلًا مَا اَقْرَبَ الْفَرَجَا   مَنْ رَاقَبَ اللّٰهَ فِي الْاُمُوْرِ نَجَا
مَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ لَمْ يَنَلْهُ اَذًى   وَمَنْ رَجَاهُ يَكُوْنُ حَيْثُ رَجَا

یعنی اچھا صبر کشادگی سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے، اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنیوالے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی، اوس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اوسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے + حضرت ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جما لیتی ہیں کوئی چارہ سُجھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اوس وقت اچانک خدا کی مدد آپہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین خدا اوس سختی کو آسانی سے اور اوس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے تنگیاں جب کہ بھرپور آپڑتی ہیں پروردگار رسعا کشادگیاں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے، کسی اور شاعر نے کہا ہے ؎

وَلَرُبَّ نَازِلٍ يَضِيْقُ بِهِ الْفَتٰى   ذَرْعًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كَمُلَتْ فَلَمَّا اسْتَحْكَمَتْ حَلَقَاتُهَا   فُرِجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تُفْرَجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگدل ہو جاتا ہے حالانکہ خدا کے پاس اون سے چھٹکارا بھی ہے + جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور اس زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا اب یہ کیا ہٹیگی؟ کہ اچانک اوس رحیم کریم خدا کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اوس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی، اس کے بعد ارشادِ باری ہوتا ہے کہ جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پا تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کرکے ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا اپنی نیت خالص کر لے اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا، اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اوس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو، اور حدیث میں ہے جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو، حضرت مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب امر دنیا سے فارغ ہو کر

کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبوئیں آرہی تھیں کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آکر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو چنانچہ اونہوں نے لٹا دیا لیکن اوس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ محسوس ہوا پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اوس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل وغش حسد وبغض سب نکال دو چنانچہ اوس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا پھر اوس نے کہا اس میں رأفت و رحمت رحم وکرم بھر دو پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اوتنی ڈال دی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی سے زندگی گذاریئے اب جو میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے (مسند احمد) پھر فرمان ہو کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا، یہ اسی معنی میں ہے کہ خدا نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے، جس نے تیری پیٹھ سے آواز نکلوا دی تھی اور جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا، ہم نے تیرا ذکر بلند کیا، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائیگا وہاں تیرا ذکر کیا جائیگا جیسے اشہدان لاالہ الا اللہ و اشہدان محمداً رسول اللہ، قتادہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب کوئی واعظ کوئی کلمہ گو کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو، ابن جریر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا خدا ہی کو پورا علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائیگا، ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا، میں نے کہا خدایا مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لئے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مُردوں کو زندہ کر دیا تھا تو خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا راہ گم کردہ پاکر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا فقیر پاکر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بیشک کیا ہے، ابو نعیم دلائل نبوت میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اوس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا خدایا مجھ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے اون سب کی تو نے تکریم کی، ابراہیمؑ کو خلیل بنایا موسیٰؑ کو کلیم بنایا داؤدؑ کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا سلیمانؑ کے لئے ہواؤں کو تابعدار بنایا اور شیاطین کو بھی، عیسیٰؑ کے ہاتھ پر مُردے زندہ کرائے پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو ظاہرا پڑھتے ہیں یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہے، ابن عباسؓ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے ؎

اَغَرُّ عَلَیْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ — مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُوْرٍ یَلُوْحُ وَیُشْهَدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِهٖ — اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِیُجِلَّهٗ — فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر چمکا دی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے، اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا لیا جبکہ پانچوں وقت مؤذن اَشْهَدُ الخ کہتا ہے آپ کی عزت وجلال کے اظہار کے لئے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے

جیسے پہلے بیان ہو چکا، پھر فرماتا ہے اے انسان جبکہ تو اپنی پہلی اور اول مرتبہ کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا و سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اوس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ حضرت مجاہدؒ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپنے فرمایا معاذ اللہ اس سے مراد مطلق انسان ہے، عکرمہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا خدا احکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اسی لئے وہ قیامت قائم کریگا اور ہر ایک ظالم سے مظلوم کا انتقام لیگا، حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مرفوع حدیث میں یہ گذر چکا ہے کہ جو شخص وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھے اور اوس کے آخر کی آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ الخ پڑھے تو کہدے بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ٥ یعنی ہاں اور میں اس پر گواہ ہوں؛ خدا کے فضل و کرم سے سورۂ وَالتِّيْنِ کی تفسیر ختم ہوئی، فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ عَلَق مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑی بخشش کرنیوالا بہت زیادہ مہربان ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥

اپنے رب کا نام لیکر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٥

تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے جسنے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر آپنے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی، اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے توشہ لیکر غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گذارا کرتے پھر آتے اور توشہ لیکر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں شروع شروع میں وحی آئی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اِقْرَاْ یعنی پڑھئے آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں فرشتے نے مجھے پکڑا اور دبوچا یہانتک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ میں نے پھر کہا میں پڑھنا نہیں جانتا فرشتے نے مجھے دوبارہ دبوچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھو میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں اوس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور تکلیف پہنچائی پھر چھوڑ دیا اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ٥ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ ٥ تک پڑھا آپ ان آیتوں کو لئے ہوئے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہؓ رضہ کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کپڑا اڑھا دو چنانچہ کپڑا اڑھا دیا یہانتک کہ ڈر خوف جاتا رہا تو آپنے حضرت خدیجہ رضہ سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے، حضرت خدیجہؓ نے کہا حضور آپ خوش ہو جائیے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کریگا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں سچی باتیں کرتے ہیں دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو لیکر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ کے پاس آئیں جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے بہت بڑی عمر کے بوڑھے پھوس تھے آنکھیں جا چکی تھیں حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے ورقہ نے پوچھا بھتیجے! آپنے کیا دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ کہہ سنایا ورقہ نے سنتے ہی کہا کہ یہی وہ رازداں فرشتہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی خدا کا بھیجا ہوا آیا کرتا تھا کاش کہ میں اسوقت جوان ہوتا کاش کہ میں اوس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپ کو آپ کی قوم نکال دیگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دینگے؟ ورقہ نے کہا ہاں ایک آپ کیا؟ جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوّت سے سرفراز ہو کر آئے اون سب سے دشمنیاں کی گئیں اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا تو میں آپکی پوری پوری مدد کرونگا لیکن اس واقعہ کے بعد ورقہ بہت کم زندہ رہے ادھر وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضورؐ کو بڑا قلق تھا کئی مرتبہ آپنے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے تئیں گرا دینا چاہا لیکن

نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی دعا کر، زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت میں لگ جا، ثوری رحمہ فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت خدا ہی کی طرف رکھ ❊

سورۃ الم نشرح کی تفسیر خدا کے فضل و کرم سے ختم ہوئی فالحمد للہ ❊

تفسیر سورۃ والتین والزیتون مکیہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قرأت کسی کی نہیں سنی ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربانی کرنیوالے کے نام سے شروع ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ہے اور طور سینین کی ہے اور اس امن والے شہر کی ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے پھر اسے نیچوں سے

اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

نیچ کر دیا ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور مطابق سنت عمل کئے جائے

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ

تو ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی نہ کٹے ہے پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کونسی چیز

بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

آمادہ کرتی ہے ؟ کیا خدا تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ؟ ہے

ع ۱ ثلثا

تین سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے، کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے، کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے، بعض کہتے ہیں اصحاب کہف کی مسجد مراد ہے، کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر مسجد نوح جو ہے وہ مراد ہے، بعض کہتے ہیں انجیر مراد ہے، زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس مراد ہے، کسی نے کہا ہے وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو، طُوْرِ سِيْنِيْنَ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ ؑ سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا، بَلَدُ الْاَمِيْنُ سے مراد مکہ شریف ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر بھیجے گئے ہیں تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے، تورات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اوس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اوس نے اپنا نور چمکایا یعنی حضرت عیسیٰ کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زمانی اور وجودی ترتیب بیان کر دی اسی طرح یہاں بھی پہلے جس کا نام لیا اوس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا پھر ان دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا، پھر ان قسموں کے بعد بیان فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل و صورت میں صحیح قد قامت والا درست اور سڈول اعضاء والا خوبصورت اور سہانے چہرے والا پیدا کیا پھر اسے نیچوں کا نیچ کر دیا یعنی جہنمی ہو گیا، اگر خدا کی اطاعت اور رسول کی اتباع نہ کی تو اسی لئے ایمان والوں کو اس سے الگ کر لیا، بعض کہتے ہیں مراد یہ ہوس بڑھاپے کی طرف لوٹا دینا ہے، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچیگا، امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اگر یہی بڑھاپا مراد ہوتا تو مؤمنوں کا استثناء کیوں ہوتا بڑھاپا تو بعض مؤمنوں پر بھی آتا ہے، پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی جیسے اور جگہ سورۃ وَالْعَصْرِ میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے، کہ نہیں نیک جزا دیگی جس کی انتہا نہو

کھل جائیگا کہ کون جیتا اور کون ہارا؛ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھونگا تو گردن ناپونگا حضورؐ کو بھی یہ خبر پہنچی تو آپنے فرمایا اگر یہ ایسا کریگا تو خدا کے فرشتے اسے پکڑ لینگے، دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا اگر اب میں نے تجھے کعبے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت سزا دونگا وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے جواب دیا اوسکی بات کو ٹھکرا دی اور اچھی طرح ڈانٹ دیا اس پر وہ کہنے لگا کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائیگی اس پر یہ آیت اُتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضہ فرماتے ہیں اگر وہ اپنے والوں کو پکارتا تو اوسی وقت عذاب کے فرشتے اُسے لپک لیتے (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لونگا تو اوس کی گردن توڑ دونگا آپنے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اوسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اوسے پکڑ لیتے، اور اسی طرح جبکہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مرجاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر یہ مباہلہ کے لئے نکلتے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے بال بچوں کو پاتے، ابن جریر میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں آپ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتا ہوا دیکھ لونگا تو جان سے مار ڈالونگا اوس پر یہ سورت اُتری حضور علیہ السلام تشریف لیگئے ابوجہل موجود تھا اور آپنے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بدبخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اوس نے کہا کیا بتاؤں میرے اور اوس کے درمیان　　حائل ہوگئے، ابن عباس رضہ فرماتے ہیں اگر ذرا بھی ہٹا جُلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اُسے ہلاک کر ڈالتے، ابن جریر کی اور روایت میں ہے کہ ابوجہل نے پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے سجدہ کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں تو کہنے لگا　خدا کی قسم اگر میرے سامنے اوس نے یہ کیا تو اوس کی گردن روند دونگا اور اوس کے منہ کو مٹی میں ملا دونگا، ادھر اس نے یہ کہا اودھر رسول اللہ اللّٰہم صلّ وسلّم وبارکْ علیہ نے نماز شروع کی جب آپ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں بچاتا ہوا پچھلے پیروں نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا لوگوں نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضورؐ کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ اوس وقت حضورؐ نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے پس یہ آیتیں كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ الخ سے آخر سورت تک نازل ہوئیں، خدا ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟ یہ حدیث مسند مسلم نسائی ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ اے نبیؐ تم اس مردود کی بات نہ ماننا عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پرواہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھیگا، تو سجدے میں اور قرب خدا کی طلب میں مشغول رہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے بہت ہی قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت سجدوں میں دعائیں کرتے رہو، پہلے یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ اذا السمآء انشقت میں اور اس سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ اِقرأ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ خدا کا شکر و احسان ہے +

تفسیر سورۂ لیلۃ القدر مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا، تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ

شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے　　اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو

ہر وقت حضرت جبرئیل آجاتے اور فرما دیتے کہ اے محمد آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے آپکا قلق اور رنج وغم جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آجاتے (مسند احمد) یہ حدیث صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف میں بھی بروایت زہری مروی ہے اس کی سند میں اس کے متن میں اسکے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے ہماری شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے اگر جی چاہے وہیں دیکھ لیا جائے والحمدللہ ۔ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں یہی پہلی نعمت ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اوس ارحم الراحمین نے اپنے رحم وکرم سے ہمیں دی ، اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک جمے ہوئے خون کی شکل میں تھا اللہ تعالیٰ نے اوس پر یہ احسان کیا اوسے اچھی صورت میں پیدا کیا پھر علم جیسی اپنی خاص نعمت اسے مرحمت فرمائی اور وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا علم ہی کی برکت تھی کہ کل انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں میں بھی ممتاز نظر آئے ، علم کبھی تو ذہن میں ہی ہوتا ہے اور کبھی زبان پر ہوتا ہے اور کبھی کتابی صورت میں لکھا ہوا ہوتا ہے ، پس علم کی تین قسمیں ہوئیں ذہنی لفظی اور رسمی اور رسمی علم ذہنی اور لفظی کو مستلزم ہے لیکن وہ دونوں اسے مستلزم نہیں ، اسی لئے فرمایا کہ پڑھ تیرا رب تو بڑے اکرام والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور آدمی کو جو وہ نہیں جانتا تھا معلوم کرا دیا ، ایک اثر میں وارد ہے کہ علم کو لکھ لیا کرو ، اور اوسی اثر میں ہے جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اُسے اللہ تعالیٰ اوس علم کا بھی وارث کر دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا ۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۭ

سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے ۔ اس لئے کہ وہ اپنے تئیں بے پرواہ سمجھتا ہے ۔ یقیناً تیرا لوٹنا خدا کی طرف ہے ۔

أَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا إِذَا صَلّٰى ۭ أَرَءَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى

بھلا اسے بھی تو نے دیکھا جو روکتا ہے ۔ بندے کو جبکہ نماز ادا کرے ۔ بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہے ،

الْهُدٰىٓ ۙ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۭ أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۭ

یا تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو ۔ اچھا یہ بھی بتا کہ اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو ۔

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۭ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا

کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے ۔ یقیناً اگر یہ باز نہ رہا ۔ تو ہم اس کی چوٹی

بِالنَّاصِيَةِ ۙ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ

پکڑ کر گھسیٹیں گے ، جو جھوٹی خطا کار ہے ۔ یہ اپنی مجلس والوں کو بلائے ۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لینگے ، خبردار ، اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قرب الٰہی کی طلب میں لگے رہنا

فرماتا ہے کہ انسان کے پاس جہاں دو پیسے ہو گئے ذرا فارغ البال ہوا کہ اس کے دل میں کبر و غرور عجب وخود پسندی آئی اسے ڈرتے رہنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہئے کہ اسے ایکدن خدا کی طرف لوٹنا ہے وہاں جہاں اور حساب ہونگے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا ، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں دو لالچی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ علم کا طالب تو خدا کی رضامندی کے حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچی سرکشی اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے پھر آپنے یہی آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیا داروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان کی یہ آیت تلاوت کی إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یہ حدیث مرفوعاً یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ دو لالچی ہیں جو شکم پر نہیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا ، اس کے بعد کی آیتیں ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا پس پہلے تو اسے بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا کہ جنہیں تو روکتا ہے یہی اگر سیدھی راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقوے کا حکم کرتی ہوں پھر تو انہیں اگر ڈانٹ ڈپٹ کرے اور خانۂ خدا سے روکے تو تیری بدقسمتی کی انتہا ہے یا نہیں ؟ کیا یہ روکنے والا جو ایسے مرشد حق کو راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ اوسے دیکھ رہا ہے اوس کا کلام سن رہا ہے اور اوس کے کلام اور کام پر اوسے سزا دیگا ، اس طرح سمجھا چکنے کے عذاب ڈرا رہا ہے کہ اگر اس نے اپنی مخالفت سرکشی اور ایذا دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اوس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں کاذب اور افعال میں خطا کار ہے ، یہ اپنے مددگاروں کو ہمنشینوں کو قرابت داروں کو کنبہ قبیلے کو بلا لے دیکھیں تو کون اوس کی مدد کر سکتا ہے ، ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں پھر ہر ایک کو

تو اس میں اون مہینوں کا حوالہ کیسے دیا جا سکتا ہے جو بنو امیہ کے زمانہ کے ہیں اس پر نہ تو کوئی لفظ دلالت کرتا ہے نہ معنیٰ کے طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے منبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کی ایک مدت بعد منبر بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے واللہ اعلم + ابنِ ابی حاتم میں ہے حضرتِ مجاہد رح فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک خدا کی راہ میں یعنی جہاد میں ہتھیار بند رہا مسلمانوں کو یہ سنکر تعجب معلوم ہوا تو اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری کہ ایک لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ ابنِ جریر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا صبح تک اور دن میں دشمنانِ دین سے جہاد کرتا تھا شام تک، ایکہزار مہینے تک یہی کرتا رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کی ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے۔ ابنِ ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر کیا جنہوں نے اسی سال تک خدا تعالیٰ کی عبادت کی تھی، ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی، حضرت ایوب حضرت ذکریا حضرت خرقیل بن عجوز حضرت یوشع بن نون علیہم السلام، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تر تعجب ہوا۔ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اوس سے جس پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ بیحد خوش ہوئے، حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزے نماز سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو، اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے، امام ابنِ جریر رح نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو، یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک رات کی جہاد کی تیاری اس کے سوا کی ایک ہزار راتوں سے افضل ہے (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ

جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کے لئے جائے اوس کے لئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے، سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا، اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو، اور جیسے جمعہ کی طرف جانیوالے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو، مسندِ احمد میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم پر رمضان کا مہینہ آگیا یہ بابرکت مہینہ آگیا، اس کے روزے خدا نے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازہ کھولدئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں شیطان قید کر لئے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے اوس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بدقسمت ہے، نسائی شریف میں بھی یہ روایت ہے چونکہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس لئے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمانداری اور نیک نیتی سے کرے اوس کے تمام اگلے گناہ بخشدئے جاتے ہیں + پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے بکثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں، فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوتِ قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علمِ دین کے سیکھنے والوں کے لئے راضی خوشی اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں اور اوس کی عزت و تکریم کرتے ہیں، روح سے مراد یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں یہ خاص کا عطف ہے عام پر بعض کہتے ہیں روح نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں جیسے کہ سورۂ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ کی تفسیر میں تفصیل سے گذر چکا، واللہ اعلم، پھر فرمایا وہ سراسر سلامتی والی رات ہے جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے، حضرت قتادہ رح وغیرہ فرماتے ہیں اسمیں تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے عمر اور رزق مقدر کیا جاتا ہے، جیسے اور جگہ ہے فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام

ع ۲۰

فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

خدا کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں ؛ یہ رات سراسر سلامتی کی ہے فجر کے طلوع ہونے تک ۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اسی کا نام لیلۃ المبارکہ بھی ہے جیسے اور جگہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے جیسے فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ، ابن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول پر بیت العزت میں اس رات اترا پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق بہ تدریج تیئیس سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ۔ پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی شان و شوکت کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری ، تو فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر لیلۃ القدر کیا ہے ؟ پھر خود بتاتا ہے کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینے سے افضل ہے امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں کہ یوسف بن سعد نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کالے کر دیے یا یوں کہا کہ اے مومنوں کے منہ سیاہ کرنیوالے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے مجھ پر خفا نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا کہ گویا آپ کے منبر پر بنو امیہ ہیں آپ کو یہ برا معلوم ہوا تو اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ نازل ہوئی یعنی جنت کی نہر کوثر آپ کو عطا کئے جانے کی خوشخبری ملی اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ اتری یعنی ہزار مہینے وہ مراد ہیں جن میں آپ کے بعد بنو امیہ کی مملکت رہیگی ۔ قاسم کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار دن ہوئے نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم ، امام ترمذی اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی ایک سند سے یہ مروی ہے ، مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ یہ یوسف مجہول ہیں اس میں ذرا نظر ہے ان سے بہت سے شاگرد ہیں ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں ، اور اس کی سند میں کچھ اضطراب بھی ہے ، واللہ اعلم ۔ بہرصورت ہے یہ روایت بہت ہی منکر ہمارے شیخ حافظ حجت ابو الحجاج مزی بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں اور یہ یاد رہے کہ

قاسم کا قول جو ترمذی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو بنو امیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار دن تک رہی یہ نسخے کی غلطی ہے ۔ ایک ہزار مہینے لکھنا چاہئے تھا میں نے ترمذی شریف میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ہزار مہینے ہیں اور آگے بھی یہی آتا ہے ، مترجم) قاسم بن فضل حدانی کا یہ قول کہ بنو امیہ کی سلطنت کی ٹھیک مدت ایک ہزار مہینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستقل سلطنت ۴۰ھ ہجری میں قائم ہوئی جبکہ حضرت امام حسن رضؓ نے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امر خلافت آپ کو سونپ دیا اور سب لوگ بھی حضرت معاویہؓ کی بیعت پر جمع ہوگئے اور اس سال کا نام ہی عام الجماعہ مشہور ہوا ۔ پھر شام وغیرہ میں برابر بنو امیہؓ کی سلطنت قائم رہی ہاں تقریباً نو سال تک حرمین شریفین اور اہواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سلطنت ہوگئی تھی ، لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیۃً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی ۔ البتہ بعض شہروں پر سے حکومت ہٹ گئی تھی ، ہاں ۱۳۲ھ میں بنو عباس نے ان سے خلافت اپنے قبضہ میں کر لی ، پس ان کی سلطنت کی مدت بانوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار ماہ سے بہت زیادہ ہے ایک ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں ، ہاں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کی مدت خلافت اس گنتی میں سے نکال دی جائے واللہ اعلم ، اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانہ کی تو برائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانہ کی مذمت کی دلیل نہیں ، لیلۃ القدر تو ہر طرح بزرگی والی ہے ہی اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح و ستائش بیان کر رہی ہے ، پس بنو امیہ کے زمانے والوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کونسی فضیلت ثابت ہو جائیگی یہ تو بالکل وہی مثال اصل ہو جائیگی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجہ کے ذلیل شخص پر فضیلت دیا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے ، اور وجہ سنئے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مہینے وہ ہوئے جن میں بنو امیہ کی سلطنت رہیگی اور یہ سورت اتری ہے مکہ شریف میں

نسائی میں بھی مروی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی، اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہیگی، بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اُٹھ گئی ریہ قول غلط ہے ان کو غلط فہمی اُس حدیث سے ہوئی ہے جس میں ہے کہ وہ اٹھالی گئی اور ممکن ہے کہ تمہارے لئے اوسی میں بہتری ہو یہ حدیث پوری ابھی آئیگی مطلب حضورؐ کے اس فرمان سے یہ ہے کہ اوس رات کی تعیین اور اوس کا تقرر اُٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلۃ القدر ہی اُٹھ گئی، مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان شریف میں آتی ہے کسی اور مہینہ میں نہیں، حضرت ابن مسعودؓ اور علمار کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ہر مہینہ میں اوس کا ہو جانا ممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے، سنن ابو داؤد میں باب ہے کہ اوس شخص کی دلیل جو کہتا ہے لیلۃ القدر سارے رمضان میں ہے پھر حدیث لائے ہیں کہ حضورؐ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے، اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں یہ موقوف بھی مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینہ میں اس رات کا ہونا ممکن ہے غزالی نے اسی کو نقل کیا ہے لیکن رافعی اسے بالکل غریب تبلاتے ہیں۔

فصل - ابو زرین تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلۃ القدر ہے، امام شافعی محمد بن ادریسؒ کا فرمان ہے کہ یہ سترھویں شب ہے، ابوداؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع مروی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ارقم رضؓ اور حضرت عثمان بن ابو العاصؓ سے موقوف بھی مروی ہے، حضرت حسن بصریؒ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترھویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور سترھویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس دن کو قرآن نے یوم الفرقان کہا ہے، حضرت علی رضؓ اور حضرت ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ انیسویں (۱۹) رات لیلۃ القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں (۲۱) رات ہے، حضرت ابو سعید خدری رضؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے دس پہلے دن کا اعتکاف کیا ہم بھی آپکے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے، پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈھتے ہیں وہ تو آپکے آگے ہے پھر آپنے دس سے بیس تک کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی پھر جبرئیلؑ آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی بھی آگے ہے یعنی لیلۃ القدر، پس رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنیوالوں کو چاہئے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلۃ القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا لیلۃ القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، راویِ حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اوس وقت ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ تھا پھر ابر اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ کی پیشانی پر تر مٹی لگی ہوئی تھی، اسی روایت کی ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے، یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کی تیئیسویں رات ہے اوس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیس کی صحیح مسلم والی ایسی ہی ایک روایت ہے واللہ اعلم - ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے، ابو داؤد طیالسی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر چوبیسویں شب ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے، مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے لیکن اوس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں۔ بخاری میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں مروی ہے کہ یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے، یہ موقوف روایت ہی صحیح ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابن مسعودؓ ابن عباسؓ جابرؓ حسنؒ قتادہؒ عبداللہ بن وہبؒ بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے، سورۂ بقرہ کی تفسیر میں حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآنِ کریم رمضان شریف کی چوبیسویں رات کو اترا بعض کہتے ہیں پچیسویں رات لیلۃ القدر ہے، ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو نو باقی ہیں تب سات باقی رہیں تب پانچ باقی رہیں تب، اکثر محدثین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں، یہی زیادہ ظاہر ہے اور

فیصلہ کیا جاتا ہے، حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں، امام بیہقی رہ نے اپنی کتاب فضائلِ اوقات میں حضرت علیؓ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں اور نمازیوں پر ان کے گذرنے میں اور انہیں برکت حاصل ہونے میں وارد کیا ہے، ابن ابی حاتم میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عجیب وغریب بہت طول طویل اثر وارد کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لئے دعائیں کرنا وارد ہے، ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر ستائیسویں ہے یا انتیسویں اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ رح فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی، حضرت قتادہ اور حضرت ابن زیدؒ کا قول ہے کہ یہ رات سراسر سلامتی والی ہے، کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی، مسند احمد میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر دس باقی کی راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلبِ ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اوس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے، یہ رات اکائی کی ہے یعنی اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات، آپ فرماتے ہیں یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور دلجمی ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی صبح تک ستارے نہیں جھڑتے ایک نشانی اسکی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاعوں سے نہیں نکلتا بلکہ وہ چودھویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے، اوس دن اوس کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا، یہ اسناد تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے، ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر صاف پُرسکون سردی گرمی سے خالی رات ہے، اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگ نکلتا ہے، حضرت ابوعاصم نبیل اپنی اسناد سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا میں لیلۃ القدر دکھلایا گیا پھر بھلا دیا گیا، یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف شفاف سکون ووقار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی، اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے

گویا چاند چڑھا ہوا ہے، سورج کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا یہانتک کہ دھوپ چڑھ جائے۔ **فصل**۔ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے، پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گذرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہیگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا، اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ صاحب عدق نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جمہور علماء کا یہی قول نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم، اور خطابی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی چنانچہ حضرت مرثدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپنے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سوال کیا تھا؟ آپنے فرمایا سنو میں حضورؐ سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ تو فرمائیے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپنے فرمایا رمضان میں میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جبتک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء قبض کئے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہیگی؟ حضورؐ نے جوابدیا کہ نہیں وہ قیامت تک باقی رہیگی، میں نے کہا اچھا رمضان کے کس حصہ میں ہے؟ آپنے فرمایا اسے رمضان کے اول دہے میں اور آخری دہے میں ڈھونڈو پھر میں خاموش ہوگیا آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہوگئے، میں نے پھر موقعہ پاکر سوال کیا کہ حضورؐ ان دونوں عشروں میں سے میں کس عشرے میں اس رات کو تلاش کروں؟ آپنے فرمایا آخری عشرے میں، بس اب کچھ نہ پوچھنا میں پھر چپکا ہوگیا لیکن پھر موقعہ پاکر میں نے سوال کیا کہ حضورؐ آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے فرما دیجئے کہ وہ کونسی رات ہے؟ آپ سخت غصے ہوئے میں نے تو کبھی آپ کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتے ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتہ میں تلاش کرو، اب کچھ نہ پوچھنا، یہ روایت

حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ چند اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں لیلۃ القدر رمضان کی سات پچھلی راتوں میں دکھائے گئے آپؐ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بارے میں موافق ہیں ہر طلب کرنیوالے کو چاہئے کہ لیلۃ القدر کو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بخاری مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ایک معین رات ہے اور اوس کا ہیر پھیر نہیں ہوتا یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے نکلے یہاں دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے آیا تھا لیکن فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے وہ اٹھا لی گئی اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو، اب اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو، وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر اوس کا تعین ہمیشہ کے لئے ہوتا تو ہر سال کی لیلۃ القدر کا علم حاصل نہ ہوتا اگر لیلۃ القدر کا ہیر پھیر ہوتا رہتا تو صرف اوس سال کے لئے تو معلوم ہو جاتا کہ فلاں رات ہے لیکن اور برسوں کیلئے تعیین نہ ہوتی، ہاں یہ ایک جواب اس کا ہو سکتا ہے کہ آپ صرف اوسی سال کی اس مبارک رات کی خبر دینے کے لئے تشریف لائے تھے. اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی جھگڑا خیر و برکت کو اور نفع دینے والے علم کو غارت کر دیتا ہے، ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے گناہ کے باعث خدا کی روزی سے محروم رکھ دیا جاتا ہے. یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا کہ وہ اٹھا لی گئی اس سے مراد اس کی تعیین کے علم کا اٹھا لیا جانا ہے نہ یہ کہ بالکل لیلۃ القدر ہی دنیا سے اٹھا لی گئی جیسے کہ جاہل شیعہ کا قول ہے اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کے بعد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو، آپ کا یہ فرمان کہ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو یعنی اس کی بتصریح تعیین کا علم نہ ہونے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مبہم ہے تو اس کا ڈھونڈنے والا جن جن راتوں میں اس کا ہونا ممکن دیکھیگا اون تمام راتوں میں کوشش و خلوص کے ساتھ عبادت میں لگا رہے گا بخلاف اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ فلاں رات ہی ہے تو وہ صرف اوسی ایک رات کی عبادت کریگا کیونکہ ہمتیں پست ہیں اس لئے حکمت حکیم کا تقاضہ یہی ہوا کہ اس رات کی تعیین کی خبر نہ دی جائے تاکہ اس رات کے پا لینے کے شوق میں اس مبارک مہینہ میں جی لگا کر اور دل کھول کر بندے اپنے معبود برحق کی بندگی کریں اور آخری عشرے میں تو پوری کوشش اور خلوص کے ساتھ عبادتوں میں مشغول ہیں۔ اسی لئے خود پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے انتقال تک رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپکی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے. حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آخری دس راتیں رمضان شریف کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس لیتے، صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضورؐ ان دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپکی اور وقت نہیں ہوتی تھی، یہی معنی ہیں اوپر والی حدیث کے اس جملے کے کہ آپ تہمد مضبوط باندھ لیا کرتے یعنی کمر کس لیا کرتے یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے گو اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے. اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کر دیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ لفظ ہیں کہ جب رمضان کا آخری دہا باقی رہ جاتا تو آپ تہمد مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی آخری دسوں راتوں میں لیلۃ القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے (شرح رافعی) یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں، اور اس دعا کو بہ کثرت پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ خدا تو درگذر کرنیوالا اور درگذر کو پسند فرمانیوالا ہے

زیادہ مشہور ہے گو بعض اوروں نے اسے جُفت راتوں پر بھی محمول کیا ہے جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اسے جُفت پر محمول کیا ہے واللہ اعلم، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے، اس کی دلیل صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ ستائیسویں رات ہے، مسند احمد میں ہے حضرت زرؒ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں جو شخص سال بھر راتوں کو قیام کریگا وہ لیلۃ القدر کو پائیگا، آپنے فرمایا اللہ تعالیٰ اون پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت اُبیؓ نے قسم کھائی میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ اون نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم بتائے گئے ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں بغیر نکلتا ہے، اور روایت میں ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اوس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں فرمایا اور پختہ قسم کھالی پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کونسی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یہ ستائیسویں رات ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے، اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی، حضرت معاویہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات ستائیسویں رات ہے، سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اسی قول کی ہے، بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ هِيَ اس سورت میں ستائیسواں کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں "یہ" "فاللہ اعلم" طبرانی میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا، تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری دہے میں ہے ابن عباسؓ نے اوس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر کہو کہ وہ کونسی رات ہے؟ فرمایا اس آخری عشرے میں سات گذرنے پر یا سات باقی رہنے پر، حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا کئے اور زمینیں بھی سات بنائیں مہینہ بھی ہفتوں پر ہے انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے کھانا بھی سات ہے، سجدہ بھی سات پر ہے طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات کی ہے رمی جمار کی کنکریاں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی سات کی گنتی کی بہت سی چیزیں اور بھی گنوا دیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کو رسائی نہ ہو سکی، یہ جو فرمایا سات ہی کھاتا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا الخ مراد ہیں جن میں سات چیزوں کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں، اس کی اسناد بھی جید اور قوی ہے لیکن متن میں بہت غرابت ہے، فاللہ اعلم، یہ بھی مروی ہے کہ انتیسویں رات ہی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا تھا کہ اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو طاق راتوں میں اکیس تئیس پچیس ستائیس اور انتیس یا آخری رات، مسند میں ہی کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے یا انتیسویں، اس رات فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، اس کی اسناد بھی اچھی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گذری اوس میں ہے، اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ جب نو باقی رہ جائیں یا سات یا پانچ یا تین یا آخری رات یعنی ان راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو، امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں، مسند میں ہے یہ آخری رات ہے،

فصل - حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان مختلف حدیثوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ یہ سوالوں کا جواب ہے کسی نے کہا حضرت ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپنے فرما دیا ہاں حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر مقرر ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی، امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کا اسی معنی کا قول نقل کیا ہے، ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ آخری عشرے کی راتوں میں یہ پھیر بدل ہوا کرتی ہے، امام مالکؒ امام ثوریؒ امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاق بن راہویہؒ ابو ثورؒ مزنیؒ ابو بکر بن خزیمہؒ وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے، امام شافعیؒ سے بھی قاضی نے یہی نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے واللہ اعلم، اس قول کی تھوڑی بہت تائید صحیحین کی اس

ہم نے اوسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اوس پہلے شخص کے لئے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کردیتے ہیں اور اوس دوسرے شخص کیلئے شروع کردیتے ہیں، اور یہ فرشتے اونہیں سناتے ہیں کہ فلاں فلاں کو ہم نے ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں، غرض ایک رات دن یہاں گذار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہانتک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اوسوقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی اون سے محبت رکھتا ہوں جو خدا سے محبت رکھیں ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اوران کے نام بتاؤ، حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کرکے اور ایک ایک مرد وعورت کا مع ولدیت کے نام بتلاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہوکر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرہ اوس سے ذکر کرتا ہے یہ سنکر وہ کہتی ہے خدا کی رحمت ہو فلاں مرد پر اور فلاں عورت پر خدایا انہیں جلدی مجھ سے ملا، جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں، انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں فلاں فلاں مرد وعورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی، پھر حضرت جبرئیلؑ خبر دیتے ہیں کہ باریتعالیٰ فلاں شخص کو گذشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا تھا لیکن امسال تو بدعتوں میں پڑ گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کرلی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کرلے گا تو میں اسے بخش دونگا اوس وقت حضرت جبرئیل بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں خدایا تیرے ہی لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود اون کی اپنی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اوس وقت عرش اور اوس کے آس پاس کی چیزیں اور پردے اور تمام آسمان جنبش میں آجاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ ۰ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ ۰ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اوس کی نیت یہ ہو کہ رمضان کے بعد بھی میں گناہوں سے بچتا رہونگا وہ بغیر سوال جواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ سورۂ لیلۃ القدر کی تفسیر الحمد للہ ختم ہوئی ❖

تفسیر سورۂ لَمْ يَكُنْ مَدَنِيَّة

جب یہ سورت اتری تو حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ خدا کا آپکو حکم ہوا ہے کہ یہ سورت حضرت اُبیؓ کو سناؤ، حضورؐ نے حضرت اُبی سے یہ ذکر کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یارسول اللہؐ کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا آپنے فرمایا ہاں ہاں، تو حضرت اُبی رو پڑے۔ مسند احمد۔ مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُبیؓ نے پوچھا تھا یارسول اللہؐ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا؟ یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے، مسند کی اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت اُبیؓ نے یہ واقعہ بیان کیا اوس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابزاءؓ نے کہا کہ پھر تو تم اے ابو منذر بہت ہی خوش ہوئے ہوگے کہا ہاں خوش کیوں نہ ہوتا خدا خود فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۰ یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں، یہ اون کے جمع کئے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے، اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ سورت حضرت اُبیؓ کے سامنے پڑھی اس میں یہ آیت بھی تھی لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ سَاَلَ وَادِيًا مِّنْ مَّالٍ فَاُعْطِيَهٗ لَسَاَلَ ثَانِيًا وَلَوْ سَاَلَ ثَانِيًا فَاُعْطِيَهٗ لَسَاَلَ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ وَاِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ غَيْرُ الْمُشْرِكَةِ وَلَا الْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا النَّصْرَانِيَّةِ وَمَنْ يَّفْعَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَهٗ یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اُسے دیدوں تو پھر دوسرا مانگیگا اور دوسرے کو بھی دیدوں تو یقیناً تیسرے کی طلب کریگا انسان کے پیٹ کو سوا مٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی، جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اوس کی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو

مجھ سے بھی درگذر فرما، مسند احمد میں ہے کہ حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورؐ سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر سے موافقت ہو تو میں کیا دعا پڑھوں آپ نے یہی دعا تبلائی۔ یہ حدیث ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے، امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں مستدرک حاکم میں بھی یہ مروی ہے اور امام حاکم اسے شرط صحیحین پر صحیح تبلاتے ہیں" ایک عجیب وغریب اثر جس کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے،، امام ابومحمد بن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعبؓ سے یہ روایت وارد کی ہے کہ سدرۃ المنتہٰی جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلہ پر ہے اس کی بلندی جنت میں ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اوس میں اسقدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اوس کی ہر ہر شاخ پر بیشمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے بیچوں بیچ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیلؑ کو آواز دیجاتی ہے کہ اے جبرئیل لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لیکر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رافت ورحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موج زن ہیں سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، ہاں گرجا گھر میں مندر میں آتشکدے میں بت خانے میں غرض خدا کے سوا اوروں کی جہاں پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور اون جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اوس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا ہیولے ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گذارتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں

اس کی نشانی یہ ہے کہ رونگٹے جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائے آنکھیں بہہ نکلیں اوس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت میرا ہاتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے اوسکی پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے راوی نے پوچھا کہ اے ابو اسحاق جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اوس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اوس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہو اوس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کا فرد منافق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے کہ گویا اوس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص اُن دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعاعیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں، پس فرشتوں کا نور اور جبرئیل علیہ السلام کے پروں کا نور ملکر سورج کو ماند کر دیتا ہے اوس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے حضرت جبرئیلؑ اور یہ سارے کے سارے بیشمار فرشتے یہ دن آسمان وزمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے رحمت کی دعائیں مانگنے میں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گذار دیتے ہیں نیک نیتی کے ساتھ روزے رکھنے والوں کیلئے اور اون لوگوں کیلئے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر خدا نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عمدگی کے ساتھ پورے کرینگے، یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں، شام کو آسمان دنیا پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہانتک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو امسال تم نے کس حالت میں پایا تو یہ کہتے ہیں کہ گذشتہ سال تو ہم نے اُسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو وہ بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گذشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

جنہیں صحیح اور درست احکام ہیں، اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آجانے کے بعد ہی اختلاف میں

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

پڑکر متفرق ہو گئے، انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں

لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ

اسی کیلئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں

وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

یہی دین درست اور مضبوط ہے ✦

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پوج عرب اور آتش پرست عجمی ہیں، فرماتا ہے کہ یہ لوگ بغیر دلیل کے آجانے کے باز رہنے والے نہ تھے، پھر بتلایا کہ وہ دلیل خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ سناتے ہیں جو اعلیٰ فرشتوں میں پاک ورقوں میں لکھا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ الخ کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا پاک صاف ورقوں میں پاکباز نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں لکھے ہوئے ہیں، پھر فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں خدا کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں جن کے خدا کی جانب سے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں نہ اون میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ وہ رسول عمدگی کے ساتھ قرآنی وعظ کہتے ہیں اور اوس کی اچھی تعریفیں بیان کرتے ہیں، ابن زیدؒ فرماتے ہیں ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل و انصاف والی، پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں والے خدا کی حجتیں قائم ہو چکنے اور دلیلیں آجانے کے بعد خدا کی کلام کی مرادیں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے، جیسے کہ اوس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ یہودیوں کے اکہتر فرقے ہو گئے اور نصرانیوں کے بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے، سوا ایک کے سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے فرمایا وہ جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں، پھر فرمایا انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو، اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یکسو ہو کر یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر جیسے اور جگہ ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو، حنیف کی پوری تفسیر سورۂ انعام میں گزر چکی ہے جسے لوٹانے کی اب ضرورت نہیں، پھر فرمایا نمازوں کو قائم کریں جو کہ بدن کی تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے، اور زکوٰۃ دیتے رہیں یعنی فقیروں اور محتاجوں سے سلوک کرتے رہیں، یہی دین مضبوط سیدھا درست عدل والا اور عمدگی والا ہے۔ بہت سے ائمہ کرام نے جیسے امام زہریؒ امام شافعیؒ وغیرہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ ان آیتوں میں خدائے تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی سے ساتھ کی عبادت اور نماز زکوٰۃ کو دین فرمایا گیا ہے ✦

۶

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ دوزخ کی آگ میں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

جائیں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں، بے شک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ

ایمان لائے اور سنت کے مطابق نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں، ان کا بدلہ

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

ع ١ ٢٣ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہیگا اور یہ اس سے، یہ ہے اسکے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے،

اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب خدا کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈالدئے جائینگے اور اوسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں نہ چھوٹیں یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں، پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجاآوری

یکطرفہ ہو کر صرف اوس کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اوس کی ناقدری نہ کی جائیگی، مسند احمد ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے، طبرانی میں ہے کہ جب حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت اُبَی رضؓ نے فرمایا کہ حضرت میں اللہ پر ایمان لایا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا آپ ہی سے علم دین حاصل کیا، آپنے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت اُبی رضؓ نے فرمایا یارسول اللہ کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا آپنے فرمایا تیرے نام اور نسب کے ساتھ ملأ اعلیٰ میں تیرا ذکر ہوا، حضرت اُبی رضؓ نے فرمایا اچھا پھر پڑھیے یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا، یہ یاد رہے کہ حضورؐ کا اس سورت کو حضرت اُبی کے سامنے پڑھنا یہ اُن کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کے لئے تھا، مسند احمد نسائی ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت سن کر حضرت اُبی بگڑ بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اوس سورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا حضرت عبد اللہؓ نے اوسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آکر انہیں لیکر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے حضورؐ نے ان دونوں سے قرآن سنا اوس نے اپنے طریقے پر اس نے اپنے طور پر پڑھا آپنے فرمایا دونوں نے درست پڑھا حضرت اُبی رضؓ فرماتے ہیں تو اس قدر شک وشبہ میں پڑگیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آگیا آپنے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھدیا جس سے میں پسینوں پسینوں ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپنے فرمایا سن جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا خدا کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قرأت پر اپنی امت کو پڑھاؤ، میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر اور بخشش ومغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے دو طرح کی قرأتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں پھر بھی زیادتی طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قرأتوں کی اجازت ملی - یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے، اب جبکہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ بھی نازل ہوئی تھی اس لئے حضورؐ کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہی کرنے کے پڑھ کر حضرت اُبی کو سنا دیں کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور سیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپنے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی واللہ اعلم - پس جس طرح آپنے حضرت اُبی رضؓ کے اوس دن کے شک وشبہ کو دفع کرنے کیلئے جو انہیں مختلف قرأتوں کو حضورؐ کے جائز رکھنے پر پیدا ہوا تھا اون کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بھی حُدَیبیہ والے سال صلح کے معاملہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضورؐ سے کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپنے ہمیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ شریف میں جائینگے اور طواف کرینگے آپنے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آرہا ہے کہ تو وہاں پہنچیگا اور طواف کریگا اب حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے سورۂ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضؓ کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی جس میں یہ آیت بھی ہے لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کا خواب سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ ہوگا جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گذر چکا، حافظ ابونعیم اپنی کتاب اسمار صحابہ میں حدیث لائے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب سورۂ لَمْ يَكُنْ کی قرأت سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے جنت میں ایسا ٹھکانا دونگا کہ تو خوش ہو جائیگا، یہ حدیث بہت ہی غریب ہے، اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ میں تجھے دنیا اور آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولونگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خدائے تعالیٰ رحم وکرم کرنیوالے کے نام سے شروع

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ   جب تک کہ اون کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝

باز رہنے والے نہ تھے،   ایک رسول اللہ کا جو پاک صحیفے پڑھے

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۚ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ
انسان کہنے لگے گا اسے کیا ہو گیا؟ اوس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دیگی، اس لئے کہ
رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ
تیرے ربنے اسے یہ حکم دیا ہے، اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس لوٹینگے تاکہ انہیں ان کے
لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
اعمال دکھائے جائیں۔ پس جس نے ذرّے برابر نیکی کی ہوگی وہ اوسے
يَّرَهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ع
دیکھ لیگا۔ اور جس نے ذرّے برابر برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔

زمین نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگیگی اور جتنے مُردے اوس میں ہیں سب نکال پھینکے گی جیسے اور جگہ ہے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ لوگو اپنے رب سے ڈرو یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ اوس دن کی بھونچال بڑی چیز ہے، اور جگہ ارشاد ہے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ ۝ جبکہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہموار کر دی جائے گی، اور اوس میں جو کچھ ہے وہ اوسے باہر ڈالدیگی اور بالکل خالی ہو جائیگی، صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اُگل دیگی سونا چاندی مثل ستونوں کے باہر نکل پڑیگا قاتل اوسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہیگا کہ ہائے اسی مال کے لئے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر اودھر رُل رہا ہے کوئی آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہیں اسی طرح صلہ رحمی توڑنیوالا بھی کہیگا کہ اسی کی محبت میں آکر رشتے داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا چور بھی کہیگا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کٹوا دئے غرض وہ مال یونہی رُلتا پھریگا کوئی نہیں لیگا انسان اوس وقت ہکا بکا رہ جائیگا اور کہیگا یہ تو ہلنے جلنے والی نہ تھی بالکل ٹھیری ہوئی بوجھل اور جمی ہوئی تھی اسے کیا ہوگیا کہ یوں بید کی طرح تھرّانے لگی اور ساتھ ہی جب دیکھے گا کہ تمام پہلی پچھلی لاشیں بھی زمین نے اُگل دیں تو اور حیران و پریشان ہو جائیگا کہ آخر اسے کیا ہوگیا ہے پس زمین بالکل بدلدی جائیگی اور آسمان بھی اور سب لوگ اوس قہار خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے، زمین کھلے طور پر صاف صاف گواہی دیگی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں نافرمانی اوس پر کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہونگی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اوس کے رسول ہی کو علم ہے تو آپنے فرمایا جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام وہ ظاہر کر دیگی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے، امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں، معجم طبرانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص جو نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کھولکر بیان کر دیگی، یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے اَوْحٰی اور اس کے ہم معنیٰ افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے اور اِلیٰ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اسے فرمائیگا کہ بتا اور وہ بتاتی جائیگی، اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسموں کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے کوئی بد ہوگا کوئی نیک کوئی جنتی بنا ہوگا کوئی جہنمی، یہ معنیٰ بھی ہیں کہ یہاں سے جو الگ الگ ہونگے تو پھر اجتماع نہ ہوگا، یہ اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پالیں اسی لئے آخر میں بھی بیان فرما دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں ایک اجر پانیوالا ایک پردہ پوشی والا ایک بوجھ اور گناہ والا۔ اجر والا تو وہ ہے جو گھوڑا پالتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس کے گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادہر اُدھر سے چرتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کے لئے اجر کا باعث ہے اور اگر یہ رسّی اس کی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر اودھر چڑھ گیا تو اس کے نشان قدم اور اس کی لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی نہر پر جا کر پانی پی لے گو ارادہ پلانے کا نہو تاہم ثواب مل جاتا ہے، یہ گھوڑا تو اس شخص کے لئے سراسر اجر و ثواب ہے، دوسرا وہ شخص جس نے اس لئے پال رکھا ہے کہ دوسروں سے بے پرواہ رہے اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن خدا کا حق نہ تو خود اوس میں بھولتا ہے نہ اوس کی سواری میں پس یہ اس کے لئے پردہ ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے فخر و ریاکاری اور ظلم و ستم کے لئے پال رکھا ہے پس یہ اوس کے ذمہ بوجھ اور اوس پر گناہ کا بار ہے، پھر حضورؐ سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے، آپنے فرمایا مجھ پر خدا تعالیٰ کی جانب سے سوائے اس تنہا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرّے برابر نیکی اور اتنی ہی بدی ہر شخص دیکھ لیگا (مسلم)، حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حضورؐ کی زبانی یہ آیت سنکر

ع ۱
۲۲

ہیں رہا کرتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں، اس آیت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمار کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں ✽ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ادن ہمیشگی والی جنتوں کی صورت میں ہے جن کے چپے چپے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں دوام اور ہمیشگی کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں اون سے جدا ہوں نہ کم ہوں نہ اور کوئی کھٹکا ہے نہ غم، پھر ان سب سے بڑھ چڑھکر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضیٔ مولا انہیں حاصل ہو گئی ہے، اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی پدل راضی ہو گئے ہیں، پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ جزائے جزیل یہ اجرِ عظیم دنیا میں خدا سے ڈرتے رہنے کا عوض ہے، ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو جس کی عبادت میں اخلاص ہو جو جانتا ہو کہ خدا کی اوس پر نظریں ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا خود وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق مالک سچے رب اور حقیقی خدا کو دیکھ رہا ہے، مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور، فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز اٹھے اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پہ سوار ہو جاؤں اور کڑکڑاتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں، لو میں تمہیں ایک بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ خدا کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے، سورۂ لم یکن کی تفسیر ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے ✽

تفسیر سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ مکیّہ

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا حضورؐ مجھے پڑھائیے، آپنے فرمایا الٓرٰ والی تین سورتیں پڑھو تو اوس نے کہا بوڑھا ہو گیا حافظ کمزور ہو گیا زبان موٹی ہو گئی تو آپنے فرمایا اچھا حٰمٓ والی سورتیں پڑھا کرو اوس نے پھر وہی عذر بیان کیا آپنے فرمایا یُسَبِّحُ والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو اوس نے پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضورؐ مجھے تو کوئی جامع سورت کا سبق دیدیجئے تو آپنے اوسے یہ سورت پڑھائی جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا اوس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کرونگا پھر وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپنے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کو پہنچ گیا، پھر فرمایا ذرا اسے بلا لانا وہ حاضر ہوا تو آپنے فرمایا مجھے بقر عید کا حکم کیا گیا ہے اوس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید کا دن بنایا ہے تو اوس شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کے لئے کوئی جانور تحفۃً دے رکھا ہو تو کیا میں اوسے ذبح کر ڈالوں، فرمایا نہیں نہیں پھر تو تو اپنے بال کتروا ناخن لو اموچھیں پست کرا زیر ناف کے بال لے، اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے، یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد و نسائی میں بھی ہے، ترمذی شریف کی اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو پڑھے اوسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، یہ حدیث غریب ہے، اور روایت میں ہے اِذَا زُلْزِلَتْ آدھے قرآن کے برابر ہے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ یٰٓا چوتھائی قرآن کے برابر، یہ حدیث بھی غریب ہے، اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کیا تم نے نکاح کر لیا اوس نے کہا نہیں حضورؐ میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کر سکوں آپنے فرمایا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ تیرے ساتھ نہیں؟ اوس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا، کیا اِذَا جَآءَ نہیں؟ کہا وہ بھی ہے، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، فرمایا کیا قُلْ یٰٓا یاد نہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا چوتھائی قرآن کے برابر یہ ہے، جا اب نکاح کرے، یہ حدیث حسن ہے، یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بخشش کرنیوالا مہربان ہے ؁

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝

جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی ؁ اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ؁

تفسیر سورۃ وَالْعٰدِیٰت مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے نام سے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ

ہانپتے ہوئے دوڑنیوالے گھوڑوں کی قسم ! پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنیوالوں کی، پھر صبح کے وقت دھاوا کرنے والوں کی،

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

پس اس وقت غبار اڑاتے ہیں، پھر فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں، یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا

لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ

ناشکرا ہے، اور یقیناً وہ خود بھی اس سے باخبر ہے، یہ مال کی محبت میں

الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۗ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ

بھی بڑا سخت ہے، کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں ؟ جب قبروں کے مردے اٹھا کھڑے کئے جائیں گے

وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۧ

اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کردی جائیں گی، بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہے۔

مجاہدین کے گھوڑے جبکہ خدا کی راہ کے جہاد کے لئے ہانپتے اور ہنہناتے ہوئے دوڑتے ہیں اون کی اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتا ہے، پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ اون کے نعل کا ٹکرانا اور اوس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپا مارنا اور دشمنانِ خدا کو تہہ و بالا کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت مبارک تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو ٹھیر کر کان لگا کر سنتے اگر اذان کی آواز آگئی تو تو آپ رک جاتے نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ ہلہ بولدیں، پھر ان گھوڑوں کا گرد وغبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے، حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ وَالْعٰدِیٰتِ سے مراد اونٹ ہیں، حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپنے فرمایا گھوڑے ہمارے پاس بدر والے دن تھے ہی کب ؟ یہ تو اوس چھوٹے لشکر میں تھا جو بھیجا گیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک شخص نے آکر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپنے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھوڑے سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آکر کھانے پکانے کے لئے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علیؓ کے پاس گیا آپ اوس وقت زمزم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے اوس نے آپ سے بھی یہی سوال کیا آپنے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے بھی تم نے پوچھا ہے ؟ کہا ہاں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو خدا کی راہ میں دھاوا کریں، حضرت علیؓ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلا لانا جب وہ آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتوے دے رہے ہو خدا کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اوس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو عٰدِیٰت ضَبْحًا یہ کیسے ہوسکتے ہیں اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانیوالے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں، حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کرلیا اور حضرت علیؓ نے جو فرمایا تھا وہی کہنے لگا، مزدلفہ میں پہنچکر حاجی بھی اپنی ہنڈیا روٹی کے لئے آگ سلگاتے ہیں، غرض حضرت علیؓ کا فرمان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی قول ایک جماعت کا ہے جن میں ابراہیم عبید بن عمیر وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے گھوڑے مروی ہیں مجاہد عکرمہ عطا قتادہ ضحاکؒ بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں، بلکہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عطا سے مروی ہے کہ ضَبْح یعنے ہانپنا کسی جانور کے لئے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز اُح اُح کی نکلتی ہے یہی ضَبْح ہے، اور دوسرے جملے کے ایک تو معنی یہ کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کو بھڑکانا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا، اور یہ بھی مروی ہے کہ رات کو اپنی قیام گاہ پہنچ کر آگ روشن کرنا، اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا، پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک

ع ۱
۲۵

کہدیا تھا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں (مسند احمد و نسائی) صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو، اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام کو ہلکا نہ سمجھو گو اتنا ہی کام ہو کہ تو اپنے ڈول میں سے ذرا سا پانی کسی پیاسے کو پلوا دے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرلے، دوسری ایک صحیح حدیث میں ہے، اے ایمان والی عورتو! تم اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے ہدیے کو حقیر نہ سمجھو گو ایک کھر ہی آیا ہو، اور حدیث میں ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دیدو گو جلا ہوا کھر ہی ہو، مسند احمد کی حدیث میں ہے اے عائشہؓ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو یاد رکھو کہ انکا بھی حساب لینے والا ہے، ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت اُتری تو حضرت صدیقؓ نے کھانے سے ہاتھ اُٹھالیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میں ایک ایک ذرّے برابر برائی کا بدلہ دیا جاؤنگا تو آپنے فرمایا اے صدیقؓ دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچی ہیں یہ تو اسمیں آگئیں اور نیکیاں تمہارے لئے خدا کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور اون سب کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائیگا، ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سورت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سُن کر بہت روئے، حضورؐ نے سبب پوچھا تو آپنے فرمایا مجھے یہ سورت رُلا رہی ہے آپنے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے اور خدا اونہیں بخشتا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورؐ سے یہ آیت سُن کر پوچھا کہ حضورؐ کیا مجھے اپنے سب اعمال دیکھنے پڑینگے آپنے فرمایا ہاں پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں پوچھا اور چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں، میں نے کہا ہائے افسوس! آپنے فرمایا ابوسعید خوش ہوجاؤ نیکی تو دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک خدا جسے چاہے دیگا ہاں گناہ اوسی کے مثل ہونگے یا اللہ تعالیٰ اوسے بھی بخشدیگا سنو کسی شخص کو صرف اوس کے اعمال نجات نہ دسکیں گے میں نے کہا حضورؐ کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے ہی مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے، اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہیں یہ روایت صرف انہی سے مروی ہے، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آیت وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ الخ نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہ اللہ دیں گے تو کوئی ثواب نہ ملے گا مسکین اون کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ کھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حقارت خیال کرکے یونہی لوٹا دیتے تھے کہ اگر دیں تو کوئی اچھی محبوب و مرغوب چیز دیں، اودہر تو اس خیال کی ایک جماعت تھی دوسری جماعت وہ تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی مثلاً کبھی کوئی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادہرا ودھر نظریں ڈال لیں کبھی غیبت کرلی وغیرہ جہنم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو آیت فَمَنْ يَعْمَلْ نازل ہوئی، اور انہیں تبلایا گیا کہ چھوٹی سی نیکی کو حقیر نہ سمجھو یہ بڑی ہوکر ملیگی اور تھوڑے سے گناہ کو بھی بے جان نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا مل کر بہت نہ بن جائے، ذرہ کے معنی چھوٹی چیونٹی کے ہیں یعنی نیکیوں کو اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامۂ اعمال میں دیکھ لیگا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کے لئے خدا چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہوجاتی ہیں، ایک ایک کے بدلے دس دس بدیاں معاف ہوجاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی بُرائی سے ایک ذرّے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گناہوں کو ہلکا نہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہوکر آدمی کو ہلاک کرڈالتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بُرائیوں کی مثال بیان کی کہ جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اُترے پھر ایک ایک دو دو لکڑیاں چن لائے تو لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے گا پھر اگر انہیں سلگالی جائیں تو اوس آگ میں جو چاہیں پکا سکتے ہیں (اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہوکر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں) سورۂ إِذَا زُلْزِلَتْ کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

معنیٰ ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے، اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ جہاں اس کے لئے قرارگاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے، ھَاوِیَۃٌ جہنم کا نام ہے اسی لئے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے، حضرت اشعث بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مومن کی موت کے بعد اوس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لیجاتے ہیں اور فرشتے اون سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کرو یہ دنیا کے رنج و غم میں مبتلا تھا، اب وہ نیک روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے وہ کہتا ہے کہ وہ تو مرچکا کیا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں بھونکوائسے وہ تو اپنی ماں ہاویہ میں پہنچا، ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب بسط سے ہے اور ہم نے بھی اوسے کتاب صفۃ النّار میں وارد کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اوس آگ جہنم سے نجات دے آمین! پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اوس کا ستّرھواں حصہ ہے، لوگوں نے کہا حضرتؐ ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے ۶۹ انہتر حصے تیز ہے، صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اوس میں یہ بھی ہے کہ ہر حصہ اس آگ جیسا ہے، مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے، مسند کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اوس آگ کا ستّرھواں حصہ ہونے کے پھر بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے، اور حدیث میں ہے یہ آگ سوواں حصہ ہے، طبرانی میں ہے جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور آگ جہنم کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستّر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایکہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایکہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایکہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس اب وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہونگی جس سے اوس کا دماغ کھدبدیا رہا ہوگا، صحیحین میں ہے کہ آگ نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ خدایا میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جارہا ہے تو پروردگار نے اُسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو یہ اوس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے یہ اسکے گرم سانس کا اثر ہے، اور حدیث میں ہے کہ جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے، الحمدللہ سورۂ قارعہ کی تفسیر ختم ہوئی ٭

تفسیر سورۂ تکاثر مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بہت بڑے مہربان نہایت رحم کرنیوالے خدا کے نام سے شروع ؏

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کردیا ؏ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ؏ نہیں نہیں تم معلوم کرلوگے ؏

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝

اور ابھی ابھی تمہیں علم ہوجائیگا ؏ یوں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے ؏

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝

بیشک تم جہنم کو دیکھ لوگے ؏ اور تم اوسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لوگے ؏

ع ۱ ۲۷ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

پھر اوس دن تم سے ضرور ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا ؏

ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے پالینے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے بے پرواہ کردیا، تم اسی دنیا کی اُدھیڑ بُن میں رہے کہ اچانک موت آگئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں پھنس کر بے رغبتی کرلی اور مرتے دم تک غفلت برتی۔ ابن ابی حاتم، حسن بصریؒ فرماتے ہیں مال اور اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال پرے پھینک دیا، صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادٍ مِّنْ ذَھَبٍ یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہو اسے

ٹوٹ پڑنا ، اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لئے ہیں وہ فرماتے ہیں
اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے ، پھر یہ سب کہتے ہیں
کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں
غبار اڑانا ، پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں دڑانہ گھس جانا اور چیرتے
پھاڑتے مارتے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا ، اور یہ بھی مراد ہو سکتی
ہے کہ سب جمع ہو کر اوس جگہ درمیان میں آجاتے ہیں ، تو اس صورت میں
جَمْعًا حال مؤکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا ۔ ابوبکر بزار میں اسجگہ
ایک غریب حدیث ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گذر گیا لیکن اوس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں
اُتریں اور اوس لشکر کی خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اون کے گھوڑے ہانپتے
ہوئے تیز چال سے گئے اون کے سُموں کی ٹکر سے چنگاریاں اُڑ رہی
تھیں اونہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا
اون کی ٹاپوں سے گرد اُڑ رہا تھا پھر غالب آکر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے ،
ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے جس پر قسمیں کھائی گئی
تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدردان نہیں ، اگر کوئی دُکھ درد
کسی وقت آگیا ہے تو وہ تو بخوبی یاد ہے لیکن خدائے تعالیٰ کی ہزارہا ع ٢٦
نعمتیں جو ہیں سب کو بھلائے ہوئے ہے ، ابنِ ابی حاتم کی حدیث میں ہے
کہ کَنُوْد وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور احسان سلوک نہ کرے
اس کی اسناد ضعیف ہے ، پھر فرمایا خدا اس پر شاہد ہے ، اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال
واقوال سے صاف ظاہر ہے ، جیسے اور جگہ ہے شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
بِالْكُفْرِ یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جبکہ یہ
اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں ، پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے
یعنی اسے مال کی بیحد محبت ہے اور یہ بھی معنیٰ ہیں کہ اس محبت میں پھنس کر
ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا اور بخل کرتا ہے ، پھر پروردگارِ عالم اسے دنیا
سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے
کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مُردے
قبروں سے نکل کھڑے ہونگے اور جو کچھ باتیں چھپی لگی ہوئی تھیں سب ظاہر
ہو جائیں گی ، سُن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک

عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر ظلم وہ روا نہیں رکھتا
اور نہ رکھے ۔ سورۂ عادیات کی تفسیر خدا کے فضل و احسان سے ختم ہوئی فالحمد للہ

تفسیر سورۂ قارعہ مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ بہت مہربان بڑے رحم والے کے نام سے

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ

کھڑکھڑا دینے والی ، کیا ہے وہ کھڑکھڑانیوالی ، تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے ، جس دن

يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ

انسان پراگندہ پروانوں کی طرح ہو جائینگے ، اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اُون کی

الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ

طرح ہو جائیں گے ، ہاں جس کا پلہ بھاری ہو گیا ، وہ تو من مانتی آرام کی زندگی

رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ

میں ہوگا ، اور جس کی تول ہلکی ہو گئی ، اوس کی ماں

هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

ہاویہ ہے ، تجھے کس نے بتایا کہ وہ کیا ہے ؟ وہ تیز و تند آگ ہے ،

قَارِعَةٌ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے حَآقَّةٌ طَآمَّةٌ صَآخَّةٌ غَاشِيَةٌ
وغیرہ اوس کی بڑائی اور ہولناکی کے بیان کے لئے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز
ہے ؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا ، پھر خود تبلاتا ہے
کہ اوس دن لوگ منتشر اور پراگندہ حیران و پریشان اِدھر اُدھر گھوم رہے
ہونگے جس طرح پروانے ہوتے ہیں ، اور جگہ فرمایا ہے كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ
گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں ، پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی
ہوئی اون کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتے نظر آئینگے ، پھر فرماتا ہے اوس دن
ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائیگا ، نیکوں کی بزرگی اور بُروں کی اہانت
کھل جائیگی جس کی نیکیاں ذرن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام
کی جنت میں بسر کریگا ، اور جس کی بدیاں نیکیوں پر چھا گئیں ، بھلائیوں کا
پلڑا ہلکا ہو گیا وہ جہنمی ہو جائیگا ، وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا
جائیگا اُمّ سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائیگا ، اور یہ بھی

پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو کہا حضورؐ جس چیز نے آپکو نکالا ہے اوسی نے مجھے بھی نکالا ہے اوتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اُن سے بھی حضورؐ نے یہی سوال کیا اور آپنے بھی یہی جواب دیا پھر حضورؐ نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں پھر فرمایا کہ اگر ہمت ہو تو اس باغ تک چلے چلو کھانا پینا مل ہی جائیگا اور سایہ دار جگہ بھی، ہم نے کہا بہت اچھا پس آپ ہمیں لیکر ابو الہیثم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کے دروازہ پر آئے آپنے سلام کیا اور اجازت چاہی، ام ہیثم انصاریہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑی تھیں سُن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ خدا کے رسولؐ اور زیادہ سلامتی کی دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ کا سلام سنیں جب تین مرتبہ حضورؐ سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلدئے، اب تو حضرت ابو الہیثم رضؓ کی بیوی صاحبہ دوڑیں اور کہا حضورؐ میں آپ کی آواز سن رہی تھی لیکن میرا ارادہ تھا کہ خدا کرے آپ کئی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی آپ آئیے تشریف لے چلئے آپنے اون کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا کہ خود ابو الہیثم کہاں ہیں؟ مائی صاحبہ نے فرمایا حضورؐ وہ بھی یہیں قریب ہی پانی لینے گئے ہیں، آپ تشریف لائیے انشاء اللہ آتے ہی ہونگے، حضورؐ باغ میں رونق افروز ہوئے مائی صاحبہ نے ایک سایہ دار درخت تلے کچھ بچھا دیا جس پر آپ بیٹھ گئے، اتنے میں ہی حضرت ابو الہیثم رضؓ بھی آ گئے بیحد خوش ہوئے آنکھوں ٹھنڈک اور دلوں سکھ نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے اتار اتار کر دینے لگے یہانتک کہ خود آپنے روک دیا صحابی نے کہا یا رسول اللہؐ گدلی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح کی چاہئیں تناول فرمائیں، جب کھجوریں کھا چکے تو میٹھا پانی لائے جسے پیا پھر حضورؐ فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خداؐ کے ہاں پوچھے جاؤگے، ابن جریر کی اسی حدیث میں ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے جو ان کے پاس حضورؐ آئے اور پوچھا کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو، دونوں نے کہا حضورؐ بھوک کے مارے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں، فرمایا اُس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بھی اسی وجہ سے اسوقت

نکلا ہوں، اب آپ انہیں لیکر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ مل گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کے لئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں، اوتنے میں تو وہ مشک اٹھائے ہوئے آ ہی گئے، خوش خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ جیسا خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبیؐ تشریف لائے ہیں، مشک تو لٹکا دی اور اور خود جاکر کھجوروں کے تازہ تازہ خوشے لے آئے آپنے فرمایا چن کر الگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضورؐ میں نے چاہا کہ آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے چن لیں اور نوش فرمالیں، پھر چھری ہاتھ میں تھامی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکائیں تو آپنے فرمایا دیکھو دودھ دینے والے جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ اوس نے ذبیحہ کیا آپنے وہیں کھانا کھایا پھر فرمانے لگے دیکھو بھوکے گھر سے نکلے اور پیٹ بھرے جا رہے ہو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام حضرت ابو عسیبؓ کا بیان ہے کہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی میں نکلا پھر حضرت ابوبکرؓ کو بلایا پھر حضرت عمرؓ کو بلایا پھر کسی انصاریؓ کے باغ میں گئے اور اوس سے فرمایا لاؤ بھائی کھانے کو دو وہ انگور کے خوشے اٹھا لائے اور آپ کے سامنے رکھدئے آپ نے اور آپکے ساتھیوں نے کھائے، پھر فرمایا ٹھنڈا پانی پلواؤ وہ لائے آپنے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی، حضرت عمرؓ نے وہ خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی خدا کے ہاں پرسش ہوگی، آپنے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی تو پرسش نہیں۔ بیہودہ پوشی کے لائق کپڑا۔ بھوک روکنے کے قابل ٹکڑا۔ اور سردی گرمی میں سر چھپانے کے لئے مکان (مسند احمد) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضورؐ نے پڑھ کر سنائی تو صحابہؓ کہنے لگے ہم سے کس نعمت پر سوال ہوگا؟ کھجوریں کھا رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں تلواریں گردنوں میں لٹک رہی ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے، آپنے فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب نعمتیں آ جائینگی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے جو حضور علیہ السلام آئے اور نہائے ہوئے معلوم ہوتے تھے ہمنے کہا حضورؐ

قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے یہانتک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آیا تو آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھاکر فنا کر دیا یا پہن کر پھاڑ دیا یا صدقہ دیکر باقی رکھ لیا، صحیح مسلم شریف میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے اوسے تو تو لوگوں کے لئے چھوڑ چھاڑ کر چل دیگا، بخاری کی حدیث میں ہے میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو لوٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے، گھر والے، مال، اور اعمال، اہل و مال تو لوٹ آئے عمل ساتھ رہ گئے، مسند احمد کی حدیث میں ہے ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اوس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور اُمنگ، حضرت ضحاک رح نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟ اوس نے کہا میرا، فرمایا تیرا تو اوسوقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں تو خرچ کردے یا بطور شکر خدا کے خرچ کرے، حضرت احنف رح نے اس واقعہ کو بیان کرکے پھر یہ شعر پڑھا ؎

اَنْتَ لِلْمَالِ اِذَا اَمْسَكْتَهٗ ＊ فَاِذَا اَنْفَقْتَهٗ فَالْمَالُ لَكَ

یعنی جبکہ تو مال کو لئے بیٹھا ہے تو تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اوسے خرچ کر دیگا اُس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائیگا، ابن بریدہ رح فرماتے ہیں بنو حارثہ اور بنو حارث انصار کے قبائل آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوٹ یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے، دوسرے قبیلے والے اپنے میں سے ایسوں کو پیش کرتے تھے، جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جاکر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارے کرکے کہنے لگے بتلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گذرا ہے وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان میں پہنچ گئے اور اپنے اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے، چاہیئے تھا کہ یہاں آکر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سڑنا گلنا یاد کرتے، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے یہانتک کہ ایک ایک ہو کر قبروں میں ٹھس گئے، مطلب یہ ہے کہ بہتایت کی چاہت نے غفلت میں ہی رکھا یہانتک کہ مرگئے اور قبروں میں دفن ہوگئے، صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی بیمار پُرسی کو گئے اور حسب عادت فرمایا کوئی ڈر خوف نہیں انشاء اللہ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اوس نے کہا آپ اسے خوب پاکی تبلا رہے ہیں یہ تو وہ بخار ہے جو بوڑھے بڑوں پر جوش مارتا ہے اور قبر تک پہنچا کر رہتا ہے، آپنے فرمایا اچھا پھر یوں ہی سہی اس حدیث میں بھی لفظ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ ہے اور یہاں قرآن میں بھی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مرکر قبر میں دفن ہونا ہی ہے، ترمذی میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت اُتری ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے یہ حدیث غریب ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر فرمانے لگے میمون قبروں کا دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنیوالا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے، یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف، ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اور ہی ہے، پھر اللہ تعالیٰ دھمکاتے ہوئے دو دو مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائیگا، یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے مراد کفار ہیں دوبارہ مؤمن مراد ہیں، پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقینی کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے، یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے، اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل آخرت سے غافل نہ رہتے، پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اوسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ اوس کی ایک ہی جنبش کے ساتھ اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی ہیبت و خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اوس کی عظمت اور دہشت ہر دل پر چھائی ہوئی ہوگی، جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں بہ تفصیل مروی ہے، پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نعمتوں کی بازپرس ہوگی، صحت امن رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہانتک ادا کیا، ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ٹھیک دوپہر کو رسول اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے چلے دیکھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجد میں آرہے ہیں

عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے، حضرت زید بن اسلمؒ نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے۔ اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں ٹوٹے میں اور ہلاکت میں ہے، ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو اعمال میں نیکیاں ہوں، حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں یعنی نیکی کے کام کرنے کی حرام کاموں سے رکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں، قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہوں، ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں اون کی بھی سہار کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ وَالْعَصْرِ کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ وَیْلٌ لِّکُلِّ مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بخشش کرنیوالا نہایت مہربان ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهٗ ۙ

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنیوالا ہو، جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے،

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۡ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۭ نَارُ اللّٰهِ

سمجھے کہ اوس کا مال اُسے ہمیشہ کی زندگی دیدیگا، ہرگز نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینکدیا جائیگا، تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہے؟ یہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ

الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَي الْاَفْـــِٕدَةِ ۭ اِنَّهَا

ہے جو دلوں پر چڑھے چلی جاتی ہے۔ جو ان پر

عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ

ہر طرف سے بند کی ہوئی ہے بڑے بڑے لمبے ستونوں میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا اپنے کاموں سے دوسروں کی حقارت کرنیوالا خرابی والا شخص ہے هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد طعنہ دینے والا غیبت کرنیوالا ہے، ربیع بن انسؒ کہتے ہیں سامنے برا کہنا تو هُمَزَہ ہے اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا لُمَزَہ ہے، قتادہؒ کہتے ہیں زبان سے اور آنکھ کے اشاروں سے بندگان خدا کو ستانا اور چڑانا مراد ہے کہ کبھی تو اون کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے اور کبھی اون پر طعنہ زنی کرے، مجاہدرحؒ فرماتے ہیں ہَمَز ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور لَمَز زبان سے، بعض کہتے ہیں اس سے مراد اخنس بن شریق کافر ہے مجاہدؒ فرماتے ہیں آیت عام ہے، پھر فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے، جیسے اور جگہ ہے جَمَعَ فَاَوْعٰى حضرت کعبؒ فرماتے ہیں دن بھر تو مال کمانے کی ہائے وائے میں لگا رہا اور رات کو سڑی ہوئی لاش کی طرح پڑ رہا، اس کا خیال یہ ہے کہ اسکا مال اسے ہمیشہ دنیا میں رکھیگا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ یہ بخیل اور لالچی انسان جہنم کے اوس طبقے میں گریگا جو ہر اس چیز کو جو اوس میں گرے چور چور کر دیتا ہے، پھر فرماتا ہے یہ توڑ پھوڑ کرنیوالی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اے نبیؐ تمہیں معلوم نہیں، یہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن مرتے نہیں، حضرت ثابت بنانیؒ جب اس آیت کی تلاوت کرکے اس کا یہ معنیٰ بیان کرتے تو رو دیتے اور کہتے انہیں عذاب نے بڑا ستایا، محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی پھر پہنچتی ہے، یہ آگ ان پر چوطرف سے بند کر دی گئی ہے جیسے کہ سورۂ بلد کی تفسیر میں گذرا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے، اور دوسرا طریق اس کا موقوف ہے، لوہا جو مثل آگ کے ہے اسکے ستونوں میں یہ لمبے لمبے دروازے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں بِعَمَدٍ مروی ہے، ان جہنمیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہونگی یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہونگے اور اوپر سے
ع 1 29 دروازے بند کر دئے جائینگے، ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب کئے جائینگے، ابو صالحؒ فرماتے ہیں یعنی وزنی بیڑیاں اور قید و بندان کیلئے ہونگی، اس سورت کی تفسیر بھی خدا کے فضل و کرم سے پوری ہوئی فالحمد للہ۔

اس وقت تو آپ خوش وخرم نظر آتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں پھر لوگ تونگری کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں خوف خدا ہو اوس کے لئے تونگری کوئی بری چیز نہیں اور یاد رکھو متقی شخص کے لئے صحت تونگری سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی خدا کی نعمت ہے (مسند احمد) ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے، ترمذی شریف میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائیگا کہ ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی؟ اور ٹھنڈے پانی سے تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ الخ کو سن کر صحابہؓ کہنے لگے کہ حضورؐ ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھا رہے ہیں تو خدا کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کے لئے جوتیاں نہیں پہنتے اور کیا تم ٹھنڈے پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرسش نعمتیں ہیں، اور روایت میں ہے کہ امن اور صحت سے سوال ہوگا، پیٹ بھر کھانے سے ٹھنڈے پانی سے، سایہ دار گھروں سے، میٹھی نیند سے بھی سوال ہوگا، شہد پینے سے، لذتیں حاصل کرنے سے صبح شام کے کھانے سے، گھی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ، غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں خدا کے ہاں سوال ہوگا، حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کئے، جیسے قرآن کریم میں ہے إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ ہر شخص سے اوس کے کان اوس کی آنکھ اور اوس کے دل کے بارے میں بھی پوچھ ہوگی، صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے دو نعمتوں کے بارے میں لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں صحت اور فراغت، ۹
یعنی نہ تو ان کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں خدا کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں، بزار میں ہے تہبند کے سوا اور سایہ دار دیواروں کے سوا اور روٹی کے ٹکڑے کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑیگا، مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہیگا اے ابن آدم میں نے تجھے گھوڑوں پہ اور اونٹوں پہ سوار کرایا عورتیں تیرے نکاح میں دیں تجھے مہلت دی کہ تو ہنسی خوشی آرام وراحت سے زندگی گذارے اب بتا

کہ اوس کا شکر یہ کہاں ہے؟ خدا کے فضل وکرم سے سورۂ تکاثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ ✦

تفسیر سورۂ وَالْعَصْرِ مکیہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب سے ملے اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا، عمرو کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہو اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے، حضرت عمرو نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے حضرت عمرو نے سورۂ وَالْعَصْرِ ۝ پڑھ کر سنادی، مسیلمہ ذرا دیر تو سوچتا رہا پھر کہنے لگا، عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورت اتری ہے عمرو نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ يَا وَبْرُ يَا وَبْرُ ۝ إِنَّمَا أَنْتَ أُذُنَانِ وَصَدْرٌ ۝ وَسَائِرُكَ حَفْرٌ نَقْرٌ ۝ پھر کہنے لگا عمرو کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونیکا علم ہے۔ وَبْرُ بلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی باقی جسم بالکل حقیر اور واہیات ہوتا ہے، اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا، طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہوجاتے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور وتدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورت کافی ہے ✦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش والے بہت بڑے رحم والے کے نام سے شروع

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

زمانے کی قسم ۝ بے شک وبالیقین انسان نقصان میں ہے ۝ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ۝

کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لئے عرب اسے
قلیس کہتے تھے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا، اب ابرہہ اشرم کو یہ سوجھی
کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں، اپنی ساری مملکت
میں اس کی منادی کرادی، عدنانیہ اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا
اُدھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے، تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے
وقت اوس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ کرکے چلا آیا، چوکیداروں نے
جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ
آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہذا انہوں نے جوش اور غضب میں آکر
یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اوسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ پہونچونگا اور
بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادونگا، ایک روایت میں یوں بھی ہے
کہ چند منچلے نوجوان قریشیوں نے اس گرجا میں آگ لگا دی تھی
اور اوس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گرجا جل گیا اور منہ کے بل
زمین پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لیکر مکہ پر چڑھائی
کی تاکہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا
جسے محمود کہا جاتا تھا جس جیسا ہاتھی اور کوئی نہ تھا، شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی
اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا، آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے
یہ کعبے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں
مضبوط زنجیریں ڈال دونگا اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں
کو باندھ دونگا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ
سے گرا دینگے، جب عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر پڑا
اور انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ خواہ کچھ ہی ہو ہم ضرور اس سے مقابلہ کرینگے
اور اسے اس کی اس بدکرداری سے روک دینگے، ایک یمنی شریف سردار
جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ذونفر کہا جاتا تھا یہ کھڑا
ہوگیا اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت
بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی
اور ذونفر اس خبیث کے ہاتھ قید ہوگیا اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور
مکہ شریف کی طرف بڑھا خثعم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں
نُفَیل بن حبیب خثعمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ
نے انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہوگیا، پہلے تو اس ظالم نے اسے

قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کرکے ساتھ لیلیا تاکہ راستہ بتائے
جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کرلی کہ
ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے
اس نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے ابو رغال کو اس کے
ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائیگا ابرہہ جب مکے کے
بالکل قریب مغمس کے پہنچا تو اوس نے یہاں پڑاؤ کیا اس کے لشکر
نے آس پاس کے مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چر چگ رہے تھے
سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں میں دوسو اونٹ تو صرف
عبدالمطلب کے تھے اسود بن معقود جو اس کے لشکر کے ہراول کا سردار
تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا جس پر عرب
شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار تصنیف کئے ہوئے ہیں جو سیرۃ
ابن اسحاق میں موجود ہیں، اب ابرہہ نے اپنا قاصد حناطہ حمیری مکہ والوں
کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور
یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے کو نہیں آیا میرا ارادہ
صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کے بچانے
کے درپے ہوئے تو لامحالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑیگی، حناطہ جب
مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار
عبدالمطلب بن ہاشم ہے یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا
جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے
کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ خدا کا حرمت والا گھر ہے اوس کے
خلیل حضرت ابراہیم کی زندہ یادگار ہے خدا اگر چاہیگا تو اپنے گھر
کی آپ حفاظت کرے گا ورنہ ہم میں تو ہمت و قوت نہیں، حناطہ
نے کہا اچھا تو آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلئے عبدالمطلب
ساتھ ہوئے بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آگیا عبدالمطلب
گورے چٹے سڈول اور مضبوط قوی والے حسین وجمیل انسان تھے
دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ
بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟
عبدالمطلب نے کہا میرے دوسو اونٹ جو بادشاہ نے لیلئے ہیں اونہیں
واپس کر دیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہدے کہ پہلی نظر میں تو تیرا رعب

تفسیر سورۂ فیل مکیّہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربانی کرنیوالے کے نام سے شروع!

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اون کے مکر کو بیکار

فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْھِمْ

نہیں کر دیا؟ اور اون پر پرندوں کے جھرمٹ بھیج دئے، جو انہیں

بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝ ع

مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے۔ پس اونہیں کھائے ہوئے بھوسی کیطرح کر دیا۔

خدائے رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اوس کا ذکر کر رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لیکر کعبے کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی خدائے تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ کعبے کے وجود کو مٹائیں ان کا نام و نشان مٹا دیا ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کر لیں برباد و غارت کر دیا۔ یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مسخ کر دیا تھا قریب قریب بت پرست ہو گئے تھے۔ انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی۔ حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے۔ اکثر تاریخ دان حضرات کا یہی قول ہے تو گویا خدائے عالم فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی عظمت و عزت میں اپنے آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے۔ غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطوّل واقعہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کے بیان میں گذر چکا ہے کہ قبیلۂ حمیر کا آخری بادشاہ ذو نواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے کے سارے ہی شہید کر دئے گئے تھے صرف دوس ذو ثعلبان ایک بچ گیا تھا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چاہی یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دو اس لئے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا اس بادشاہ نے ارياط اور ابو یکسوم ابرھہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دیکر دونوں کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہونچا اور یمن کو اور یمنیوں کو تاخت و تاراج کر دیا، ذو نواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہِ حبشہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئی آخر نوبت یہاں تک پہونچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کے لئے نکل آئے، عام حملہ ہو اس سے پیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں، جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اوسی کی، چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور دونوں میدان میں نکل آئے، ارياط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونا خون کر دیا ناک ہونٹ اور منہ کٹ گیا، ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقعہ پر ارياط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اوسے قتل کر دیا، ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا، علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اوسے بڑی سخت ملامت کی اور کہا کہ قسم خدا کی میں تیرے شہروں کو پامال کر دونگا اور تیری چوٹی کاٹ لاؤنگا، ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیئے دئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھر دی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اوس میں رکھ دئے، اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور میری چوٹی کے بال بھی، آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضگی معاف فرمائیے اس سے شاہِ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی، اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لئے ایک ایسا گرجا تعمیر کرا رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو، اور اس گرجا گھر کا بنانا شروع کیا، بڑے اہتمام اور کر و فر سے بہت اونچا بہت مضبوط بیحد خوبصورت اور منقش و مزیّن کر جانا یا اس قدر بلند تھا

اور کہا ہے کاش کہ تو اوس وقت موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے اور وادیِ محصّب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں تو اس وقت تو اوس خدائی لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا، ہم تو وہاں کھڑے حمدِ خدا کی راگنیاں الاپ رہے تھے گو کلیجے ہمارے بھی اوپنچے ہوگئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کردے، نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیلؔ ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا، واقدی فرماتے ہیں یہ پرندہ زرد رنگ تھے کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے، اور روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اوس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اوس کی سنک پر کنکری پڑی اور بلبلا کر پیچھے ہٹا اور پھر اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں، اکثر تو وہیں ڈھیر ہوگئے اور بعض جو ادھر اُدھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے بھی کوئی جاں بر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے اون کے اعضا کٹ کٹ کرگرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے، ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضوِ بدن جھڑنا شروع ہوا یہانتک کہ خثعم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں ہلک ہلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا دل تک پھٹ گیا تھا، قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا، عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پُر کر لیا تھا، زمینِ عرب میں آبلہ اور چیچک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی طرح سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمینِ عرب میں دیکھے گئے، پس اللہ تعالیٰ بزبانِ رسولِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اوسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کی مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا، اَبَابِیْل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغتِ عرب میں پایا نہیں گیا، سِجِّیْل کے معنی ہیں بہت ہی سخت، اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی، غرض سجّیل وہ ہے جس میں پتھر بہ مٹی کے ہو، عَصْف جمع ہے عَصْفَۃٌ کی کھیتی کے اون پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں، ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ جھنڈ بہت سارے پے درپے جمع شدہ ادھر اُدھر سے آنیوالے، بعض نحوی کہتے ہیں اس کا واحد ابیل ہے، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان پرندوں کی چونچ تھی اور پرندوں جیسی اور پنجے تھے کتوں جیسے، عکرمہؒ فرماتے ہیں یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اور اقوال بھی ہیں، یہ پرند باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہوگئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھراؤ کیا جس کے سر میں لگا اسکے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر گرا وہ عضو ساقط ہوگیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ و بالا ہوگئے، عَصْف کہتے ہیں چارے کو اور کھیتی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو، اور مَّاْکُوْل سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ عَصْف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے، ابنِ زیدؒ فرماتے ہیں مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں، مطلب یہ ہے کہ خدا نے ان کا تہس نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا اون کی ساری تدبیریں چٹ پڑ گئیں کوئی بھلائی اونہیں نصیب نہ ہوئی اور اون کی خبر پہنچانے ایسا بھی کوئی ان میں صحیح سالم نہ رہا جو بھی بچا وہ زخمی ہوکر اور اوس زخم سے پھر جاں بر نہ ہو سکا، خود بادشاہ بھی گو وہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگیا تھا جوں توں صنعا میں پہونچا لیکن وہاں جاتے ہی اوس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا جو مر گیا، اس کے بعد اُس کا لڑکا یکسوم کا بادشاہ بنا پھر اوس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی، اب سیف بن ذو یزن حمیری کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اوس سے مدد طلب کی تاکہ وہ اہلِ حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے کسریٰ نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہلِ حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلۂ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی

مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی تھی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھو دی، اپنے دو سو اونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اوسے خاک میں ملانے کے لئے آیا ہوں عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ اونٹ تو میرے ہیں اس لئے انہیں بچانے کی کوشش میں میں ہوں اور خانۂ کعبہ خدا کا ہے وہ خود اُسے بچا لیگا، اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ خدا بھی آج اوسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا، عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان، یہ بھی مروی ہے کہ اہلِ مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بدارادہ سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا، خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لیکر چلدئے اور آکر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کردو پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ اب عبدالمطلب اپنے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لیکر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازہ کا کنڈا تھام کر رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ بارِ الٰہی ابرہہ اور اوس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچالے، عبدالمطلب نے اوس وقت یہہ دعائیہ اشعار پڑھے ؎

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْـ ❊ نَعُ رَحْلَهٗ ❊ فَامْنَعْ رِحَالَكَ
لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ ❊ وَمِحَالُهُمْ اَبَدًا مِحَالَكَ

یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے خدایا تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا، یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ انکی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آجائیں۔ اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لیکر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا، یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سو اونٹ بیت اللہ کے ارد گرد نشان لگا کر چھوڑ دئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بددین آئے اور انہوں نے خدا کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذابِ خدا ان پر اترے گا، دوسری صبح ابرہہ کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اوسے تیار کیا

لشکر میں کمر بندی ہوچکی اور مکہ شریف کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی اوس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو خدائے تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑی میں جا چھپا، محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا اب ہزار جتن فیلبان کر رہے ہیں لشکری بھی کوششیں کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہٹتا ہی نہیں سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برچھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کرئے لیکن ہاتھی جنبش بھی نہیں کرتا پھر بطور امتحان کے اوس کا منہ یمن کی طرف کرکے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہوکر دوڑتا ہوا چلدیا شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا، مشرق کی طرف لیجانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا پھر مکہ شریف کی طرف منہ کرکے آگے بڑھانا چاہا وہیں بیٹھ گیا - انہوں نے پھر اوسے مارنا پیٹنا شروع کیا کہ دیکھا کہ ایک گھٹا ٹوپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کیطرف سے اُمڈا چلا آرہا ہے، ابھی پوری طرح دیکھنا بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آگئے چوطرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا ان میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک مسور یا ماش کے دانے برابر کنکری تھی، اور دونوں پنجوں میں دو کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے جس جس پر کنکری آپڑی وہ وہیں ہلاک ہوگیا اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی، ہر ایک نُفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسی کو ان لوگوں نے اپنا رہبر اور راستہ بتلانے والا سمجھ رکھا تھا، نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا تھا اور دیگر اہلِ مکہ ان لوگوں کی یہ دُرگت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

اَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰهُ الطَّالِبُ ❊ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جبکہ خدا خود تاک میں لگ گیا ہے، سنو اشرم بدبخت مغلوب ہوگیا اب یہ جیتنے کا نہیں، اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس قصہ کو بیان کیا ہے

امن والی جگہ بنا دیا ہے، اس کے آس پاس تو لوگ اُچک لئے جاتے ہیں لیکن یہاں کے رہنے والے نڈر ہیں، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں لِاِیْلٰفِ میں پہلا لام تعجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جدا گانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے، تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر تعجب کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہئے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں، جیسے اور جگہ ہے قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا الخ یعنے اے نبی تم کہدو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی ہی عبادت کروں جس نے اِسے حرم بنایا جو ہر چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس کا مطیع اور فرمانبردار رہوں، پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں نڈر رکھا انہیں چاہئے اوس کی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھیرائیں، جو خدا کے اس حکم کی بجا آوری کریگا وہ تو دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن وامان سے رہیگا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر خوف سے اور انتہائی مایوسی سے بدل جائیگا، جیسے اور جگہ فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً الخ اللہ تعالیٰ اون بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن واطمینان کے ساتھ تھے ہر جگہ سے بافراغت روزیاں کھچی چلی آتی تھیں لیکن انہیں خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنے کی سوجھی چنانچہ خدائے تعالیٰ نے بھی انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھا دیا یہی اون کے کرتوت کا بدلہ تھا اون کے پاس اون ہی میں سے خدا کے بھیجے ہوئے آئے لیکن اونہوں نے اُسے جھٹلایا اس ظلم پر خدا کے عذابوں نے انہیں گرفتار کر لیا، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریشیو! تمہیں تو خدا یوں راحت وآرام پہنچائے گھر بیٹھے کھلائے پلائے چوطرف بدامنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن وامان سے میٹھی نیند سُلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے جو تم اپنے اوس پروردگار کی توحید سے جی چراؤ اور اوس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اوس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ۔ الحمدللہ سورۂ لِاِیْلٰفِ کی تفسیر ختم ہوئی ۔

اُس سورت کی تفسیر جس میں ماعون کا بیان ہے یہ سورت مکیہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے ۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے ۔ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ

اور مسکین کو کھلانے کی رغبت نہیں دیتا ۔ اون نمازیوں کے لئے ویل نامی جہنم کی جگہ ہے جو اپنی نماز

ع ۱ ۳۲

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ

سے غافل ہیں ۔ جو ریاکار ہیں، اور برتنے کی چیز روکتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اُس شخص کو دیکھا؟ جو قیامت کے دن کو جو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے، یتیم پر ظلم وستم کرتا ہے اوس کا حق مار کھاتا ہے اُسکے ساتھ سلوک واحسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کار خیر پر آمادہ نہیں کرتا جیسے اور جگہ ہے كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اوس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اوسے کافی ہو، پھر فرمان ہوتا ہے کہ غفلت برتنے والے نمازیوں کے لئے ویل ہے، یعنی اون منافقوں کے لئے جو لوگوں کے سامنے تو نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباسؓ نے کئے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالضحیٰ کہتے ہیں، حضرت عطاء بن دینارؒ فرماتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری میں عَنْ صَلَاتِهِمْ ہے فِیْ صَلَاتِهِمْ نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا، نمازوں میں غفلت برتتے ہیں نہیں فرمایا، اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان وشروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع وخضوع اور تدبر وغور وفکر نہ کرے، لفظِ قرآن ان میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا بدنصیب ہے،

اور چو طرف سے مبارکبادیاں وصول ہوئیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیلبان اور چرکٹے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہوگئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے، اس فیلبان کا نام انیس تھا۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اوس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمس بن معقود کے بھیجا تھا، یہ لشکر بیس ہزار کا تھا اور یہ پرند ان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان سب کا ستیاناس ہو چکا تھا لیکن یہ روایت بہت غریب ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ خود ابرہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لیکر آیا تھا یہ ممکن ہے کہ اوس کے ہراول کے دستہ پر یہ شخص سردار ہو، اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں بھی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، سورۂ فتح کی تفسیر میں ہم اوس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس ٹیلے پر چڑھے جہاں کو آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصواء تھک گئی آپ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت اسے اوس خدا نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا، پھر فرمایا اوس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مکے والے جن شرائط پر مجھ سے صلح چاہیں گے میں سب مان لونگا بشرطیکہ خدا کی حرمتوں کی ہتک اوس میں نہ ہو پھر آپ نے اوسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوگئی۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، بخاری مسلم کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو، سنو آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آگئی ہے جیسے کل تھی، خبردار ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ فیل کی تفسیر ختم ہوئی ✚

تفسیر سورۂ لایلاف مکیہ

اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث بیہقی کی کتاب خلافیات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں، دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے، تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاسبان یہ ہیں چوتھے یہ کہ چاہِ زمزم کے ساقی یہ ہیں، پانچویں یہ کہ خدا نے انہیں ہاتھی والوں پر غالب کیا، چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے خدا کی عبادت کی جبکہ اور کوئی عبادتِ خدا نہ کرتا تھا، ساتویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآنِ کریم کی یہ سورت نازل ہوئی پھر آپ نے بسم اللہ الخ پڑھ کر یہ سورت تلاوت کی ✚

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ فَلۡیَعۡبُدُوۡا

قریش کو الفت دلانے کے واسطے، انہیں الفت دلانی جاڑے اور گرمی کے سفر میں، انہیں چاہئے کہ اسی

رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ع

گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں، جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر خوف میں امن دامان دیا۔

موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورت سورۂ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الخ کی آیت کا فاصلہ موجود ہے، مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی سورت کے متعلق ہی ہے جیسے کہ محمد بن اسحاقؒ عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے، اس بنا پر معنی یہ ہونگے کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ باامن اس شہر میں رہنے سہنے کے لئے تھا، اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں میں کیا اور گرمیوں میں کیا دور دراز کے سفر امن وامان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکے جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن وامان سے سفر طے کر لیتا تھا، اسی طرح وطن میں ہر طرح کا امن انہیں حاصل تھا جیسے کہ اور جگہ قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو

کہ اصحاب رسول ؐ اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے ، اور روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے ، نسائی کی حدیث میں ہے ہر نیک چیز صدقہ ہے ، ڈول اور ہنڈیا یا پتیلی مانگ پر دینے کو ہم آنحضرت ؐ کے زمانہ میں مَاعُوْن سے تعبیر کرتے تھے ، غرض اس کے معنیٰ زکوٰۃ نہ دینے کے اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں ، چھوٹی چھوٹی بے جان چیزیں کوئی دو گھڑی کے لئے مانگنے آئے اوس سے انکار کر دینا مثلاً چھلنی ڈول سوئی سل بٹا کدال پھاوڑا پتیلی دیگچی وغیرہ ، ایک غریب حدیث میں ہے کہ قبیلۂ نُمیر کے وفد نے حضورؐ سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا ماعون سے منع کرنا ، انہوں نے پوچھا ماعون کیا ؟ فرمایا پتھر لوہا پانی ، انہوں نے پوچھا لوہے سے مراد کونسا لوہا ہے ؟ فرمایا یہی تمہاری تانبے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ پوچھا پتھر سے کیا مراد ؟ فرمایا یہی دیگچی وغیرہ ، یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں ، علی نُمیری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا مسلمان کا مسلمان بھائی ہے جب ملے سلام کرے جب سلام کرے تو بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے میں نے پوچھا حضورؐ ! ماعون کیا ؟ فرمایا پتھر لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں ۔ واللہ اعلم ؛ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اوس کے احسان اور رحم سے اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی ٭

تفسیر سورۂ کوثر جو مدنیّہ ہے اور بعض کے نزدیک مکیّہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ؎

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝

یقیناً ہم نے تجھے کوثر دی ؎   پس تو اپنے رب کی نمازیں پڑھ اور قربانی کر ؎

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے ؎

مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ غنودگی سی طاری ہوئی

اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر فرمایا کہ حضورؐ کیسے مسکرائے ؟ تو آپ نے فرمایا مجھ پر اس وقت ایک سورت اُتری پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس پوری سورت کی تلاوت کی اور فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا خدا اور اوس کا رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا وہ ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئیگی اوس کے برتن آسمان کے تاروں کی گنتی کے برابر ہیں بعض لوگ اوس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہونگا اے میرے رب یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائیگا آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپکے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں ، اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گرتے ہونگے ، نسائی کی حدیث میں ہے یہ واقعہ مسجد میں گذرا ، اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے ، اور اکثر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت میں اوس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی ، اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے ٭ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اوسکے دونوں جانب موتی کے خیمے ہیں ، اوس کی مٹی خالص مشک ہے اوس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں ، اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کونسی نہر ہے تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا یہ کوثر ہے جو خدا نے تمہیں دے رکھی ہے ، اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اِسْرَآ کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں ، ایک اور حدیث میں ہے کہ اوس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن پرند بیٹھے ہوئے ہیں حضرت صدیق ؓ نے سن کر فرمایا وہ پرند تو بہت ہی خوبصورت ہونگے آپ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں (ابن جریر) ، اور روایت میں ہی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے اس پر آپ نے
ع ۳۳ یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا ، مسند احمد
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں یہ نہر بیچوں بیچ جنت کے ہے ، ایک منقطع سند سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے

اور جس میں جتنی ہوں اوتنا ہی وہ وَیْلٌ والا ہے، اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینگ اوس میں ملائے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مارلے جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے، یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃِ وسطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے، یہ شخص مکروہ وقت میں کھڑا ہوتا ہے اور کوے کی طرح چونچیں مارلیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع وخضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے، انہی منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ یعنے منافق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں، یہ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے ہارے بادلِ ناخواستہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے نماز گذارتے ہیں خدا کی یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا یہ ریاکاری کرتے ہیں لوگوں میں نمازی بنتے ہیں، طبرانی کی حدیث میں ہے وَیْل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جہنم کی ہر دن اوس سے چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، یہ وَیْلٌ اس امت کے ریاکار علماء کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنیوالوں کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر حج کرنیوالوں کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر جہاد کرنیوالوں کیلئے ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کے لئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کریگا اور اوسے ذلیل وحقیر کریگا، ہاں اس موقعہ پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اوس کی خبر ہوگئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں اسکی دلیل مسند ابو یعلیٰ موصلی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ نبوی میں ذکر کیا کہ حضورؐ میں تو تنہا نوافل پڑھتا ہوں لیکن اچانک کوئی آجاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے آپنے فرمایا تجھے دو دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا ظاہر کرنیکا حضرت ابن المبارکؒ فرمایا کرتے تھے یہ حدیث ریاکاروں کے لئے بھی اچھی چیز ہے، یہ حدیث بروئے اسناد غریب ہے، لیکن اسی معنیٰ کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے، ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ تم میں سے ہر شخص کو مثل تمام دنیا کے دیا جائے اس سے مراد وہ شخص ہے کہ نماز پڑھے تو اوس کی بھلائی سے اوسے کچھ سروکار نہو اور نہ پڑھے تو خدا کا خوف اوسے نہ ہو، اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپنے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اوس کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ شرعی وقت نکال دیتے ہیں۔ پھر پڑھتے ہیں یہ معنیٰ بھی ہیں کہ اول وقت میں ادا نہیں کرتے۔ ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تنگ وقت کر ڈالتے ہیں، زیادہ صحیح موقوف روایت ہی ہے، امام بیہقیؒ بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح ہے، امام حاکمؒ کا قول بھی یہی ہے، پس جسطرح یہ لوگ عبادتِ رب میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے یہانتک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لئے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جوں کی توں واپس کردیں پس ان خسیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں، حضرت علی رضؓ سے ماعون کا مطلب ادائیگی زکوٰۃ بھی مروی ہے، اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز میں ریاکاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں روک ہے، حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے تو ادا نہیں کرتے، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ماعون ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں جیسے کدال پھاوڑا دیگچی ڈول وغیرہ، دوسری روایت میں ہے

اور صحیح پہلا قول ہے کہ مراد نحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے اسی لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فارغ ہوکر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہم جیسی قربانی کرے اوس نے شرعی قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کرلیا اسکی قربانی نہیں ہوئی، ابوبردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ یا رسول اللہؐ میں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کرلی یہ سمجھ کر کہ آج کے دن گوشت کی چاہت ہوگی، آپنے فرمایا بس وہ تو کھانے کا گوشت ہوگیا صحابی نے کہا اچھا یا رسول اللہؐ اب میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ محبوب ہے کیا یہ کافی ہوگا؟ آپنے فرمایا ہاں تجھے تو کافی ہے لیکن تیرے بعد چھ مہینے کا بکری کا بچہ کوئی اور قربانی نہیں دیسکتا، امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک قول اوس کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازیں خالص اللہ ہی کے لئے ادا کر اوس کے سوا کسی اور کے لئے نہ کر، اسی طرح اوسی کی راہ میں خون بہا کسی اور کے نام پر قربانی نہ کر اوس کا شکر بجالا جس نے تجھے یہ بزرگی دی اور وہ نعمت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھی کو اس کے ساتھ خاص کیا، یہی قول بہت اچھا ہے، محمد بن کعب قرظیؒ اور عطاؒ کا بھی یہی فرمان ہے ❊ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبیؐ تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے دشمنی رکھنے والا ہی قلت و ذلت والا بے برکتا اور دُم بریدہ ہے، یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں اُتری ہے، یہ پاجی جہاں حضورؐ کا ذکر خیر سنتا تو کہتا اُسے چھوڑو وہ دُم کٹا ہے اُسکے پیچھے اُسکی نرینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اسکا نام دنیا سے اُٹھ جائیگا، اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوئی ہے، شمر بن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابو معیط کے حق میں یہ آیت اُتری ہے، ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے، بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف مکے میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا کہ آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچہ کیطرف نہیں دیکھتے ؟ جو اپنی ساری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے اہل ہیں اور خدمت بیت اللہ ہمارے ہاتھوں میں ہے زمزم پر ہمارا قبضہ ہے، تو یہ خبیث کہنے لگا بیشک تم اس سے بہتر ہو اس پر یہ آیت اتری، اس کی سند صحیح ہے، حضرت عطاؒ فرماتے ہیں ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے

کا انتقال ہوا تو یہ بدنصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد کی نسل کٹ گئی (صلی اللہ علیہ وسلم و بارک) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، ابن عباسؓ سے بھی یہ منقول ہے، آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضورؐ کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لئے گئے وہ بھی اور جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی، اَبتَرُ کے معنے ہیں تنہا، عرب کا یہ بھی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مرجائے تو کہتے ہیں بَتَرَ حضور علیہ السلام کے صاحبزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری، تو مطلب یہ ہوا کہ اَبتَرُ وہ ہے جس کے مرنے کے بعد اوس کا ذکر مٹ جائے، ان مشرکین نے حضورؐ کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لڑکے تو انتقال کرگئے وہ نہ رہے جن کی وجہ سے ان کے انتقال کے بعد بھی ان کا نام رہتا حاشا وکلا اللہ تعالیٰ آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھیگا، آپ کی شریعت ابدالآباد تک باقی رہیگی، آپ کی اطاعت ہر کہ ومہ پر فرض کردیگئی ہے آپکا پیارا اور پاک نام ہر ہر مسلم کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجتا رہیگا، بحر و بر میں ہر وقت اوس کی منادی ہوتی رہیگی، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اولاد پر اور ازواج و اصحاب پر قیامت تک درود و سلام بحد و بکثرت بھیجتا رہے، آمین، الحمد للہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم اور اوس کے احسان و رحم سے سورۂ کوثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ وللہ الحمد والمنہ ❊

تفسیر سُورَہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ مکیہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ کو طواف کے بعد کی دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے، مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس اوپر کچھ دفعہ یا دس اوپر کچھ مرتبہ سورۂ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ٥ اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ پڑھی یعنی اتنی مرتبہ

گرنے کی آواز جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے، اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اوس جیسی آواز آتی ہے نہ کہ خاص اسی کی آواز ہو۔ واللہ اعلم۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد وہ بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپکو عطا فرمائی ہے، ابو بشر رح کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سنکر کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے تو حضرت سعیدؒ نے فرمایا وہ بھی اون بھلائیوں اور خیر میں سے ہے جو آپکو خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں، اور بھی حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد بہت سی خیر ہے۔ تو یہ تفسیر شامل ہے حوضِ کوثر وغیرہ سب کو، کوثر ماخود ہے کثرت سے جس سے مراد خیرِ کثیر ہے اور اسی خیر کثیر میں حوضِ جنت بھی ہے، جیسے کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا اور آخرت کی بہت بہت بھلائیاں مراد ہے، عکرمہ رح فرماتے ہیں نبوت قرآن ثوابِ آخرت کوثر ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوثر کی تفسیر نہرِ کوثر سے بھی مروی ہے جیسے کہ ابنِ جریر میں سنداً مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونا چاندی ہے جو یاقوت اور موتیوں پر بہہ رہی ہے جس کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ تفسیر مروی ہے (ابنِ جریر) ترمذی اور ابنِ ماجہ وغیرہ میں یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے، امام ترمذی رح اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں، ابنِ جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لیگئے آپ اوس وقت گھر پر نہ تھے آپکی بیوی صاحبہ جو قبیلۂ بنو نجار سے تھیں اونہوں نے کہا کہ یا نبی اللہؐ وہ تو ابھی ابھی آپ ہی کی طرف گئے ہیں شاید بنو نجار میں رک گئے ہوں آپ تشریف لائیے حضورؐ گھر میں گئے تو مائی صاحبہ نے آپ کے سامنے مالیدہ رکھا جو آپنے تناول فرمایا مائی صاحبہ خوش ہو کر فرمانے لگیں خدا رچ جائے پچ جائے اچھا ہوا خود تشریف لے آئے میں تو حاضرِ دربار ہونیکا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ کو حوضِ کوثر ملنے کی مبارکباد دوں مجھ سے ابھی ابھی حضرت ابو عمارہ نے کہا تھا آپنے فرمایا ہاں اوس حوض کی زمین یاقوت

اور مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے، اس کے ایک راوی حرام بن عثمان ضعیف ہیں لیکن واقعہ حسن ہے اور اصل تو تواتر سے ثابت ہو چکی ہے، بہت سے صحابہ اور تابعین وغیرہ سے ثابت ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں خیرِ کثیر عنایت فرمائی اور ایسی پر برکت نہر دی تو تم بھی صرف میری ہی عبادت کرو خصوصاً نفل فرض نماز اور قربانی اوسی وحدہٗ لاشریک لہ کے نام کی کرتے رہو جیسے فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ مراد قربانی سے اونٹوں کا نحر کرنا وغیرہ ہے۔ مشرکین سجدے اور قربانیاں اللہ کے سوا اوروں کے نام کی کرتے تھے، تو یہاں حکم ہوا کہ تم صرف اللہ ہی کے نام کی مخلصانہ عبادتیں کیا کرو، اور جگہ ہے لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ الخ جس جانور پر خدا کا نام نہ لیا جائے اوسے نہ کھاؤ یہ تو فسق ہے، اور کہا گیا ہے کہ مراد وَانْحَرْ سے دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر نماز میں سینے پر رکھنا ہے، یہی حضرت علی رضؓ سے غیر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اس لفظ کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت ابو جعفر باقر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے شروع کے وقت رفع الیدین کرنا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اپنے سینے سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو، یہ تینوں قول ابنِ جریر میں منقول ہیں، ابنِ ابی حاتم میں اس جگہ ایک بہت منکر حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب یہ سورت نبی اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ پر اتری تو آپنے فرمایا اے جبرئیلؑ وَانْحَرْ سے کیا مراد ہے؟ جو مجھے میرے پروردگار کا حکم ہو رہا ہے، تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اس سے مراد قربانی نہیں بلکہ خدا کا تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرو، اور رکوع کے وقت بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تب بھی اور جب سجدہ کرو، یہی ہماری نماز ہے اور اون فرشتوں کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں، ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنا ہے، یہ حدیث اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَانْحَرْ سے مراد یہ ہے کہ اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاؤ تو اعتدال کرو اور سینے کو ظاہر کرو یعنی اطمینان حاصل کرو۔ (ابنِ ابی حاتم) یہ سب اقوال غریب ہیں،

یعنی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے الگ ہو، اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں، اور جگہ فرمایا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے تمہارے ساتھ، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین ہے یعنی اسلام، یہ لفظ اصل میں دِیْنِیْ تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف نون پر ہے اس لئے اس میں بھی یا کو حذف کر دیا جیسے فَهُوَ يَهْدِيْنِ میں اور يَسْقِيْنِ میں، بعض مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میں نہ تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آئندہ کے لئے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکیگا اسی طرح نہ تم اب میرے خدا کو پوجتے ہو نہ آئندہ اوس کی عبادت کروگے، اس سے مراد وہ کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا خدا کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اوس سے اُن میں کے اکثر تو سرکشی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں، ابن جریرؒ نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملے کا لانا صرف تاکید کیلئے ہے جیسے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ میں اور جیسے لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ پس ان دونوں جملوں کو دو مرتبہ لانے کی حکمت میں یہ تین قول ہوئے، ایک تو یہ کہ پہلے جملے سے مراد معبود دوسرے سے مراد طریق عبادت، دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ، تیسرے یہ کہ پہلے جملہ کی تاکید دوسرے دونوں جملوں سے ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی توجیہ بھی ہے جسے حضرت امام ابن تیمیہؒ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں، وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے، تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے، یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے، یہ قول بھی بہت اچھا ہے، واللہ اعلم، حضرت امام ابوعبداللہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لئے یہود نصرانی کا اور نصرانی یہود کا وارث ہو سکتا ہے جبکہ ان دونوں میں نسب یا سبب ورثے کا پایا جائے، اس لئے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں، حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین کا مذہب اس کے برخلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہو سکتا ہے نہ نصرانی یہود کا کیونکہ حدیث میں ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے ۞ سورۂ قُلْ يَا کی تفسیر ختم ہوئی، فالحمد للہ علیٰ احسانہ ۞

تفسیر سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ مدنیہ

پہلے وہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے، حضرت ابن عباسؓ نے عبیداللہ بن عبداللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کونسی سورت اُتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورت اِذَا جَآءَ تو آپ نے فرمایا تم سچے ہو (نسائی)، حافظ ابوبکر بزار اور حافظ بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت وارد کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اُتری تو آپ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے اسی وقت حکم دیا اور آپکی اونٹنی قصویٰ کسی گئی آپ اوس پر سوار ہوئے اور اپنا وہ پرزور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے، بیہقی میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آگئی ہے، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رونے لگیں پھر یکایک ہنس دیں جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رُلا دیا لیکن روتے ہوئے حضورؐ نے تسلی دی اور فرمایا بیٹی صبر کرو میری اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھسے ملوگی تو مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ رحم کرنیوالے مہربان کے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ

6 جب خدائی مدد اور فتح آجائے ؎ اور تو لوگوں کو خدا کے دین میں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

جوق جوق آتا دیکھ لے ؎ تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرنے لگ

میں نے آپکو یہ سورتیں ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے بخوبی دیکھا، مسند ہی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ مہینہ بھر تک میں نے آپ کو ان دونوں رکعتوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا یہ روایت ترمذی ابنِ ماجہ اور نسائی میں بھی ہے، امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں، وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ بھی، مسند احمد میں روایت ہے حضرت نوفل بن معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ہماری ربیبہ زینب کی پرورش تم اپنے ہاں کرو، میرے خیال سے یہ حضرت زینب تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہو بچی کیا کر رہی ہے کہا میں اوسے اوس کی ماں کے پاس چھوڑ آیا ہوں، فرمایا اچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا اس لئے کہ آپ سے کوئی وظیفہ سیکھ جاؤں جو سوتے وقت پڑھ لوں آپ نے فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ پڑھ کر سو جایا کرو اس میں شرک سے برأت اور بیزاری ہے، طبرانی کی روایت میں ہے کہ جبلہ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ نے یہی فرمایا تھا، طبرانی کی اور روایت میں ہے کہ خود حضورؐ بھی اپنے بستر پر لیٹ کر اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت حارث بن جبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ میں سونے کے وقت اُسے کہہ لیا کروں آپ نے فرمایا جب تو رات کو اپنے بستر پر جا تو قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کر یہ شرک سے بیزاری ہے۔ واللہ اعلم ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں پڑھتا ہوں اللہ کے نام کی برکت سے جو رحمان اور رحیم ہے ۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

کہہ دے کہ اے کافرو! ۔ نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجوں ۔ نہ تم میرے معبود کو

مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

پوجتے ہو ۔ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرونگا ۔ نہ تم اُسکی پرستش کرتے

مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

جس کی عبادت میں کر رہا ہوں ۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے ۔

اس سورۂ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور خدا کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے، گو یہاں خطاب مکّہ کے کفّارِ قریش سے ہے لیکن در اصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں، اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی خدا کی عبادت کرینگے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم خدا کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا، گو تم بھی میرے معبودِ برحق خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کو نہ پوجو، پس مَا یہاں پر معنی میں مَنْ کے ہے، پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کرونگا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا، نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں، بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرونگا اور وہ بھی اوس طریقے پر جو اُسے پسند ہو، اور جیسے وہ چاہے، اسی لئے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤگے نہ اوس کی عبادت اوس کے فرمان کے مطابق بجا لاؤگے، بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لئے ہیں، جیسے اور جگہ ہے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ الخ یہ لوگ صرف اٹکل اور گمان کے اور خواہشِ نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے، پس جنابِ نبیِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیٰحدگی اور ناپسندیدگی کا اعلان فرما دیا ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقۂ عبادت ہوگا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمّت صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقۂ عبادت ان کا وہ ہے جو سرورِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اسی لئے کلمۂ اخلاص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اوس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمدؐ ہیں جو خدا کے پیغمبر ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور مشرکین کے معبود بھی خدا کے سوا غیر ہیں اور طریقۂ عبادت بھی خدا کا بتلایا ہوا نہیں، اسی لئے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لئے میرا میرے لئے جیسے اور جگہ ہے وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت نماز ادا کرے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے فتح مدائن والے دن ایسا ہی کیا تھا، ان آٹھ رکعتوں کو دو دو رکعتیں کرکے ادا کرے، گو بعض کا یہ قول بھی ہے کہ آٹھوں ایک ہی سلام سے پڑھ لے، لیکن ابو داؤد کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ حضورؐ نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے، دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے کہ اس میں آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ اپنی بستی مکہ فتح کرلیں جہاں سے ان کفار نے آپکو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ کے جھنڈے تلے آجائیں جوق در جوق لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنیکی اور ہم سے ملاقات کی تیاریوں میں لگ جاؤ سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے لینا تھا پورا ہوچکا اب آخرت کی طرف نگاہیں ڈالو جہاں آپ کے لئے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ کے لئے وہاں ہے، وہیں آپکی مہمانی تیار ہے اور مجھ جیسا میزبان ہے، تم ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ استغفار میں لگ جاؤ، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدے میں بہ کثرت سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي پڑھا کرتے تھے آپ قرآن کی اس آیت فَسَبِّحْ الخ پر عمل کرتے تھے، اور روایت میں ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ خدا کی ذات پاک ہے اسی کے لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں میں خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں، اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ فتح ہوگیا اور دین اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بہ کثرت کہوں چنانچہ بحمد اللہ میں اسے دیکھ چکا لہٰذا اب اس وظیفے میں مشغول ہوں (مسند احمد) ابن جریر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں بیٹھتے اٹھتے چلتے پھرتے آتے جاتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا کرتے میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضورؐ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپنے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم خدا یہی ہے "کسی مجلس میں بیٹھیں پھر وہ مجلس برخاست ہو تو کیا پڑھنا چاہیئے اسے ہم اپنی ایک مستقل تصنیف میں لکھ چکے ہیں" مسند احمد میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضورؐ اسے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ یہ پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝، فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے، عموماً عرب قبائل اسی کے منتظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آجائیں اور مکہ ان کے زیر نگین آجائے تو پھر ان کے نبی ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں اب جبکہ خدا نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ فتح کرادیا تو یہ سب اسلام میں آگئے، اسکے بعد دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہوگیا اور ہر ہر قبیلے میں اسلام اپنا راج کرنے لگا، فالحمد للہ۔ صحیح بخاری شریف میں بھی حضرت عمرو بن سلمہ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ مکہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلے نے اسلام کی طرف سبقت کی ان سب کو اسی بات کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آجائیں گے اور مکہ پر ان کا جھنڈا نصب ہو جائیگا، "ہم نے غزوۂ فتح مکہ کا پورا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیلات دیکھنا چاہیں وہ اوس کتاب کو دیکھ لیں" فالحمد للہ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابر رضؓ ان سے ملاقات کرنے کے لئے گئے انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور ان کے اختلاف کا حال بیان کیا اور ان کی نو ایجاد بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے حبیب خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفےٰ فِدَاهُ اَبِيْ وَاُمِّيْ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجیں کی فوجیں خدا کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتیں کی جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائینگی۔ اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ ۝

تفسیر سورۂ تَبَّتْ مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

میں اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں جو بڑا رحمان نہایت رحیم ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود ہلاک ہوگیا، نہ تو اوس کا مال اسکے کام آیا اور نہ اسکی کمائی۔

ع ۴۵

وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠

اور اوس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی ہو گی اوس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں ان جیسے تو ہمارے بچے ہیں خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اونہیں خوب جانتے ہو ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج اونہیں کچھ دکھانا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ سورۂ اِذَا جَآءَ کی نسبت تمہیں کیا علم ہے بعض نے کہا اس میں ہمیں خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مددِ خدا آجائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا پیغام ہے آپ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپکی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپ تسبیح اور حمد میں اور استغفار میں مشغول ہو جائیے حضرت فارق رض نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں (بخاری) جب یہ سورت اُتری تو حضور ؐ نے فرمایا تھا کہ اب اسی سال میرا انتقال ہو جائیگا مجھے میرے انتقال کی خبر دیدی گئی ہے۔ (مسند احمد) مجاہد ابو العالیہ ضحاکؒ وغیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضور ؐ مدینہ شریف میں تھے فرمانے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر خدائی مدد آگئی اور فتح بھی یمن والے آگئے پوچھا گیا حضور ؐ یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا وہ نرم دل لوگ ہیں سلجھی ہوئی طبیعت والے ہیں ایمان تو یمنیوں کا ہے اور سمجھ بھی یمنیوں کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے (ابن جریر) ابن عباس رض کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری چونکہ اس میں آپ کے انتقال کی خبر تھی تو آپنے اپنے کاموں میں اور کمر کس لی اور تقریباً وہی فرمایا جو اوپر گذرا (طبرانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری سورت یہی ہے (طبرانی) اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری آپنے اس کی تلاوت کی اور فرمایا لوگ ایک کنارہ میں اور میں اور میرے اصحاب ایک کنارہ میں ہیں سنو فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے، مروان کو جب یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رض نے سنائی تو یہ کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے اوس وقت مروان کے ساتھ اوس کے تخت پر حضرت رافع بن خدیج رض اور حضرت زید بن ثابت رض بھی بیٹھے تھے تو حضرت ابوسعید رض فرمانے لگے ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن ایک کو تو اپنی سرداری چھن جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدہ سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے، مروان نے یہ سن کر کوڑا اٹھا کر حضرت ابوسعید رض کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان سن حضرت ابوسعید رض نے سچ بیان فرمایا ہے (مسند احمد) یہ حدیث ثابت ہے حضرت ابنِ عباس رض سے بھی مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن فرمایا ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے، جب تمہیں چلنے کو کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو جایا کرو، صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کرے اور ہماری مدد فرمائے تو ہمیں حکم مل رہا ہے کہ ہم اوس کی تعریفیں بیان کریں اوس کا شکر کریں اوس کی پاکیزگی بیان کریں نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں، یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور یہ تفسیر بھی نہایت پیاری ہے، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ والے دن ضحیٰ کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی، گو لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضحیٰ کی نماز تھی لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ ضحیٰ کی نماز آپ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اُس دن جبکہ شغل اور کام بہت زیادہ تھا مسافرت تھی اسے کیسے پڑھی؟ آپ کی اقامت فتح کے موقعہ پہ مکہ شریف میں رمضان شریف کے آخر تک انیس دن رہی، آپ فرض نماز کو بھی قصر کرتے رہے روزہ بھی نہیں رکھا اور تمام لشکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا، ان حقائق سے یہ بات صاف ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ نماز فتح کے شکریہ کی نماز تھی، اسی لئے سردارِ لشکر امام وقت پہ مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو

یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائیگا۔ مَسَد کے معنی کھجور کی رسی کے ہیں، حضرت عروہؒ فرماتے ہیں یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک کڑی ستر ستر گز کی ہے، ثوریؒ فرماتے ہیں یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، جوہریؒ فرماتے ہیں یہ اونٹ کی کھال کی اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے، مجاہدؒ فرماتے ہیں یعنی لوہے کا طوق، حضرت مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری تو یہ بھینگی عورت ام جمیل بنت حرب اپنے ہاتھ میں نوکدار پتھر لئے یوں کہتی ہوئی حضورؐ کے پاس آئی ؎

مُذَمَّمًا اَبَيْنَا ؛ وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا ؛ وَاَمْرَهٗ عَصَيْنَا

یعنی ہم مذمم کے منکر ہیں، اوس کے دین کے دشمن ہیں، اور اوس کے نافرمان ہیں، اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے صدیق اکبر نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ یہ آرہی ہے ایسا نہ ہو آپ کو دیکھے، آپنے فرمایا صدیق بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی، پھر آپنے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی تاکہ اوس سے بچ جائیں، خود قرآن فرماتا ہے وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۔ یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردے ڈال دیتے ہیں، یہ ڈائن آن کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس کھڑی ہو گئی گو حضورؐ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے لیکن قدرتی حجابوں نے اوسکی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا وہ حضورؐ کو نہ دیکھ سکی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضورؐ نے تیری کوئی ہجو نہیں کی تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں اون کے سردار کی بیٹی ہوں (ابن ابی حاتم) ایک مرتبہ یہ اپنی لمبی چادر اوڑھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذمم غارت ہو ام حکیم بنت عبد المطلب نے کہا میں تو پاکدامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور دوست کرنیوالی ہوں پس داغ نہ لگاؤنگی اور ہم سارے ایک ہی دادا کی اولاد میں ہیں اور قریش ہی پھر تو زیادہ جاننے والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ اسنے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے تو حضرت صدیق رضؓ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ شعر گوئی جانتے ہیں نہ کبھی آپ نے شعر کہے۔ اس کے جانے کے بعد حضرت صدیق رضؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ؐ کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ آپنے فرمایا فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جبتک وہ واپس چلی نہ گئی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اسکے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائیگا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں پہنچایا جائیگا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا، ڈول کی رسی کو عرب مَسَد کہا کرتے ہیں عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں لایا گیا ہے، ہاں یہ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ان کی بدبختی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب ہی نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے نہ باطن میں چھپے نہ کھلے، پس یہ سورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی۔ اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور اوسی کے فضل و کرم اور اوسی کے احسان و انعام کی یہ برکت ہے۔

تفسیر سورۂ اخلاص مکیّہ

"اس کی شان نزول اور اس کی فضیلت کا بیان" مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ سورت نازل ہوئی، صَمَد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اوس کی اولاد ہو، اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مریگا بھی اور دوسرے اوس کے وارث ہونگے اللہ عزوجل نہ مرے نہ اوس کا کوئی وارث ہو اوس جیسا اور اوس کی جنس کا کوئی نہیں نہ اوس کے مثل کوئی چیز ہے، ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے، ابویعلیٰ موصلی میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ سوال کیا تھا، اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اتری، رسول اللہ

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ

بھڑکنے والی آگ میں وہ جائے گا ۔ اور اسکی بیوی بھی ۔ جو لکڑیاں

ع ۱ ۳۶ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

ڈھونے والی ہے ۔ اسکی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحا میں جاکر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی اونچی آواز سے یَا صَبَاحَاہ یَا صَبَاحَاہ کہنے لگے قریش سب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپا مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے سب نے جواب دیا جی ہاں آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں خدا کی سخت عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب کہنے لگا تجھے ہلاکی ہو کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھاڑتا ہوا یوں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تَبَّتْ بددعا ہے اور تَبَّ خبر ہے ، یہ ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابوعتبہ تھی اسکے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جاتا تھا ، یہ حضورؐ کا بدترین دشمن تھا ہر وقت ایذا دہی تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا ۔ ربیعہ بن عباد دیلی اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں لوگو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تو فلاح پاؤ گے لوگوں کا مجمع آپ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ہی ایک گورے چٹے چمکتے چہرے والا بھینگی آنکھ والا جس کے سر کے بڑے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں آیا اور کہنے لگا لوگو یہ بے دین ہے جھوٹا ہے غرض آپ لوگوں کے مجمع میں جاکر خدا کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ شخص پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپکا چچا ابولہب ہے (لَعَنَهُ اللّٰهُ) (مسند احمد) ابوالزناد نے راوی حدیث حضرت ربیعہ سے کہا کہ آپ تو اُس وقت بچے سے ہونگے فرمایا نہیں میں اُس وقت خاصی عمر کا تھا مشک لاد کر پانی بھر لایا کرتا تھا ، دوسری روایت میں ہے میں اپنے باپ کے ساتھ تھا میری جوان عمر تھی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگو میں تمہاری طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اوس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تاکہ میں اوس کام کو بجا لاؤں جس کا حکم مجھے دیکر خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے آپ جہاں یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے کہ آپکا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو یہ شخص تو تمہیں لات و عزیٰ سے ہٹانا چاہتا ہے اور بنو مالک بن اقیش کے تمہارے حلیف جنوں سے تمہیں دور کر رہا ہے اور اپنی نئی لائی ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں بھی گھسیٹ رہا ہے خبردار نہ اس کی سننا نہ ماننا (احمد وطبرانی) اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برباد ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی اس کی اولاد بھی اس کے کام نہ آئی ، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے بھتیجے کی باتیں حق ہیں تو میں قیامت کے دن اپنا مال و اولاد خدا کو فدیے میں دیکر اسکے عذاب سے چھوٹ جاؤنگا اس پر آیت مَآ اَغْنٰى الخ اتری ، پھر فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانیوالی اور بہت تیز ہے داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو قریش عورتوں کی سردار تھی اسکی کنیت ام جمیل تھی نام اروی تھا ، حرب بن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان کی بہن تھی اور اپنے خاوند کے کفر و عناد اور سرکشی و دشمنی میں یہ بھی اوس کے ساتھ تھی اسی لئے قیامت کے دن عذابوں میں بھی اوسی کے ساتھ ہوگی ، لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لائیگی اور جس آگ میں اوس کا خاوند جل رہا ہوگا ڈالتی جائیگی اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی اور جہنم کا ایندھن سمیٹتی رہیگی ، یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے مراد اوس کا غیبت گو ہونا ہے ، امام ابن جریر اسی کو پسند کرتے ہیں ، ابن عباسؓ وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل سے خاردار لکڑیاں چن لاتی تھی اور حضورؐ کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی ، یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا ، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے واللہ اعلم ، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس ایک نفیس ہار تھا کہتی تھی کہ اسے میں فروخت کرکے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں خرچ کرونگی تو

کے برابر ہے، مسند احمد میں ہے عبداللہ بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پیاسے تھے رات اندھیری تھی حضورؐ کا انتظار تھا کہ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپ آ سے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ میں چپکا رہا آپنے پھر فرمایا پڑھ میں نے کہا کیا پڑھوں ؟ آپنے فرمایا ہر صبح شام تین تین مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ٥ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لیا کر یہ کافی ہو جائیگی، نسائی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کریگی، مسند کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں وہ کلمات یہ ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥ اس کے راوی خلیل بن مرہ ہیں جنہیں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بہت ضعیف تبلاتے ہیں، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لیگا اللہ تعالیٰ اوس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کریگا حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ پھر تو ہم بہت سے محل بنوالیں گے آپنے فرمایا خدا اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے، دارمی میں ہے کہ دس مرتبہ پر ایک محل بیس پر دو تیس پر تین الخ، یہ حدیث مرسل ہے، ابو یعلیٰ موصلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے اوس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی کی ایک اور ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایکدن میں دو سو مرتبہ پڑھ لے اوس کے لئے ایک ہزار پانچسو نیکیاں لکھی جاتی ہیں بشرطیکہ اوس پر قرض نہ ہو، ترمذی کی اس حدیث میں ہے کہ اوس کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ کہ اوس پر فرض ہو، ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے جو شخص سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے پھر داہنی کروٹ لیٹ کر سو دفعہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائیگا اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں چلا جا، بزار کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اوس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، نسائی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥ یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دیکر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اوس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہمسر اور ساتھی کوئی اور۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے اوس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے خدا کے اوس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا ہو اور جب کبھی اوس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو، ابو یعلیٰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کرلے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کسی حور جنت سے چاہے نکاح کرا دیا جائے جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ الخ کو پڑھ لے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے آپنے فرمایا ایک پر بھی یہی درجہ ہے، طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے اللہ تعالیٰ اوس گھر والوں سے اور اوس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دیگا، اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ ع۱
عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج ایسی روشنی نور اور شعاعوں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف اور روشن و منور نہیں دیکھا تھا حضورؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اسقدر تیز روشنی اور زیادہ نور اور چمکیلی شعاعوں کی کیا وجہ ہے ؟ تو آپنے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے جن کے جنازے کی نماز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے آسمان سے بھیجے ہیں پوچھا اون کے کس عمل کے باعث ؟ فرمایا وہ سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ الخ کو دن رات چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے اگر آپکا ارادہ ہو تو میں زمین سمیٹ لوں اور آپ اون کے جنازے کی نماز ادا کر لیں آپنے فرمایا بہت اچھا پس آپنے اون کے جنازے کی نماز ادا کی ؟ اس حدیث کو

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر چیز کی نسبت ہے اور خدا کی نسبت یہ سورت
ہے، صمد اوسے کہتے ہیں جو کھوکھلا نہ ہو، بخاری شریف کتاب التوحید میں
ہے کہ حضورؐ نے ایک چھوٹا سا لشکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے
کہا حضورؐ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر
سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ الخ پڑھا کرتے تھے آپنے فرمایا اون سے پوچھو کہ وہ
ایسا کیوں کرتے تھے، پوچھنے پر اونہوں نے کہا کہ یہ سورت رحمان کی
صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے حضورؐ نے فرمایا انہیں
خبر دو کہ خدا بھی اوس سے محبت رکھتا ہے، بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ
میں ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا کے امام تھے اون کی عادت تھی کہ الحمد
ختم کرکے پھر اس سورت کو پڑھتے پھر جونسی سورت پڑھنی ہوتی یا جہاں
سے چاہتے قرآن پڑھتے، ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت
کو پڑھتے ہیں پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یہ کیا؟ یا تو آپ صرف
اسی کو پڑھئے یا چھوڑ دیجئے دوسری سورت ہی پڑھا کیجئے انہوں نے
جواب دیا کہ میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہونگا تم چاہو تو مجھے امام رکھو
کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں، اب انہیں یہ بات بھاری پڑی
جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے
کا نماز پڑھانا بھی انہیں گوارا نہ ہوسکا، ایک دن جبکہ حضورؐ ان کے پاس
تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، آپنے امام
صاحب سے کہا تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت
میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ مجھے
اس سورت سے بڑی محبت ہے آپنے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت
میں پہونچا دیا، ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے
آپ سے کہا میں اس سورت سے بہت محبت رکھتا ہوں آپنے فرمایا
اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہونچا دیا، ایک شخص نے کسی کو اس
سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار اسی کو دوہرا
رہا ہے۔ صبح کے وقت آکر اس نے حضورؐ سے ذکر کیا گویا کہ وہ اسے
ہلکے ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوس کی قسم
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن کے ہے (بخاری)
صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک رات میں ایک تہائی
قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ پر بھاری پڑا اور کہنے لگے بھلا اتنی طاقت تو ہر ایک
میں نہیں آپنے فرمایا سنو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ تہائی قرآن ہے، مسند احمد میں
ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات اسی سورت
کو پڑھتے رہے حضورؐ سے جب ذکر کیا گیا تو آپنے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ
آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے، ایک دوسری روایت میں ہے
کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو اس کی
طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن کا پڑھ لیا کرے، صحابہؓ کہنے
لگے یہ کس سے ہوسکیگا؟ آپنے فرمایا سنو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن
کے برابر ہے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آگئے آپنے سن لیا
اور فرمایا ابو ایوب سچ کہتے ہیں (مسند احمد) ترمذی میں ہے کہ رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج
تہائی قرآن سناؤنگا لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے، آپ گھر سے آئے سورۂ قُلْ
هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی اور پھر گھر چلے گئے اب صحابہ میں باتیں ہونے
لگیں کہ وعدہ تو حضورؐ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سنائیں گے شاید آسمان سے
کوئی وحی آگئی ہو، اُتنے میں آپ پھر واپس آئے اور فرمایا، میں نے
تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا، سنو یہ سورت تہائی قرآن
کے برابر ہے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر دن
تہائی قرآن شریف پڑھ لیا کرو لوگوں نے کہا حضورؐ ہم اس سے بہت
عاجز اور بہت ضعیف ہیں، آپنے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے
تین حصے کئے ہیں، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تیسرا حصہ ہے (مسلم نسائی وغیرہ)
ایسی ہی روایتیں صحابۂ کرامؓ کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں سے آرہے تھے آپ کے ساتھ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو آپنے ایک شخص کو اس
سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا واجب ہوگئی، حضرت
ابوہریرہ رضؓ نے پوچھا کیا واجب ہوگئی، فرمایا جنت (ترمذی ونسائی)
ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں
رکھتا کہ سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ کو رات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن

میں اپنی شرافت میں اپنی بزرگی اور عظمت میں اپنے حلم و علم میں اپنی حکمت و تدبیر میں سب سے بڑھا ہوا ہو، یہ صفتیں صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ میں ہی پائی جاتی ہیں، اوس کا ہمسر اور اوس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بےنظیر ہے، صَمَدْ کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے، جو ہمیشہ کی بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہو، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اوس میں سے کچھ نکلے، یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ صَمَدْ کی تفسیر اس کے بعد ہے یعنی نہ اوس میں سے کچھ نکلے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اوس کی اولاد ہو نہ ماں باپ، یہ تفسیر بہت اچھی اور عمدہ ہے، اور ابن جریر کی روایت سے حضرت اُبی بن کعب رضؓ سے صراحتاً یہ مروی ہے جیسے کہ پہلے گذرا، اور بہت سے صحابہ اور تابعین سے مروی ہے کہ صَمَدْ کہتے ہیں ٹھوس چیز کو جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہو، شعبیؒ کہتے ہیں جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو، عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دمک والا ہو، ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو، لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، حافظ ابوالقاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السنہ میں لفظِ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ درصل یہ سب سچے ہیں اور صحیح ہیں یہ کل صفتیں ہمارے رب عزوجل میں ہیں اوس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اوسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے نہ وہ کھائے نہ پیے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے وغیرہ ۔ پھر فرمایا کہ اوس کی اولاد نہیں نہ اوس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی ۔ جیسے اور جگہ ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَّخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ یعنی وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے اوسے اولاد کیسے ہوگی؟ اوس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اوسی نے پیدا کیا ہے یعنی وہی ہر چیز کا خالق مالک ہے پھر اوس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اوس کی برابری اور ہمسری کرنیوالا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے جیسے اور جگہ فرمایا وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا الخ یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے تم تو ایک بڑی بُری چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے حالانکہ خدا کو یہ لائق ہی نہیں کہ اسکی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں کے کُل کے کُل خدا کے غلام ہی بنکر آنیوالے ہیں خدا کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تنہا تنہا اوس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونیوالے ہیں، اور جگہ ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ الخ یعنے ان کافروں نے کہا کہ رحمان کی اولاد ہے خدا اوس سے پاک ہے بلکہ وہ تو خدا کے باعزت بندے ہیں بات میں بھی اوس سے سبقت نہیں کرتے اوسی کے فرمان پر عامل ہیں، اور جگہ ہے وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا الخ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور جنات کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اوس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سنتے ہوئے صبر کرنے میں خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اوس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ انہیں روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے، بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابنِ آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اُسے ایسا نہ چاہیئے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا اوس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جسطرح اوّلاً خدا نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائیگا حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی جب میں اُس پر قادر ہوں تو اِس پر کیوں نہیں؟ اور اوس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں تنہا ہوں میں ایک ہی ہوں میں صمد ہوں نہ میری اولاد نہ میرے ماں باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور ۔ الحمد للہ سورۂ اخلاص کی تفسیر خدا کے فضل و کرم اور اُس کے لطف و رحم سے ختم ہوئی ۔

تفسیر سورۂ فلق اور سورۂ ناس مدنی

مسندِ احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے

حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں وہ علاء بن محمد سے روایت کرتے ہیں اوپر موضوع حدیثیں بیان کرنے کی تہمت ہے واللہ اعلم، مسند ابو یعلیٰ میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں اوس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے کیا آپ اون کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں. حضرت جبرئیلؑ نے اپنا پر زمین پر مارا تمام درخت اور سب ٹیلے وغیرہ پست ہوگئے اون کا جنازہ حضورؐ کو نظر آنے لگا آپ نے نماز شروع کی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان کی اس سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے بیٹھتے اٹھتے اس کی تلاوت، اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، اور بیہقی کی سند میں محبوب بن ہلال ہیں، ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ مشہور نہیں، ابو یعلیٰ میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبداللہ محمود ہیں، لیکن ٹھیک بات محبوب کا ہونا ہے، اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں، ہم نے اختصار کے لئے اونہیں یہاں
نقل نہیں کیا ؟ مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ع ۱ ۴
فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپکا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہؐ مؤمن کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ زبان تھامے رکھ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ، پھر دوبارہ جب حضورؐ سے میری ملاقات ہوئی تو آپنے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عقبہ! کیا میں تمہیں توراۃ اور انجیل اور زبور اور قرآن میں اُتری ہوئی تمام سورتوں سے بہتر تین سورتیں بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضورؐ ضرور ارشاد فرمائیے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے پس آپ نے مجھے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ پڑھائیں پھر فرمایا دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا فرماتے ہیں پھر نہ میں انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گذاری، میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کرکے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیکر عرض کی کہ یا رسول اللہؐ مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا سن جو تجھ سے توڑے تو اوس سے جوڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اوس سے درگذر کر اور معاف کردے. اس کا بعض حصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زہد کے باب میں وارد کیا ہے اور فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے، مسند احمد میں بھی اس کی ایک اور سند ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کرکے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہانتک ہاتھ پہنچتے پہنچتے پہلے سر پر پھر منہ پر پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے، یہ حدیث سنن میں بھی ہے ✤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں.

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ع

کہدے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ اوس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ۔ اور نہ کوئی اوس کا ہم جنس ہے ✤

اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عُزیر کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے ہم حضرت مسیح کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد اور احد ہے جس جیسا کوئی نہیں جس کا کوئی وزیر نہیں جس کا کوئی شریک نہیں جس کا کوئی ہمسر نہیں جس کا کوئی ہمجنس نہیں جس کا برابر اور کوئی نہیں جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں، اس لفظ کا اطلاق صرف اوسی کی ذات پاک پر ہوتا ہے وہ اپنی صفتوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے، وہ صمد ہے یعنے ساری مخلوق اوس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صمد وہ ہے جو اپنی سرداری

یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھو تو انہیں پڑھا کرو، ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامرؓ ہونگے، واللہ اعلم حضرت عبداللہ بن اسلم کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپنے فرمایا کہُ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں پھر فرمایا کہُ تو انہوں نے سورہ قُلْ هُوَاللّٰہُ پڑھی آپنے فرمایا کہہ پھر سورہ فلق پڑھی آپ نے پھر بھی فرمایا تو سورہ ناس پڑھی تو آپنے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورت نہیں، (نسائی) نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابرؓ سے یہ دونوں سورتیں آپنے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور نہ پڑھیگا، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ حضورؐ انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پہ پھونک کر اپنے سر چہرے اور سامنے کے جسم پر پھیر لیتے تھے، مؤطا مالک میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپکے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اور اس سے قصد آپکا آپ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا، سورہ نٓ کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپنے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں، امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنیوالے کے نام سے شروع کرتا ہوں،

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ

(تو) کہہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اوس چیز کی برائی سے جسے اسنے پیدا کی ہے، اور اندھیری

شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ

رات کی برائی سے جب اوسکا اندھیرا پھیل جائے، اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی

فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ع

برائی سے، اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے،

حضرت جابرؓ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو، خود قرآن میں اور جگہ ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ابن عباسؓ سے مروی ہے فلق سے مراد مخلوق ہے، حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اوس کا دروازہ کھلتا ہے تو اوس کی آگ کی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں، ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے، یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے. یعنی مراد اس سے صبح ہے، امام بخاریؒ بھی یہی فرماتے ہیں، اور یہی صحیح ہے ۞ تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم بھی داخل ہے اور ابلیس اور اولادِ ابلیس بھی، غاسق سے مراد رات ہے اِذَا وَقَبَ سے مراد سورج کا غروب ہو جانا ہے، یعنی رات جب اندھیرا لئے ہوئے آجائے، ابن زیدؒ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو غاسق کہتے ہیں، بیماریاں اور وبائیں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں، ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ غاسق ہے لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، بعض مفسرین کہتے ہیں مراد اس سے چاند ہے، ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس غاسق کی برائی سے پناہ مانگ، اور روایت میں ہے غَاسِقِ اِذَا وَقَبَ سے یہی مراد ہے، دونوں قولوں میں آسانی یہ تطبیق ہوسکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ، یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے جب رات آجائے واللہ اعلم، گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کاٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر، دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام

۱ ع ۳۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَعَيْنٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ یعنی خدا،

اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ تو میں نے بھی یہی کہا پھر کہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ تو میں نے یہی کہا لو ہم بھی اوسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضورؐ نے کہا، حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابنِ مسعودؓ تو ان دونوں کو قرآن شریف میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپنے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضورؐ نے کہا (ابوبکر حمیدی) مسند میں بھی یہ روایت الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے، اور بخاری شریف میں بھی، مسند ابو یعلیٰ وغیرہ میں ہے کہ ابنِ مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے، بلکہ قاریوں اور فقیہوں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے، شاید انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو اور تواتر کے ساتھ ان تک نہ پہونچا ہو، پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو ائمہ کے قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے چوطرف پھیلے وللہ الحمد والمنۃ، صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن جیسی کبھی دیکھی نہیں گئیں، پھر آپنے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی، یہ حدیث مسند احمد میں ترمذی میں اور نسائی میں بھی ہے، امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں، مسند احمد میں ہے حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جا رہا تھا کہ آپنے مجھ سے فرمایا، اب آؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے کہ آپکی بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہوگی سوار ہونا منظور کر لیا تھوڑی دیر کے بعد میں اُتر گیا اور حضورؐ سوار ہو گئے پھر آپنے فرمایا عقبہؓ میں تجھے دو بہترین سورتیں کیا نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ ضرور سکھایئے پس آپنے مجھے سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں پھر نماز کھڑی ہوئی آپنے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا؟ سن جب تو سوئے اور جب کھڑا ہو انہیں پڑھ لیا کر، ترمذی ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے، مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا، یہ حدیث بھی ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذیؒ اسے غریب بتلاتے ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تو نے پڑھی ہی نہیں، حضرت عقبہ والی حدیث جس میں حضورؐ کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اوس کے بعض طُرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نے مجھے یہ سورتیں تبلائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قراءت اور ہے ہی نہیں، نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کے لئے اور نہیں، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہؓ سے یہ سورتیں حضورؐ نے پڑھائیں پھر فرمایا نہ تو دعا کی ان جیسی اور سورتیں ہیں نہ تعویذ کی، ایک روایت میں ہے صبح کی فرض نماز حضورؐ نے ان ہی دونوں سورتوں سے پڑھائی، اور حدیث میں ہے حضرت عقبہؓ حضورؐ کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہیں حضورؐ مجھے سورۂ ہود یا سورۂ یوسف پڑھایئے آپنے فرمایا خدا کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ نہیں، اور حدیث میں ہے کہ آپنے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنیوالوں کے لئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں، پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں، اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی کہ آپنے ان دونوں سورتوں اور سورۂ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں، نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرتؐ نے ایک شخص کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھکر

ہے ، لوگوں نے کہا حضورؐ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اوس خبیث کو پکڑ کر قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں خدا نے مجھے تو تندرستی و بہتری دی اور میں لوگوں میں شر و فساد پھیلانا نہیں چاہتا ، یہ روایت تفسیر ثعلبی میں بلا سند مروی ہے اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے واللہ اعلم ٭

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنیوالے کے نام سے

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِکِ النَّاسِ ۙ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ

تو کہہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں ۔ لوگوں کے مالک کی ۔ لوگوں کے معبود کی ۔

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ

وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالے کی برائی سے ۔ جو لوگوں کے سینوں میں

فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ؑ ع ۲۹

وسوسہ ڈالتا ہے ۔ خواہ وہ جن ہو یا انسان ۔

اس میں اللہ تعالیٰ عز و جل کی تین صفتیں بیان ہوئی ہیں ، پالنے اور پرورش کرنے کی ، مالک اور شہنشاہ ہونے کی ، معبود اور لائق عبادت ہونے کی ، تمام چیزیں اوسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اوسی کی ملکیت میں ہیں اور اوسی کی غلامی میں مشغول ہیں ، پس وہ حکم دیتا ہے کہ ان پاک اور برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آجائے جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو ، شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے وسوسوں سے وہی بچانیوالا ہے ، ہر انسان کے ساتھ یہ ہے برائیوں اور بدکاریوں کو خوب زینت دار کر کر کے لوگوں کے سامنے وہ پیش کرتا رہتا ہے اور بہکانے میں راہِ راست سے ہٹا دینے میں کوئی کمی نہیں کرتا ، اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے خدا بچالے ، صحیح حدیث شریف میں ہے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کے ساتھ بھی آپنے فرمایا ہاں ، لیکن اللہ تعالیٰ نے اوس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے صرف نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے ، بخاری مسلم کی اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں تھے تو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضورؐ بھی پہنچانے کے لئے ساتھ چلے ، راستے میں دو انصاری صحابی مل گئے جو آپ کو بیوی صاحبہ کے ساتھ دیکھ کر جلدی جلدی چلدئے حضورؐ نے انہیں آواز دیکر ٹھیرایا اور فرمایا سنو ! میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ، اونہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہؐ اس فرمان کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ آپنے فرمایا انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ میں شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے ، مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے ، حافظ ابو یعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تب تو اوس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ ذکر اللہ بھول جاتا ہے تو وہ اوس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے ، یہی وسواس الخناس ہے ۔ یہ حدیث غریب ہے ، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے ایک صحابیؓ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو اون کے منہ سے نکلا شیطان برباد ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان بڑھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت سے گرا دیا اور جب تم بسم اللہ کہو

کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اوس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بدی سے اللہ تجھے شفا دے، اس بیماری سے مراد شاید وہ بیماری ہے جبکہ آپ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپکو عافیت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادو کے مکر کو رد کر دیا اور اون کی تدبیروں کو بے اثر کر دیں اور اونہیں رسوا اور فضیحت کیا، لیکن باوجود اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا ڈپٹا تک نہیں خدائے تعالیٰ نے آپ کی کفایت کی اور آپ کو عافیت اور شفا عطا فرمائی۔ مسند احمد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ بیمار رہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنوئیں میں گرہیں لگا کر رکھا ہے آپ کسی کو بھیج کر اوسے نکلوا لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجا اوس کنوئیں سے وہ جادو نکلوا لیا گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپنے اوس یہودی سے کبھی اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی اوس کے سامنے منہ میلا کیا، صحیح بخاری شریف کتاب الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ ازواج مطہرات کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے، حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے، جب یہ حالت آپ کی ہو گئی ایک دن آپ فرمانے لگے عائشہؓ میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتلا دیا دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا ایک پائنتیوں، سرہانے والے نے اوس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلے کا ہے جو یہودی کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے، کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں اور کنگھی میں، پوچھا رکھا کہاں ہے؟ کہا تر کھجور کے درخت کی چھال میں پتھر کی چٹان تلے ذروان کے کنوئیں میں، پھر حضور علیہ السلام اوس کنوئیں کے پاس آئے اور اوس میں سے وہ

نکلوایا اوس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی اوس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے، میں نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ان سے بدلہ لینا چاہیئے آپنے فرمایا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تو شفا دیدی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اوس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کر چکا ہوں، اور یہ بھی ہے کہ اوس کنوئیں کو آپ کے حکم سے بند کر دیا گیا، یہ بھی مروی ہے کہ چھ مہینے تک آپ کی یہی حالت رہی، تفسیر ثعلبی میں حضرت ابن عباس اور حضرت مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہود کا ایک بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے بہکا سکھا کر آپ کے چند بال اور آپ کی کنگھی کے چند دندانے منگوا لئے اور اون میں جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا لبید بن اعصم تھا پھر ذروان نامی کنوئیں میں جو بنو زریق کا تھا اوسے ڈال دیا پس حضورؐ بیمار ہو گئے سر کے بال جھڑنے لگے خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہو آیا حالانکہ آتے نہ تھے گو آپ اوسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حالت رہی پھر وہ واقعہ ہوا جو اوپر بیان کیا کہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو اس تمام حال کا علم ہو گیا اور آپنے حضرت علیؓ کو حضرت زبیرؓ کو اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنوئیں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں ان میں ایک تانت تھی جس میں بارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، اور ہر گرہ پر ایک سوئی چبھی ہوئی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں اتاریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت ان کی پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ اوس کی خود بخود کھلتی جاتی تھی، جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئیں وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل شفایاب ہو گئے، ادھر جبرئیل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو اوپر گذر چکی

کونسی ہے ؟ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا آیت الکرسی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے، اور ابوحاتم بن حبان کی صحیح ابن حبان میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت بڑی ہے، فاللہ اعلم، مسند احمد کی ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کا زبان سے نکالنا مجھ پر آسمان پر سے گر پڑنے سے بھی زیادہ بُرا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو وسوسے میں ہی لوٹا دیا، یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے ✦

الحمد للہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے احسان سے یہ تفسیر ختم ہوئی ✦

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی اور تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ تفسیر محمدی بالکل کامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام پاک کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل نصیب فرمائے اور پھر قبول کرے۔ آمین! اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْنَ! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُرْسَلِيْنَ

المترجم عاجز محمد بن ابراہیم عفا اللہ عنہ جوناگڑھی (میمن) مدرس مدرسہ محمدیہ و اڈیٹر اخبار محمدی

اجمیری دروازہ، دہلی

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ وَالْمِنَّةُ وَنَسْئَلُهُ الْمَوْتَ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

تمّت

تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے اور غالب آجاتا ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اوس کے پاس شیطان آتا ہے اور اُسے تھپکتا اور بہلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بہلاتا ہو پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں نکیل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا تم خود اوسے دیکھتے ہو نکیل والا تو وہ ہے جو ایک طرف جھکا کھڑا ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو. حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں شیطان ابن آدم کے دل پر چنگل مارے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی کہ اوس نے وسوسے ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا، سلیمان رح فرماتے ہیں مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اوسے بہکانا چاہتا ہے اگر یہ خدا کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اوس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے، پھر فرمایا جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینے میں، لفظِ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطورِ غلبہ کے آجاتا ہے، قرآن میں اور جگہ رِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ کہا گیا ہے تو جنات کو لفظِ ناس میں داخل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں، غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ وسواس ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو خواہ کوئی انسان، جیسے اور جگہ ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ہ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانی اور جناتی شیطان بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا سنوار کر ڈالتے رہتے ہیں، مسند احمد میں ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا، آپنے فرمایا نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں ادا کر لو، میں اٹھا اور دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گیا، آپنے فرمایا اے ابو ذر رض اللہ تعالی کی پناہ مانگو انسان شیطانوں اور جن شیطان سے، میں نے کہا یا رسول اللہ ص کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپنے فرمایا ہاں، میں نے کہا یا رسول اللہ ص نماز کیسی چیز ہے؟ آپنے ارشاد فرمایا بہترین چیز ہے، جو چاہے کم کرے جو چاہے زیادتی کرے، میں نے پوچھا روزہ؟ فرمایا کافی ہونے والا فرض ہے اور خدا کے پاس زیادتی ہے، میں نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضور ص نے فرمایا بہت ہی بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے بدلہ دیا جائیگا، میں نے پھر عرض کی حضور ص کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا باوجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا، میں نے سوال کیا حضور ص سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپنے فرمایا حضرت آدم (علیہ السلام) میں نے کہا کیا وہ نبی تھے؟ آپنے فرمایا ہاں نبی اور وہ بھی وہ جن سے خدائے تعالی نے بات چیت کی، میں نے کہا یا رسول اللہ ص رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ، میں نے کہا یا رسول اللہ ص جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ان میں سب سے بڑی عظمت والی آیت

...ادِ محمدی - آجکل میلاد کی جو رسمیں رائج ہیں انکی حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے تردید، ...ے قیام مولود کی بھی اعلیٰ تردید، رسم میلاد کب اور کس نے جاری کی، چاروں مذہبوں میں اور قرآن ...یث میں اسکا کیا حکم ہے، غرض پچاس دلیلوں سے اسکے بطلان کا ثبوت ہے۔ قیمت صرف ۳ر

...وقِ محمدی - آنحضرت صلعم کا اسم شریف سُن کر انگوٹھے چومنے کی تردید کی حنفی مذہب کی پچاس ...یں اور درود شریف پڑھنے کی نفیس تحقیق اور بہترین فضائل کا بیان۔ قیمت ایک آنہ

...ہانِ محمدی - قاضی القضاۃ مفتی وقت حضرت امام سبکیؒ المتوفی ۷۵۶ھ کے رسالہ ...ع رفع الیدین کا اردو ترجمہ عربی سمیت آنحضرتؐ، خلفاءؓ، صحابہؓ اور آپکے بزرگوںؒ سے ...ع الیدین کا ثبوت بلکہ وجوب، آنحضرتؐ کا آخر دم تک رفع الیدین ترک نہ کرنا وغیرہ قیمت ۲ر

...قائدِ محمدی - حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب السنہ کا اردو ترجمہ عربی سمیت، عقائد کے با...یں لاجواب کتاب جس کے شروع میں امام صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس میں سے ایک عقیدہ بھی جسکا نہ ہو وہ اہلسنت نہیں ہے

...رایتِ محمدی - حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی تنقید جسمیں بیان ہے کہ ہدایہ میں قرآن کی ۲ آیات غلط نقل کی ہیں، حدیثوں میں کہیں اپنی طرف سے کمی زیادتی کردی ہے کہیں موضوع اور من گھڑت حدیثیں ہیں کہیں جو حدیثیں اپنے مذہب کے ثابت کرنیکے لئے لائے ہیں وہ حدیثیں اصطلاح میں ہی نہیں، کہیں صحابہؓ کے قول کو پیغمبرؐ کی حدیث بنادیا ہے، امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام محمدؒ امام ابویوسفؒ کا مذہب غلط نقل کیا ہے ہدایہ میں لغت کے معنی عربی عبارت بھی غلط ہے، تاریخ اور واقعات میں بھی لغزش کھائی ہے خلفاء اور صحابہؓ پر بہتان باندھا ہے، غرض کہ ہر فن میں ہدایہ کی غلطیاں واضح کی ہیں، پھر نمونہ کے طور پر ہدایہ سے ایک سو ہیبتناک مسائل نقل کئے ہیں، پھر امام صاحبؒ کا اور انکے شاگردوں کا ہدایہ سے انکے مسائل کا اختلاف نقل کیا ہے، پھر ہدایہ میں سے خود امام صاحب کے ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی متضاد اقوال نقل کئے ہیں، پھر فقہ کی کتابوں کو غیر معتبر ثابت کیا گیا ہے، غرض فقہ کی پوری کیفیت اس سے معلوم ہو سکتی ہے قیمت ۱۲ر

سیرتِ محمدی - نبی صلعم کی بہترین اور معتبر سوانح حضرت امام ابوجعفر طبریؒ کی کتاب خلاصۃ السیر کا ترجمہ اردو جس میں حضورؐ کی تمام بیویوں اور کل خاندان کے صحیح حالات بھی ہیں، آپکے منشیوں، جلادوں، ارکانِ شوریٰ، درباریوں، بلکہ اونٹوں بکریوں ہتھیاروں وغیرہ کے نام وغیرہ بہت سی مفید معلومات ہیں، یہ قابل دید کتاب چھٹی صدی کا پاکیزہ تحفہ ہے، قیمت عربی ۸ر اردو ۱۲ر ہر دو ۱ر

عقیدۂ محمدی - اہلحدیث کے صحیح اور ٹھیٹھ عقائد اور مذہب کا بیان۔ ان پر جو تہمتیں لگائی جاتی ہیں انکا ازالہ، اہلحدیث اور حنفی دونوں کے مطالعہ کے قابل قیمت ۱ر

دلائلِ محمدی حصہ اول - آمین رفع الیدین سورۂ فاتحہ کا حنفی مذہب کی کتابوں کے بہترین ثبوت، اسکے خلاف ثابت کرنیوالے کو انعامی رقم، اہلحدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت حنفی مذہب کی کتابوں سے ثبوت، ان کے حق پر ہونے انکے پیچھے اقتدا کرکے نماز پڑھنے ان سے میل ملاپ رکھنے کا حنفی علماء سے ثبوت وغیرہ وغیرہ قیمت ۳ر

دلائلِ محمدی حصہ دوم - ان تینوں مسائل کی جتنی دلیلیں حنفی حضرات دیتے ہیں اور انکے نہایت بھونڈے کئی کئی لاجواب جواب، پھر ساتھ ہی سینے پر ہاتھ باندھنے کی پوری بحث مع تردید حنفیہ، اور ان چاروں مسائل پر اہلحدیث کے مضبوط اور پُر زور دلائل قرآن حدیث وغیرہ سے۔ قیمت صرف آٹھ آنے

ہدایتِ محمدی - حنفی مذہب فقہ کا نمونہ دکھانیکے لئے اس میں ہدایہ سے ایک [illegible] نقل کئے گئے ہیں جو نہایت گھناؤنے مکروہ اور خلاف قرآن وحدیث ہیں [illegible] کر کتب فقہ کی نسبت صحیح رائے قائم کرنیکا آسانی سے موقعہ مل سکتا ہے [illegible] ۲ر

دُرِّ محمدی حصہ اول - اس میں حنفی مذہب کی کتاب دُرِّ مختار کے ایسے [illegible] مسائل جمع کئے گئے ہیں اور ہر مسئلہ کے اصل کتاب میں نہ ہونے پر ایک سو روپیہ [illegible] وعدہ ہے ۱ر

دُرِّ محمدی حصہ دوم بنام **سیفِ محمدی** - حنفی مذہب کے علماء [illegible] ان پچاس مسائل کے جتنے دلائل دیئے تھے اس میں ان سب کا تفصیلی جواب اور پورا [illegible] ہے ساتھ ہی حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو دکھانے کے لئے ایسے ہی الگ بھگ چھ سو مسائل مع حوالہ و ترجمہ جمع کئے ہیں اسے دیکھ کر فقہ وحدیث کا فرق نمایاں معلوم ہوجاتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

اشعار در ردِّ تقلید - اس کتاب میں مثنوی مولوی روم سے اور شیخ سعدی کی کتابوں سے تقلید کے رد کے اشعار نقل کئے ہیں اور ہر شعر کا اردو ترجمہ بھی ہے

صراطِ محمدی - اس کتاب میں تعزیہ داری کی محرم کی اور بدعتوں کی اور ہر قسم کے شرک کی قرآن حدیث اور فقہ احناف سے کافی تردید ہے قیمت صرف ایک آنہ

تفسیرِ محمدی - گو اردو میں بہت سی تفسیریں ہیں لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اس جیسی معتبر تفسیر کوئی نہیں، یہ بامحاورہ اردو زبان میں ہے، قرآن سے احادیث سے صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے اقوال سے قرآن پاک کی تفسیر لکھی گئی ہے، جاری ہے بڑے صفحات پر صاف حروف میں موٹے سفید چکنے اور دبیز کاغذ پر ہے پہلے پارہ کی قیمت جس کے ۱۶۴ صفحات ہیں بلا جلد ایک روپیہ بارہ آنے مجلد کے دو روپے دوسرا پارہ۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ تیسرا پارہ ایک روپیہ۔ چوتھا پارہ ایک روپیہ تیسواں پارہ قیمت ایک روپیہ چھ آنے۔ باقی زیر طبع ہے۔ عید محمدی ۱ر

اطلاع :- یہ تمام کتابیں علاوہ تفسیر محمدی ایک جلد میں مجلد بھی ہیں۔ اگر سب لینی ہوں تو کفایت بھی ہوجائیگی ◆ علاوہ ازیں اہلحدیث کے مطلب کی تمام تر بہترین اردو عربی کتابیں نیز ہر قسم کے قرآن مجید، حمائلیں سنہری اور مترجم بھی ذیل کے پتہ سے مل سکتے ہیں پوری فہرست اور قرآن پاک کے نمونے مفت طلب کریں ◆ محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ :- دفتر اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی

تصانیف حضرت مولانا مولوی محمد صاحب مفسر تفسیر ہذا اڈیٹر اخبار محمدی دہلی

جو ہر موحد مسلمان کو ڈھال تلوار کا کام دیتی ہیں

صلوٰۃ محمدی جس میں توحید و رسالت کے بیان کے بعد نماز نہ پڑھنے کی وعید ہے وضو کرنیکا طریقہ، وضو کے تمام مسائل، تیمم کا طریقہ و مسائل، اذان و تکبیر کا طریقہ، نماز کی دعائیں، نماز کے مسائل، نماز کے بعد کی دعائیں، نماز کی رکعتیں سنت فرض نفل وتر وغیرہ، مسافر و بیمار کی نماز کے احکام، تراویح و تہجد کا بیان، جمعہ کا بیان، جنازے کی نماز کا طریقہ اور اس کے مسائل، عید کی نماز کا طریقہ اور مسائل وغیرہ کا بیان ہے۔ قیمت صرف تین آنے (۳؍)

صیام محمدی ۔ ماہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت اور تاکید ماہ رمضان المبارک کی فضیلت، روزے اور نیک اعمال کی فضیلت، چاند کے احکام، افطار کرانیکا ثواب روزے میں جو کام منع ہیں اُن کا بیان، معذور لوگوں کے روزے کا حکم روزے کے جملہ مسائل۔ لیلۃ القدر کے فضائل و مسائل اعتکاف کی فضیلت اور احکام، نفلی روزوں کا مکمل بیان اور خاص احکام، فطرے کے مسائل و فضائل وغیرہ حوالوں سمیت قیمت صرف تین آنے (۳؍)

زکوٰۃ محمدی زکوٰۃ کی فرضیت، زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ، زکوٰۃ کا نصاب، ان چیزوں کا بیان جن پر زکوٰۃ نہیں، زکوٰۃ کی مقدار کا بیان، ان لوگوں کا بیان جنہیں زکوٰۃ دینی چاہئے اون لوگوں کا بیان جنہیں زکوٰۃ لینی حرام ہے، زکوٰۃ کے تمام مسائل، امامت کا مسئلہ، نفلی اور فرضی خیرات کے فضائل، صدقے خیرات کے مختلف مسائل خیرات کے متعلق حدیثی حکایتیں غرض زکوٰۃ اور خیرات کے کل مسائل حوالوں سمیت مطابق احادیث۔ قیمت تین آنے (۳؍)

ایمان محمدی ۔ حضرت امام بیہقیؒ کی چوتھی صدی کی کتاب شعب الایمان کے مختصر کا ترجمہ جس میں ایمان کی ستتر شاخوں کا تفصیل وار بیان ہے، ہر شاخ کا بیان قرآن و حدیث اقوال بزرگان وغیرہ سے بسط کے ساتھ کیا گیا ہے قیمت [illegible]

حج محمدی ۔ حج اور عمرے کی فضیلت، نہ کرنیکا وبال، الغرض حج کی برائی اور [illegible]

توحید محمدی ۔ پکی قبروں گنبدوں اور مقبروں کے حرام ہونے کی اور بنے ہوؤں کو گرا دینے کی تقریباً دو سو دلیلیں، قبر کی شرعی حیثیت، قبر کے متعلق شرعی احکام کا بیان، قبر پرستی کی تردید، قبر کو چومنے چاٹنے چڑھاوا چڑھانے غلاف وغیرہ کی حرمت قرآن حدیث اور فقہ حنفی وغیرہ سے قیمت ۴؍

برأت محمدی حسن نظامی نے اہلحدیث اور نجدیوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس میں اُس کا پورا پورا رد ہے قیمت صرف ایک آنہ (۱؍)

طریق محمدی ۔ قرآن سے، حدیث سے، صحابہ سے، تابعین سے، چاروں اماموں سے، اون کے شاگردوں سے، فقہاء سے، حنفی مذہب فقہ کی کتابوں سے خود حنفیوں کے طرز عمل سے تقلید شخصی کا قابلہ بدر رد۔ امام صاحب کے اون مسائل کا بیان جنہیں خود حنفی نہیں مانتے فقہ کی کتابوں کے غلط مسائل کے اظہار کیلئے بطور نمونہ پچاس مسائل، امام صاحب کے شاگردوں کے وہ مسائل جن میں انہوں نے امام صاحب کے خلاف کیا ہے، تقلید کی حرمت اور ممانعت پر خود امام ابو حنیفہؒ کے دس قول غرض تقلید شخصی کے مسئلہ کی حقیقت کو کھولنے اور اس کی عالمانہ پُر زور تردید میں یہ کتاب لاجواب ہے لطف یہ ہے کہ یہ ایک دلیل ایسی ہے جس کو کوئی حنفی انکار نہیں کر سکتا۔ ۲۲ دلیلیں ۵

فضائل محمدی حضرت امام خطیب بغدادیؒ کی کتاب شرف اصحاب الحدیث جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے مدینہ شریف کے کتبخانہ میں اسکا قلمی نسخہ تھا حضرت مولانا نے اپنے خرچ سے نقل کرایا اور ترجمہ بھی کر دیا۔ اب عربی معہ اردو ترجمہ چھپ گئی ہے اس میں بدعتیوں اور بدعتیوں کی مذمت اہل رائے قیاس اور کلام کی مذمت، اہلحدیث کی فضیلت قرآن و حدیث سے اقوال صحابہ، تابعین، محدثین اور مجتہدین سے، حدیث کے حفظ کرنے کی فضیلت، اہلحدیث کا ناجی فرقہ ہونا، اہلحدیث کا عاشق رسول ہونا، اہلحدیث کا اولیاء اللہ ہونا، اہلحدیث کا قرآن میں ذکر اور تعریف، علم حدیث کی فضیلت تمام عبادتوں پر، دیندار صالح لوگوں کے اہلحدیث کے درجات کے متعلق سچے خواب، اہلحدیث کی برائی میں جو اقوال پیش کیے جاتے ہیں اُن کا معقول جواب۔ ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے

امام محمدی حضرت امام خطیب بغدادیؒ کی یہ بھی تصنیف ہے تاریخ بغداد جس کتاب پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو ناز اور بجا ناز ہے یہ اسی کا ایک جزو ہے، اس میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی سوانح عمری ہے اور آپ پر آپکے زمانہ کے اور بعد کے ائمہ دین اور مجتہدین نے جو جرح کی ہے اسکا بیان ہے مع اسناد کے ساتھ ہی امام صاحب کے غلط فتوی اور انکی کافی تردید ہے غرض مناقب مثالب بھلائی برائی سب کا بیان ہے اگر امام صاحب کی نسبت صحیح رائے قائم کرنی ہو تو اس چوتھی صدی کے نایاب تحفہ کو ضرور دیکھئے۔ عربی میں ہے اور اردو ترجمہ بھی ساتھ ہے قیمت [illegible]

تصانیف تفسیر محمدی کو مفت حاصل کرنیکی ترکیب

یہ تفسیر کیسی کچھ ہے؟ اس میں کیا کیا خصائص ہیں؟ یہ کیسی چھپ رہی ہے؟ یہ کیسی معتبر ہے؟ تفسیروں میں اسکا کیا مرتبہ ہے؟ یہ قرآن کو کس طرح سمجھاتی ہے؟ لکھائی چھپائی کیسی ہے؟ ان چیزوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں آپکے ہاتھ میں تفسیر موجود ہے نظر ڈال جائیے، اب سنئے اس ضروری اور اشد ضروری اس رحمت رحیم اور اس کرم کریم اس مبارک متبرک پاکیزہ اور معتبر تفسیر کو اگر آپ مفت حاصل کرنا چاہیں تو اخبار محمدی کے خریدار بن جائیں! وہی کے ساتھ یہ بابرکت تفسیر چھپ رہی ہے اخبار کے تین روپے سال لگ جائیگے اور تفسیر محمدی اوسکے ساتھ آپکو مفت ملتی رہیگی۔ یہ نہایت آسان صورت ہے، خدا کے فضل سے اس طرح چار پارے ابتدائی اخبار کے ساتھ نکل چکے ہیں باقی سلسلہ جاری ہے۔ آپ آج ہی اخبار کی قیمت تین روپے کا منی آرڈر کر دیں تفسیر کے ساتھ ہی ساتھ اس اخبار کی خوبیاں بھی سنئے:۔

اخبار محمدی

اگر آپ قرآن وحدیث کی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، اگر آپکو سچی توحید اور خالص سنت کی اشاعت کا شوق ہے، اگر آپکو قرآن حدیث اور عالمگیری کی امنگ ہے، اگر آپ شرک و بدعت کی جڑیں کھوکھلی کرنی اور رسومات مروجہ کی بنیادیں اکھیڑ پھینکنی چاہتے ہیں، اگر آپ ملت اسلام کی نگہبانی اور سنت رسول کی پاسبانی کی دھن میں ہیں تو آپ "اخبار محمدی" منگوائیں جو حضرت مولانا مولوی محمد صاحب مدظلہ دہلوی کی زیر ادارت ہر انگریزی مہینے کی یکم اور ۱۵ کو دہلی سے شائع ہوتا ہے، یہ کیا کم حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ آپ اپنے اوس مبلغ کا خیر مقدم نہ کریں جو دنیا کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک آپکے مذہبی قرآن حدیث کی تبلیغ کرتا پھرے۔ میں تو کہونگا کہ اس دینی پرچہ کی حمایت اعانت اشاعت آپ پر بیحد ضروری ہے آج جبکہ باطل فرقے بھی اپنے عقائد دوسروں کو کھول کھول کر پلا رہے ہوں آپ قرآن وحدیث جیسے پاکیزہ مذہب کے خادم "اخبار محمدی" کی بھی خبر نہ لیں یہ اندھیر ہے + قرآن وحدیث کی خدمت وحمایت، اعانت واشاعت کرنیوالا۔ مخالفین اسلام کو مدلل جواب دینے والا، رسومات غیر شرعیہ سے مسلمانوں کو روکنے والا، حدیث والوں پر سے بیجا تہمتوں اور عوام الناس کی بدظنیوں کو دور کرنیوالا، جماعت اہلحدیث کے صحیح اور ٹھیٹھ عقائد بیان کرنیوالا، فقہیہ صحیح مسائل بروقت بیان کرنیوالا، حدیثوں پر جو اعتراض ہوں انکی جو مخالفت کیجائے اسکا صحیح بادلیل زوردار اور سچا تلا جواب دینے والا، غیر خدا کی عبادت کے جھنڈوں اور غیر نبی کی اطاعت کے نشانوں کو اوندھے منہ گرانے والا، عوام الناس کا استاد، طالب علموں کا سہارا، علماء کا بہترین رفیق "اخبار محمدی" ہے + یہ اخبار محدث بھی ہے واعظ بھی ہے مفسر بھی ہے مناظر بھی ہے مفتی بھی ہے معلم بھی ہے غرض تمام مذہبی حیثیتیں اس میں موجود ہیں، آپکے میز پر اگر سیاسی اخبارات جگہ پا سکتے ہیں تو مذہبی اخبارات کو تو امتیازی جگہ ملنی چاہیئے اور یہ اخبار علاوہ مذہبی ہونیکے سیاسی امور پر پولیٹیکل باتوں پر اور سچی خبروں پر بھی شامل ہے + اس میں علمائے کرام کے کارآمد مضامین، شرعی نظمیں، ملکی مسائل اور سچی خبریں بھی ہوتی ہیں، کاغذ عمدہ، حروف صاف، چھپائی اعلیٰ ہر پندرھویں دن ٹھیک وقت پر نکلتا ہے، باوجود ان تمام خوبیوں کے سال بھر کی قیمت صرف تین روپے ہے۔ نمونہ مفت + منگانیکا پتہ :۔ دفتر اخبار محمدی، اجمیری دروازہ، دہلی